

# تَجْمِيدُ كَلَامِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِإِذْنِ اللَّهِ الْوَهَّابِ بِإِصْطِحَابِ فَاضِلَاتِ أَهْلِ تَحْقِيقِ رَأْيِ رَسَائِلِ طَبِيعِ سَابِرِ حُدُودِ تَعْرِيفِ شَيْءِ عَنِ



سَيِّدِ الْاَئِمَّةِ وَوَالِدِ الْوَحْدَانِ الْكَرِيمِ تَحْقِيقِ رَأْيِ رَسَائِلِ طَبِيعِ سَابِرِ حُدُودِ تَعْرِيفِ شَيْءِ عَنِ

# تَجْمِيدُ كَلَامِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# فہرست بحاث ستونہ فارسی

| صفحہ | مضمون                                      | صفحہ | مضمون                               | صفحہ | مضمون                                |
|------|--|------|-------------------------------------|------|--------------------------------------|
| ۳۸   | اسماء و اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ           | ۲۹   | اسم جامد کی تعریف اور اسکے اقسام    |      | مقدمہ معنی قانون و مناسبت باہن       |
| ۴۰   | نکتہ کے جملہ اولے پر دو شبہے -             | ۳۰   | نکۃ کی تعریف اور اسکے اقسام         | ۱۲   | معنی لغوی و اصطلاحی آن               |
| ۳۹   | مضمون سابق اس طرز پر ادا ہو تو شبہے        | ۳۱   | اسماء و اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ    | ۱۳   | تشبیہ اندو کے متعدی و لازم مفرد و    |
|      | خالی ہو یعنی توجیہ جملہ اولیٰ نکتہ کی اپنی | ۳۲   | آیدر زمانی و مکانی                  | ۱۴   | افعال کے استعمال کا بیان             |
|      | جانب سے -                                  | ۳۳   | اسماء کے کنایات                     | ۱۵   | آردو میں بعض افعال کا لازم و         |
| ۴۱   | حقیقت حقوق -                               | ۳۴   | بابان و بہران و باستان کا بیان      | ۱۶   | متعدی معنوں میں اشتراک               |
| ۴۲   | اسماء و اعداد کو مقیس علیہ حروف            | ۳۵   | بیان لفظ چند                        |      | قائدہ استعمال افعال ہندیہ کا ایک نئے |
|      | قراردینے میں شبہ قوی -                     | ۳۶   | بیان چندین و چندان                  | ۱۷   | و شنگ انوکھے طرز پر -                |
| ۴۳   | اسامی حروف و ذوات حروف پر                  | ۳۷   | نختہ و تختہ کا بیان                 | ۱۸   | اہل لسان کی زبان پر غیروں کا         |
|      | اُس شبہ قوی کا نہ چلنا -                   | ۳۸   | چند و چندین و چندان استثنائی        | ۱۹   | اعراض بجای ہے -                      |
| ۴۴   | اسامی حروف میں حروف اول کے                 | ۳۹   | و استقبالی -                        | ۲۰   | علم ادب کی تعریف                     |
|      | عین سے ہونے میں نکتہ -                     | ۴۰   | تیز اس کنایہ کی معرفت مکرہ مفرد     | ۲۱   | و جہت سید کتاب و ستونہ فارسی         |
| ۴۵   | و جہت اس حروف پر اقسام اسامی اعداد         | ۴۱   | جمع مقدم موخر -                     | ۲۲   | زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان       |
|      | نکتہ عبد الواسع کا دوسرا جملہ              | ۴۲   | تیز کا حذف -                        | ۲۳   | معنی دلالت -                         |
| ۴۶   | نکتہ کے جملہ ثانیہ کی تثنیہ پر شبہ         | ۴۳   | تیز کا لفظ از کے ساتھ آنا -         | ۲۴   | دوال اربع کا بیان                    |
|      | جملہ تثنیہ اس طور پر ادا کیا جائے          | ۴۴   | چندین پر بلے زائدہ کا لانا -        | ۲۵   | مخطوط کا بیان                        |
|      | خالی از شبہ ہو -                           | ۴۵   | بیان چنان و چنین                    | ۲۶   | عقود کا بیان                         |
| ۴۷   | تیز اعداد کا بیان -                        | ۴۶   | چنان و چنین یعنی جیسے ویسے -        | ۲۷   | فردوسی کے مشہور شعر کثا              |
|      | تیز اعداد میں عمومیت و خصوصیت              | ۴۷   | چنان اور چنین پر سے کاف بیانیہ      | ۲۸   | محمود الخ کا بیان                    |
| ۴۸   | با اعتبار اہم عدد ہونی چاہیے -             | ۴۸   | کا حذف -                            | ۲۹   | بیان فرق عقد و اشارہ                 |
| ۴۹   | تیز اعداد کے افراد و جمع کا بیان           | ۴۹   | ان کنایات کا توام شے مجمل           | ۳۰   | حروف تہجی کے ہستی ہونیکا بیان        |
|      | تیز کا اپنے اسماء و اعداد سے مقدم ہونا     | ۵۰   | کے لئے استعمال -                    | ۳۱   | حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت    |
|      | مشہور شریف کے مشہور الحاقیہ شعر -          | ۵۱   | ان کنایات توام پر ہند کا لانا تاویل | ۳۲   | بیان حقیقت تشدید -                   |
| ۵۰   | بہجہ سہ بار بار و تیز ام الخ میں تاویل -   | ۵۲   | و تہجیر کے مضے پیدا کرتا ہے -       | ۳۳   | فارسی زبان میں حروف تہجیس ہیں        |
| ۵۱   | اسامی اعداد کے اقسام -                     | ۵۳   | چنان چون بننے چنانکہ -              | ۳۴   | تہجیر کا بیان -                      |
|      | مرکب غیر امتزاجی کا بیان                   | ۵۴   | بیان اسماء اعداد                    | ۳۵   | تفسیر حروف بحیث اسم نہ ہونے          |
| ۵۲   | ترکیب اعدادی و وضعی کا بیان اور            | ۵۵   | تعریف اعداد علی راسی الحقیقین       | ۳۶   | معنی سبب و سبب کی تہجیر              |
|      | ان میں باہمی نسبت -                        | ۵۶   | بیان ہول اعداد                      | ۳۷   | لفظ مطلق کی تقسیم                    |
|      | ترکیب امتزاجی اسماء اعداد -                | ۵۷   | فرسہ جو کہ ہول اعداد کے ہر دو       | ۳۸   | لفظ موضوع کی تقسیم                   |
| ۵۳   | اس رسم کے حذف کا بیان                      | ۵۸   | لک کر دیکھا ہول اعداد سے نہ ہونا    | ۳۹   | لفظ مفرد کی تعریف -                  |
|      | و او اور او دو ویکہ اظہار اخفا کا بیان     | ۵۹   | اسماء اعداد مفردہ -                 | ۴۰   | مرکب کی تعریف -                      |
|      | معرف کی تعریف اور اسکے قسم علم کا بیان     | ۶۰   | اسماء اعداد مرکبہ امتزاجیہ          | ۴۱   | مرکب کی تعریف اور اسکے اقسام         |
|      |  |      |                                     | ۴۲   | بحث اسم -                            |



| صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون  |
|------|--|------|---|------|--|
| ۴۶   | تست و تش توالت اور توازن کا مخفف ہے۔   | ۵۵   | ضمیر کی تیسری وجہ تسمیہ اور فعل اضنی کے صیغہ واحد کی تشریح کا سائر ضمایر پر مقدم    | ۴۶   | اسامی کتب علم جنس میں یا اسم جنس اعلام کی تکمیل۔ |
| ۴۱   | سٹین ضمیری کو زائد بھی لاتے ہیں  | ۵۶   | جو اسٹیم کہ ضمائر منفصلہ بوجہ شائبہ با اسماء و ضمائر پر مقدم اور اولیت کے مستحق ہیں | ۴۷   | اسم اشارہ کی تعریف                               |
| ۴۲   | ضمائر جمع متصلہ کبھی اپنے اتصال پر رہتی ہیں تو لفظیات اضافت مستعمل ہوتی ہیں۔                       | ۵۷   | ضمیر اپنے مرجع پر مقدم ہو جاتی ہے۔  | ۴۸   | محسوسیت کی تحقیق اور اس کے اقسام                 |
| ۴۳   | کبھی علامات اضافت منفصلات کی طرح ان کے اضافہ پر داخل ہو جاتی ہے۔                                   | ۵۸   | ضمیر مطلقاً موضوع واقع ہو جاتی ہے کہ نہیں   | ۴۹   | محسوس بالذات بلا واسطہ                           |
| ۴۴   | ضمیر واحد غائبہ کی تحقیق لفظی اور اسی کو ضمیر جمع غائبہ ایشان کی تحقیق لفظی کی تسمیہ سمجھنی چاہیے۔ | ۵۹   | ضمیر منفصل کی تحقیق   | ۵۰   | محسوس بالذات بالواسطہ                            |
| ۴۵   | ضمیر جمع غائبہ ایشان کا بیان   | ۶۰   | ضمیر منفصل کی تحقیق   | ۵۱   | محسوس بالعرض۔                                    |
| ۴۶   | اشترک اسمہ اور ای اور ہوا  | ۶۱   | ضمیر واحد غائبہ مرفوع متصل کا استعارہ و بروز۔                                       | ۵۲   | انوار و ضوا کی محسوسیت بالذات میں کلام           |
| ۴۷   | ای اور وہ اور یہ۔  | ۶۲   | ضمائر مرفوعہ متصلہ کا تقریب مقام مقدم ہونا  | ۵۳   | زہین وغیرہ کا دل میں زرد اور شبنم                |
| ۴۸   | من را کی سند۔  | ۶۳   | بیان التفات۔  | ۵۴   | سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام                   |
| ۴۹   | ضمائر منفصلہ غائبہ کا فیروزی العقول کے لیے استعارہ کر لینا۔  | ۶۴   | ضمیر و مرجع میں کبھی مطابقت   | ۵۵   | ستارگان۔   |
| ۵۰   | ضمائر متصلہ یا منفصلہ کا اسی جگہ استعمال جہاں اردو میں لفظ اپنا بولا جاتا ہے۔                      | ۶۵   | کئی کا لحاظ نہیں ہوتا۔  | ۵۶   | اشارہ کے حالات۔                                  |
| ۵۱   | ضمائر منفصلہ پر متصلہ کا لانا ناقابل جائز ہے۔  | ۶۶   | ضمائر متصلہ کے حرف ماقبل پر حرکت فتح او لے ہے۔                                      | ۵۷   | اشارہ حسی میں جس کس معنی پر بولا گیا ہو          |
| ۵۲   | لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا الحاق بنظر تاسید ہی۔   | ۶۷   | چشم اور کش اور کٹ اور کم کا بیان  | ۵۸   | نظر کرنے کا بیان۔                                |
| ۵۳   | مطلقاً ضمائر پر لفظ زائد کا الحاق علی الخصوص ضمیر شکم مع الغیر کا زائد ہونا بیان اسمائے موصولہ۔    | ۶۸   | مرعاطفہ و نافیہ کا مابہ الامتیاز  | ۵۹   | ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور                  |
| ۵۴   | حروف وصل باعاطفہ یعنی داؤ اور نا محقق کا باہمی فرق امتیازی۔  | ۶۹   | سٹین ضمیری پر مصدری کا مابہ الامتیاز  | ۶۰   | چھوٹی کیون نظر آتی ہے۔                           |
| ۵۵   | ترکیب شعر بطریق دیگر۔  | ۷۰   | بعض وقت ہمزہ قبل ضمیر متصل گرایا نہیں جاتا یا سختانی سے بدلا جاتا ہے                | ۶۱   | اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان        |
| ۵۶   | ترکیب شعر ایک اور ڈھنگ پر  | ۷۱   | کبھی اس ہمزہ مبدلہ کو ساکن کر دیتے ہیں  | ۶۲   | اسم اشارہ قریب مصغر۔                             |
| ۵۷   | شرح اشعار سنگد زنامہ جو جہاں پاؤں شائے تراست کی حجت ہو   | ۷۲   | کبھی اسکی حرکت بحال رکھتے ہیں۔  | ۶۳   | اس قریب و بعد کے معنی۔                           |
| ۵۸   | توسلے پر لفظ ہوتے ہوئے ماضی کا ماضی و مجزوع لانا جائز ہے۔  | ۷۳   | ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالیں۔   | ۶۴   | اسامی اشارہ اور اسم ضمیر کا مابہ الامتیاز        |
| ۵۹   |  | ۷۴   | ترکیب نحوی شعر مشہور بوستان   | ۶۵   | اسامی اشارہ اور مشاعر الیہ پر ادوات جمع          |
| ۶۰   |  | ۷۵   | مدح آدم زمان ہمہ بوستان   | ۶۶   | لائیکا طریقہ اور اسکی وجہ                        |
| ۶۱   |  | ۷۶   | آدم کے فعل تھیں ہونے پر شاہد۔   | ۶۷   | اسامی اشارہ اور اشار الیہ کی ترکیب نحوی          |
| ۶۲   |  | ۷۷   | مجزوعہ متصل ضمیر و ن کی مثالیں  | ۶۸   | لفظ اسم کی تحقیق۔                                |
| ۶۳   |  | ۷۸   | ضمائر جمع متصلہ کا بجا و منفصلہ استعمال   | ۶۹   | دی و پیر و پیر اور ام کا مابہ الامتیاز           |
| ۶۴   |  | ۷۹   | ضمائر مرفوعہ متصلہ بجا و منفصلہ   | ۷۰   | ایہ بجا سے این متصل ہوتا ہے                      |
| ۶۵   |  | ۸۰   | کیون نہیں مستعمل ہوتے ہیں   | ۷۱   | لفظ ایہ کی حقیقت کیا ہے۔                         |
| ۶۶   |  | ۸۱   |   | ۷۲   | اشب کا اطلاق شب گزشتہ پر                         |
| ۶۷   |  | ۸۲   |   | ۷۳   | شب بجا و دی شب متصل ہوتا ہے                      |
| ۶۸   |  | ۸۳   |   | ۷۴   | امروز بخیر زمانہ حال                             |
| ۶۹   |  | ۸۴   |   | ۷۵   | روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ۔                      |
| ۷۰   |  | ۸۵   |   | ۷۶   | ضمیر کا بیان اور اسکی تعریف اور وجہ تسمیہ        |
| ۷۱   |  | ۸۶   |   | ۷۷   | ضمائر میں نسبت اسماء و خبر خدا و اہلہم پر        |
| ۷۲   |  | ۸۷   |   | ۷۸   | ضمیر کی دوسری وجہ تسمیہ۔                         |

| صفحہ | مضمون                               | صفحہ | مضمون                              | صفحہ | مضمون                                 |
|------|-------------------------------------|------|------------------------------------|------|---------------------------------------|
|      | ماوہ مضاف الیہ کا ہے -              | ۴۵   | اس کا ت ہی کے موصول ہونے پر        | ۴۳   | جمع افراد کی کا بیان -                |
| ۹۰   | بجائے تعلق ماوہ اضافت یعنی اڑ -     |      | اڑو کے لفظ جو سے تائید -           | ~    | ہر کا موصوع تنکیر میں استعمال         |
| ~    | جیان اضافت ماوہ فی ملاہست           | ~    | کبھی ہاں کان کو عزت بھی کرتے ہیں   | ~    | کہ وجہ کا استفہام کے لیے استعمال      |
| ~    | بیان اضافت صفت جانب موصوف           | ~    | ریاضی کے شعر میں صاحب مجلس         | ~    | چہ کا استفہام میں استعمال -           |
| ۹۱   | اضافت موصوف کی جانب صفت -           | ~    | کی اصلاح -                         | ~    | کہ اور چہ کے حقیقی و مجازی استعمال    |
| ~    | اس امر میں اپنی تحقیق -             | ۴۶   | کاف کو ماوہ غیر موصولہ ماننے کی    | ~    | کے بیان میں -                         |
| ۹۲   | دنیا بمعنی مطلق عالم -              | ~    | تقدیر پر اشارہ ثنائیہ میں تاویل -  | ~    | حقیقت کا حقیقت شے کے سوال             |
| ~    | ترکیب اضافی والتصافی ایک جگہ جمع    | ~    | کاف کے موصول ماننے کی صورت میں     | ~    | میں واقع ہونا -                       |
| ~    | ہو جائیں تو قرب والتصال سکھو ہوتا   | ~    | احتراس عدم مطابقت موصوف و صفت      | ~    | کبھی حکم ضرورت ہمزہ کی حرکت فتح کو یا |
| ۹۳   | بیان حذف مضاف -                     | ~    | من حیث التعلیف والتشکیر -          | ~    | بدلہ پر بحال رکھنا -                  |
| ~    | بیان حذف مضاف الیہ                  | ۴۷   | وجہ اسم موصول اور اسماء اشارت      | ~    | کہ اور چہ کا اسمی اشارہ کے            |
| ~    | مضاف الیہ کی مضاف پر تقدیم          | ~    | کے بہم کہنے کی -                   | ~    | ساتھ بھی استعمال -                    |
| ~    | اسی طرح صفت کی موصوف پر تقدیم       | ~    | سعر فہ کی پانچویں قسم -            | ۴۸   | بعض تقنین یا طعنے موصوف کو            |
| ~    | بیان ان مضافوں کا جن پر علامت       | ~    | معنوی اضافت کا بیان                | ~    | موصول قرار دیتے ہیں -                 |
| ~    | اضافت نہیں لائی جاتی -              | ۴۸   | اضافہ بمعنی برودر                  | ~    | حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ   |
| ۹۴   | بیان ان مضافوں کا جن پر اکثر علامت  | ~    | اضافہ بیانیہ تشبیہی -              | ~    | کی رائے دربارہ اسم موصول -            |
| ~    | اضافہ نہیں لاتے -                   | ~    | اضافہ تشبیہی میں من حیث الجمع      | ~    | در بارہ اسم موصول ان اوراق پریشان     |
| ~    | یہ امر بھی مضاف کی خصوصیت کا ہے     | ~    | والا افراد مطابقت شرط ہے -         | ~    | کے مؤلف کی تحقیق -                    |
| ۹۵   | مضاف الیہ کی خصوصیت کا ہے           | ~    | ایک جنس کے دو اسموں کی             | ~    | اسی کہ کا تنکیر کا افادہ دینا -       |
| ~    | اضافہ کا کرنا -                     | ~    | اضافہ میں تاویل                    | ~    | اسی کہ کا لایق کے لیے استعمال         |
| ۹۶   | مرکب اضافی سے جب وضع ثانوی          | ۴۹   | اضافہ مجازی                        | ~    | ہر موصوف پر کسی صفت مصدر کا موصول     |
| ~    | میں کسی شے کا نام رکھ لیا جاتا ہے   | ۵۰   | اضافہ تملیکی -                     | ~    | ہے یا تختائی تو صیغی کی عدم ضرورت     |
| ~    | بوجہ غلو بیت لحاظ ترکیب ہمیشہ کو    | ~    | اضافہ انبی -                       | ~    | اسما و اشارہ اور لفظ ہر کے بعد یا     |
| ~    | مقطوع الاضافہ کر دیا جاتا ہے -      | ۵۱   | اضافہ ان دو اسموں میں جو معرفت     | ~    | توصیفی کا - لانا واجب نہیں ایک        |
| ~    | جن الفاظ کو ہم نے اکثر تک علامت     | ~    | اور صدق میں مساوی ہیں ممتنع        | ~    | تجوہزی استحسانی امر ہے                |
| ~    | اضافہ کے ساتھ استعمال ہونا چاہیے    | ~    | ہے پس زر طلا و طلا سے زر و دیر     | ~    | اسم اشارہ اور لفظ اور یا تو صیغی کا   |
| ~    | تھا انہیں کا کبھی کسرو اضافہ کے     | ~    | آپ وغیرہ متادل ہیں -               | ~    | ایک وقت میں جمع پہچانا -              |
| ~    | ساتھ استعمال اور تالاب و سیلاب کو   | ~    | صاحب حیات سودی کے محاکمہ پر        | ۵۵   | ہمہ کے دخول پر باکا استعمال           |
| ~    | حیثیت اسی سے قطع نظر کے اضافہ       | ~    | جو در بارہ بوستان و خرابات کیا گیا | ~    | ہر کا کل مجموعی کے معنوں میں استعمال  |
| ~    | کے ساتھ سیلاب و تالاب آب کہنا       | ~    | ہے مؤلف کتاب کی رائے -             | ~    | ہر کو موکہ ہمہ کے ساتھ کرتے ہیں       |
| ۱۰۰  | آخر حرف مضاف کا یا مخفی ہو تو علامت | ۵۹   | اضافہ موصوف جانب صفت -             | ~    | ہر کا دخل غلبہ جمع اور مخفی بیا ہونا  |
| ~    | اضافہ کیا جاتی ہے -                 | ~    | اضافہ صفت جانب موصوف               | ~    | ہر کے دخل کا لکڑ ہونا -               |
| ~    | تحقیق ہمزہ جو ملے مخفی پر لایا      | ~    | اضافہ برائے ہمنے اڑ -              | ~    | خاتمہ کے بعد ابتدا یا جو توصیف        |
| ~    | جاتا ہے -                           | ~    | بیان اس اضافہ کا جہیں مضاف         | ~    | نہیں لاتے -                           |



| صفحہ | مضمون                                   | صفحہ | مضمون                                | صفحہ | مضمون                               |
|------|---|------|--------------------------------------|------|-------------------------------------|
|      | مثال دیہ کی لمبے شتاہ کے ساتھ           | ۱۰۲  | وجہ راج غیبوت منادا                  | ۱۱۰  | مصادر جعلی میں شمار کیا ہے۔         |
|      | لفظ ذہ لفتح زائے مجملہ کی تحقیق         | ۱۰۳  | وجہ خاس غیبوت منادا                  | ۱۱۱  | اس جعل خاص کے لیے جو حالیہ سے       |
|      | لفظ ذہ کی تحقیق جو معدوم معروف ہے۔      | ۱۰۴  | وجہ ثانی خطاب منادا                  | ۱۱۲  | حاصل ہوتا ہے تحدید جدید بشرط ہے۔    |
|      | ہمزہ نفی کے لیے فارسی زبان میں          | ۱۰۵  | منادا پر کلمات نداء کیہ کا مکرر لانا | ۱۱۳  | حضرت صہبائی رح نے خوابینہ کے        |
|      | بھی آتا ہے۔                             | ۱۰۶  | تعجب حسرت آرزو ہمتا کا لینا          | ۱۱۴  | نون کو نازنین و نگنان کے نون        |
|      | خہ خہ اور پہ پہ کا اس قاعدے سے          | ۱۰۷  | مصدر کے تین درجے۔                    | ۱۱۵  | کی طرح زائد محض مانا ہے پڑھیک       |
|      | مستعمل ہونا۔                            | ۱۰۸  | فعل ازروے عمل مصدر کے لیے            | ۱۱۶  | نہیں۔                               |
|      | تلمے و درجہ حالت و فی میں بنا جاتی      | ۱۰۹  | اصل ہے اور مصدر ازروے مشتق           | ۱۱۷  | مصدر پر پائے زائد حسن کلام کے       |
|      | ہے بحساب جمل کے اسکے عدد کی             | ۱۱۰  | فعل کے لیے اصل                       | ۱۱۸  | لئے بہت کم لاجی ہوتی ہے۔            |
|      | خدائی پادشائی کی ہمزہ کی عدد کیا        | ۱۱۱  | مصادر ناقص التصریف                   | ۱۱۹  | بسودن میں باجوہر کلمہ کی ہے         |
|      | لینی چاہیے۔                             | ۱۱۲  | مصادر معدوم المشتقات                 | ۱۲۰  | زائد نہیں۔                          |
|      | حرف حرکت کیلئے علامت بن سکتا ہے         | ۱۱۳  | فارسی میں علامت مصدر                 | ۱۲۱  | مصادر کے اخیر میں الف زائد          |
|      | الف اور با کی مجموعی حالت کا ہمزہ میں   | ۱۱۴  | مصادر کے تین حال لازم متحدی          | ۱۲۲  | بھی جن کلام کے لیے لایا جاتا ہے     |
|      | موجود ہونے کا ثبوت۔                     | ۱۱۵  | مشترک۔                               | ۱۲۳  | بیان حاصل بالمصدر۔                  |
|      | لاٹھے تعیین نہ کرنا منادا کو معروفہ     | ۱۱۶  | مصادر معروف۔                         | ۱۲۴  | بیان مصدر معروف و مجهول۔            |
|      | نہیں بنانا۔                             | ۱۱۷  | مصادر مجهول۔                         | ۱۲۵  | حاصل بالمصدر میں معروف و            |
|      | کلمات نداء کی تریف۔                     | ۱۱۸  | فارسی میں عربی کی طرح معروف          | ۱۲۶  | مجهول کا اعتبار۔                    |
|      | غائب حقیقی۔                             | ۱۱۹  | و مجهول کے لیے ایک ہی صورت           | ۱۲۷  | حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ           |
|      | غائب مجازی۔                             | ۱۲۰  | معنی شعرت شہور سے خواہم از           | ۱۲۸  | حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی       |
|      | نداء حقیقی۔                             | ۱۲۱  | خدا و نئے خواہم از خدا               | ۱۲۹  | زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول    |
|      | نداء مجازی۔                             | ۱۲۲  | تولیف اصلی و وضعی                    | ۱۳۰  | مستعمل ہونا۔                        |
|      | نداء حقیقی و تقدیری کا بیان             | ۱۲۳  | تعریف مصدر جعلی                      | ۱۳۱  | حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے        |
|      | منادا کے ذکر میں نکتہ۔                  | ۱۲۴  | مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب          | ۱۳۲  | زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول    |
|      | اللہ نداء کے مقدر کرنے میں نکتہ         | ۱۲۵  | مصادر عربیہ سے مصدر جعلی کی          | ۱۳۳  | مستعمل ہونا اور اسکی جانب           |
|      | کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا ذکر         | ۱۲۶  | ترکیب۔                               | ۱۳۴  | مفعول اضافت۔                        |
|      | میں حالت نداء میں وہ اسم جسکو نداء کرتے | ۱۲۷  | مصادر فارسی سے مصدر جعلی             | ۱۳۵  | حاصل بالمصدر دو ماضیوں              |
|      | ہیں باعتبار حقیقت حضور و غیبوت          | ۱۲۸  | کی ترکیب                             | ۱۳۶  | کی صورت میں۔                        |
|      | کے میں میں رہتا ہے اور باعتبار استہلال  | ۱۲۹  | مصادر ہندیہ و مصدر جعلی کی ترکیب     | ۱۳۷  | حاصل بالمصدر فصل رابطہ کے ساتھ      |
|      | عرب کے اکثر صیغہ غائب ہے اور            | ۱۳۰  | بیان ان مصادر کا جو ہندی اور         | ۱۳۸  | حاصل بالمصدر حاضر کی زبی میں        |
|      | فارسی میں صیغہ حاضر اکثر ہے۔            | ۱۳۱  | فارسی میں مشترک ہیں                  | ۱۳۹  | حاصل بالمصدر در صورت                |
|      | وجہ اول غیبوت منادا                     | ۱۳۲  | صیغہ حالیہ و مصدر جعلی کی ترکیب      | ۱۴۰  | حاضر مفعول کے معنوں میں۔            |
|      | وجہ ثانی غیبوت منادا                    | ۱۳۳  | نگہداشتن و کشہ شدن مصادر جعلی        | ۱۴۱  | بریدن بمعنی قطع کا امر برین         |
|      | وجہ ثالث غیبوت منادا                    | ۱۳۴  | نہیں میں مگر صاحب قوانین و دیگر      | ۱۴۲  | بھی آتا ہے                          |
|      | وجہ استعجال حاضر منادا                  | ۱۳۵  | اور صاحب ہفت قلزم نے ان کو           | ۱۴۳  | حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورتیں |

| صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون  |
|------|---|------|---|------|--|
| ۱۳۴  | اسم پر پائے تختانی زیادہ کر نیسے۔   | ۱۲۹  | بعض اساتذہ تحقیق نے دوسورگی و خردگی و فرزندگان و قمر بیکان کے کاف کو بغیر انقلاب ازما زائد محض مانا ہے۔ | ۱۲۳  | حاصل بالمصدر اور امراض اور ماضی مطلق کی صورت میں۔  |
| ۱۳۵  | تکرار اور ناک کے استعمال میں فرق پروردگار بمعنی مطلق مرئی صاحب تحقیق القوانین کے مصادر فارسی پر پائے فاعلی کے ماننے پر کیا مفعول مطلق اپنے فعل کی کسیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ | ۱۳۱  | فارسی میں بغیر ارادہ تسمیہ و تائید کے فحقی زائد بھی آتا ہے۔   | ۱۲۴  | حاصل بالمصدر صیغہ ماضی مطلق کے اخیر میں پائے معروف کے الحاق سے۔  |
| ۱۳۶  | مفعول مطلق بغیر لفظ سے نہ معروف۔  | ۱۳۲  | بیان مشتق۔  | ۱۲۵  | حاصل بالمصدر امراض کے اخیر میں الف کے الحاق سے۔  |
| ۱۳۷  | بخشودن و بخشیدن ہر دو معنی ہم و اعطایں متعل ہوتے ہیں۔   | ۱۳۳  | اسم فاعل۔   | ۱۲۶  | آخر حاضر کے اخیر میں شین ماقبل مکسور کا الحاق۔   |
| ۱۳۸  | رستنی میں یا یو لیاقت ہو نہ فاعلی یا یو لیاقت میں لفظ لیاقت کا بمعنی امکان ہے اور اس امکان اعم العوام مراد ہے۔  | ۱۳۴  | اسم فاعل ترکیبی کے جزو اول یعنی اسم پر پائے مجہول اور جزو ثانی یعنی امر پر لفظ می کی زیادتی۔            | ۱۲۷  | یشین قبل مکسور والا حاصل مصدر اسم مفعول کے معنوں میں بھی آتا ہے۔   |
| ۱۳۹  | اعم العوام واجب و متنع و ممکن خاص و غیر سب کو شامل ہے۔  | ۱۳۵  | اسم اور نہی کی ترکیب سے بھی معنی فاعلیت پیدا ہوتے ہیں۔  | ۱۲۸  | تحقیق ضمیری کا شین مصدر سی کے ساتھ قافیہ واقع ہونا۔  |
| ۱۴۰  | اسم مفعول کا بیان۔  | ۱۳۶  | آن ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول کی تحقیق۔   | ۱۲۹  | استادان سخن و متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرنے کے مجاز میں تفسیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی تفسیر کے لئے کفایت کرتا ہے۔ |
| ۱۴۱  | اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے بنتا ہے۔  | ۱۳۷  | دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے۔  | ۱۳۰  | حضرت صہبائی رح نے بعض موقع میں شین مصدر سی مکسور الماقبل کو زائد بھی مانا ہے۔  |
| ۱۴۲  | صرف صیغہ امر واحد حاضر معنی اسم مفعول نہیں دیتا۔  | ۱۳۸  | تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے۔  | ۱۳۱  | حاصل بالمصدر اسم جامد متضمن معنی وصفی پر الف کا الحاق۔   |
| ۱۴۳  | اسم اور نہی کی ترکیب سے معنی اسم مفعول پیدا ہوتے ہیں۔   | ۱۳۹  | چوتھا ماضی مطلق کے اخیر میں الف و آ زیادہ کرنے سے۔  | ۱۳۲  | حاصل بالمصدر اسم جامد و غیر جامد پر پائے معروف کے الحاق سے۔  |
| ۱۴۴  | اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے معنی اسم مفعول حاصل کرتے ہیں۔   | ۱۴۰  | اس الف و آ میں نسبت کا احتمال بھی ہے۔   | ۱۳۳  | اہل عجم مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لیتے ہیں۔  |
| ۱۴۵  | امر واحد حاضر کے اخیر میں الف کے زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول حاصل ہو جاتے ہیں۔   | ۱۴۱  | اسامی غیر مشفقہ کا معنی غایت میں استعمال۔   | ۱۳۴  | اعلام و غیر اعلام سے جب معنی وصفی مراد لیئے جاتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے۔  |
| ۱۴۶  | صیغہ ماضی مطلق پر الف و آ کے الحاق سے معنی اسم مفعول حاصل ہوتے ہیں۔   | ۱۴۲  | ایک تو صرف اسم جامد ہو یا مصدر عربی۔  | ۱۳۵  |  |



| صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون                               | صفحہ | مضمون                          |
|------|--|------|-------------------------------------|------|--------------------------------|
| ۱۳۸  | صرف مصدر عربی بغیر ترکیب مفید                | ۱۳۸  | ہندی الاصل ہیں -                    | ۱۳۸  | معنی اسم مفعول ہوتا ہے         |
| ۱۳۸  | لیا جائے تو صلاحت ترکیب                      | ۱۳۸  | ستان طرف زبان کیلئے بھی آتا ہے      | ۱۳۸  | یاے تختانی کے الحاق سے معنی    |
| ۱۳۸  | اضافی کی تشبیہی ہو یا حقیقی دونوں            | ۱۳۸  | الفاظ مذکورہ بلا ارادہ کثرت بھی     | ۱۳۸  | اسم مفعول حاصل کرنا -          |
| ۱۳۸  | اسم نہیں متحقق ہوگی -                        | ۱۳۸  | آتے ہیں -                           | ۱۳۸  | پائے مختفی سے نسبت مفعولی      |
| ۱۳۸  | صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں                     | ۱۳۸  | بیان اسم آلہ -                      | ۱۳۸  | حاصل کرنا -                    |
| ۱۳۸  | اسم نہیں ترکیب اقصائی کی صلاحت               | ۱۳۸  | اسم آلہ اسم اور امر کی ترکیب        | ۱۳۸  | لفظ کار نسبت مفعول کے لئے -    |
| ۱۳۸  | صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں اسموں               | ۱۳۸  | حاصل ہوتا ہے -                      | ۱۳۸  | بیان اسم ظرف ترکیبی -          |
| ۱۳۸  | بین طرف و منظور کا علاقہ                     | ۱۳۸  | اسم آلہ صیغہ امر پر پائے نسبت کے    | ۱۳۸  | اسم اور امر کی ترکیب سے        |
| ۱۳۸  | بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک                  | ۱۳۸  | الحاق سے -                          | ۱۳۸  | دو اسموں کی ترکیب سے -         |
| ۱۳۸  | نا درطرز پر -                                | ۱۳۸  | بیان اسم حالیہ -                    | ۱۳۸  | ستان کا بیان -                 |
| ۱۳۸  | بحث فعل -                                    | ۱۳۸  | آمر حاضر پر الف و نون زیادہ کرنی    | ۱۳۸  | چند حروف کی ترکیب سے معنی      |
| ۱۳۸  | تعریف فعل -                                  | ۱۳۸  | سے حالیہ بنتا ہے -                  | ۱۳۸  | ظرفی متضمن معنی مبالغیت        |
| ۱۳۸  | درحقیقت زمانے دو ہیں -                       | ۱۳۸  | حالیہ کے ایراد شکوک کو کیا منظور    | ۱۳۸  | و کثرت ہوتے ہیں -              |
| ۱۳۸  | تحقیق حال -                                  | ۱۳۸  | حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی     | ۱۳۸  | ستان کی سین کو حرکت            |
| ۱۳۸  | حال کو زمانہ کی قسم ٹھہرانا                  | ۱۳۸  | زمنی میں بھی آتا ہے -               | ۱۳۸  | ستان کا مخفف سان بھی متصل ہو   |
| ۱۳۸  | اطلاق مجازی ہے -                             | ۱۳۸  | حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول | ۱۳۸  | شارسان کی تحقیق -              |
| ۱۳۸  | فعل کا حد ث نسبت اقراران                     | ۱۳۸  | ترکیبی کی زمینی -                   | ۱۳۸  | زار کا بیان -                  |
| ۱۳۸  | زمان پر اشتمال -                             | ۱۳۸  | روحی برخاک عجزی نام - میں عجم       | ۱۳۸  | لفظ بانار کی تحقیق -           |
| ۱۳۸  | مادہ حدث پر بہات اقراران                     | ۱۳۸  | رابط کا الزام بجا نہیں              | ۱۳۸  | لفظ سار کا بیان -              |
| ۱۳۸  | دلائل کریمے فعل مرکب نہیں بجا تا             | ۱۳۸  | جامد غیر مشتق کا حال واقع ہونا      | ۱۳۸  | ساران و سارہ مزید علیہ سار بھی |
| ۱۳۸  | مجموعہ معانی فعل میں نسبت غیر مستقل          | ۱۳۸  | جمل حالیہ میں رابط و عائد کی ضرورت  | ۱۳۸  | آتا ہے -                       |
| ۱۳۸  | کے دخل رہنے سے فعل کے مستقل                  | ۱۳۸  | حال مستداخلہ -                      | ۱۳۸  | سار کا مخفف سر بھی آتا ہے      |
| ۱۳۸  | میں فرق آجاتا ہے -                           | ۱۳۸  | امشبان -                            | ۱۳۸  | لفظ بار کا بیان -              |
| ۱۳۸  | شائع مولانا جامی رح کا معنی دلتا             | ۱۳۸  | حال مترادفہ -                       | ۱۳۸  | جو تبار کو تخفیف یا جو بار بھی |
| ۱۳۸  | کو دلیل حصرتین اعم رکھنے کی وجہ -            | ۱۳۸  | بنظر ناکید صیغہ حالیہ کا تکرار      | ۱۳۸  | کہتے ہیں -                     |
| ۱۳۸  | اس عمومیت پر شبہ اس واسطے کہ                 | ۱۳۸  | اور اس میں تخفیف -                  | ۱۳۸  | بیان لاخ کا -                  |
| ۱۳۸  | تضمنی رابط مطابقی نہیں پائی جاتی -           | ۱۳۸  | اسم اور امر کی ترکیب قدر اور انداز  | ۱۳۸  | بیان لان کا -                  |
| ۱۳۸  | معنی فعل کو اجمال اور تفصیل کے               | ۱۳۸  | تعریف صفت مشبہ -                    | ۱۳۸  | بیان کند کا -                  |
| ۱۳۸  | لحاظ سے مستقل و غیر مستقل بنانا -            | ۱۳۸  | صیغہ صفت مشبہ کا بوزن               | ۱۳۸  | بیان دان کا -                  |
| ۱۳۸  | تقسیم فعل اسبوسے لازم متعدی                  | ۱۳۸  | اسم مفعول -                         | ۱۳۸  | لفظ کثرت اپنے منظور پر آتا ہے  |
| ۱۳۸  | تعریف فعل لازم -                             | ۱۳۸  | صیغہ صفت مشبہ کا اسم حالیہ          | ۱۳۸  | لفظ دان بھی اپنے مادہ پر       |
| ۱۳۸  | تعریف فعل لازم میں اعتبار عدم ضرورت کا افادہ | ۱۳۸  | کے وزن پر -                         | ۱۳۸  | لایا جاتا ہے -                 |
| ۱۳۸  | فعل لازم کا بلا توسط حروف                    | ۱۳۸  | لفظ جہان کی تحقیق -                 | ۱۳۸  | ستان اور کند درحقیقت           |
| ۱۳۸  | چار مفعول بہ زبان عربی میں -                 | ۱۳۸  | صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں            |      |                                |

| صفحہ | مضمون                                  | صفحہ | مضمون                               | صفحہ | مضمون                                  |
|------|--|------|-------------------------------------|------|--|
| ۱۳۹  | زبان فارسی میں -                       | ۱۴۹  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       | ۱۵۹  | زبان اردو میں -                        |
| ۱۴۰  | زبان اردو میں -                        | ۱۵۰  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           | ۱۵۹  | تقریبت فعل متعدی -                     |
| ۱۴۱  | تقریبت فعل متعدی -                     | ۱۵۱  | مشترک ہے -                          | ۱۶۰  | بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ     |
| ۱۴۲  | بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ     | ۱۵۲  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        | ۱۶۱  | ماضی ناقص اگر ارادہ تناوہ شرط سے       |
| ۱۴۳  | ماضی ناقص اگر ارادہ تناوہ شرط سے       | ۱۵۳  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        | ۱۶۲  | خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے |
| ۱۴۴  | خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے | ۱۵۴  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی | ۱۶۳  | یہ علامات بلا وصف و قنا و استمرار      |
| ۱۴۵  | یہ علامات بلا وصف و قنا و استمرار      | ۱۵۵  | مضارع عربی استعمال -                | ۱۶۴  | محض حسن کلام کے لیے بھی لائے           |
| ۱۴۶  | محض حسن کلام کے لیے بھی لائے           | ۱۵۶  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         | ۱۶۵  | جاتے ہیں -                             |
| ۱۴۷  | جاتے ہیں -                             | ۱۵۷  | صیغے ہیں -                          | ۱۶۶  | یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے          |
| ۱۴۸  | یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے          | ۱۵۸  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       | ۱۶۷  | تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع       |
| ۱۴۹  | تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع       | ۱۵۹  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    | ۱۶۸  | قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال        |
| ۱۵۰  | قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال        | ۱۶۰  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   | ۱۶۹  | نہیں -                                 |
| ۱۵۱  | نہیں -                                 | ۱۶۱  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  | ۱۷۰  | صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لائے          |
| ۱۵۲  | صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لائے          | ۱۶۲  | ہی لایا جائیگا -                    | ۱۷۱  | میں نکلتے -                            |
| ۱۵۳  | میں نکلتے -                            | ۱۶۳  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      | ۱۷۲  | است و بود و باید و تناید و توان        |
| ۱۵۴  | است و بود و باید و تناید و توان        | ۱۶۴  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            | ۱۷۳  | توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام          |
| ۱۵۵  | توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام          | ۱۶۵  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     | ۱۷۴  | بجائے کلمہ نہیں رہتا -                 |
| ۱۵۶  | بجائے کلمہ نہیں رہتا -                 | ۱۶۶  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       | ۱۷۵  | توان و توان کا مابہ الامتیاز           |
| ۱۵۷  | توان و توان کا مابہ الامتیاز           | ۱۶۷  | خاص کرنے کی وجہ -                   | ۱۷۶  | لفظ توان کی تحقیق -                    |
| ۱۵۸  | لفظ توان کی تحقیق -                    | ۱۶۸  | شبه برترتیب ذکر ہی -                | ۱۷۷  | صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے            |
| ۱۵۹  | صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے            | ۱۶۹  | جواب شبه -                          | ۱۷۸  | مجهول استعمال -                        |
| ۱۶۰  | مجهول استعمال -                        | ۱۷۰  | وجہ اول -                           | ۱۷۹  | زبان اردو میں بھی صیغہ جمع سچا         |
| ۱۶۱  | زبان اردو میں بھی صیغہ جمع سچا         | ۱۷۱  | وجہ دوم -                           | ۱۸۰  | مجهول استعمال ہے -                     |
| ۱۶۲  | مجهول استعمال ہے -                     | ۱۷۲  | وجہ سوم -                           | ۱۸۱  | صیغہ جمع غائب کے مخذوف الف ظاہر        |
| ۱۶۳  | صیغہ جمع غائب کے مخذوف الف ظاہر        | ۱۷۳  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  | ۱۸۲  | ہونے کی دوسری تاویل -                  |
| ۱۶۴  | ہونے کی دوسری تاویل -                  | ۱۷۴  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          | ۱۸۳  | صیغہ معلوم مرفوع کا مخذوف الفاعل       |
| ۱۶۵  | صیغہ معلوم مرفوع کا مخذوف الفاعل       | ۱۷۵  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          | ۱۸۴  | مستعمل ہوا بھی سہی طرح متاثر ہے        |
| ۱۶۶  | مستعمل ہوا بھی سہی طرح متاثر ہے        | ۱۷۶  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            | ۱۸۵  | صاحب غوم سخن حضرت صہبائی               |
| ۱۶۷  | صاحب غوم سخن حضرت صہبائی               | ۱۷۷  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          | ۱۸۶  | نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا     |
| ۱۶۸  | نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا     | ۱۷۸  | وجہ اول -                           | ۱۸۷  | جائز فرمایا ہے غلطی کا تہ کی وجہ       |
| ۱۶۹  | جائز فرمایا ہے غلطی کا تہ کی وجہ       | ۱۷۹  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          | ۱۸۸  | سے دہرکہ کھایا ہے -                    |
| ۱۷۰  | سے دہرکہ کھایا ہے -                    | ۱۸۰  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          | ۱۸۹  | مضارع کا بیان -                        |
| ۱۷۱  | مضارع کا بیان -                        | ۱۸۱  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          | ۱۹۰  | حال اور استقبال کے معنوں کو            |
| ۱۷۲  | حال اور استقبال کے معنوں کو            | ۱۸۲  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۱۸۳  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۱۸۴  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۱۸۵  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۱۸۶  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۱۸۷  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۱۸۸  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۱۸۹  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۱۹۰  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۱۹۱  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۱۹۲  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۱۹۳  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۱۹۴  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۱۹۵  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۱۹۶  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۱۹۷  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۱۹۸  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۱۹۹  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۲۰۰  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۲۰۱  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۲۰۲  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۲۰۳  | شبه برترتیب ذکر ہی -                |      |  |
|      |  | ۲۰۴  | جواب شبه -                          |      |  |
|      |  | ۲۰۵  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۰۶  | وجہ دوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۰۷  | وجہ سوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۰۸  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  |      |  |
|      |  | ۲۰۹  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          |      |  |
|      |  | ۲۱۰  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۱۱  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            |      |  |
|      |  | ۲۱۲  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          |      |  |
|      |  | ۲۱۳  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۱۴  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۱۵  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          |      |  |
|      |  | ۲۱۶  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          |      |  |
|      |  | ۲۱۷  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۲۱۸  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۲۱۹  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۲۲۰  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۲۲۱  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۲۲۲  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۲۲۳  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۲۲۴  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۲۲۵  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۲۲۶  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۲۲۷  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۲۲۸  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۲۲۹  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۲۳۰  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۲۳۱  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۲۳۲  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۲۳۳  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۲۳۴  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۲۳۵  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۲۳۶  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۲۳۷  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۲۳۸  | شبه برترتیب ذکر ہی -                |      |  |
|      |  | ۲۳۹  | جواب شبه -                          |      |  |
|      |  | ۲۴۰  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۴۱  | وجہ دوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۴۲  | وجہ سوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۴۳  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  |      |  |
|      |  | ۲۴۴  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          |      |  |
|      |  | ۲۴۵  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۴۶  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            |      |  |
|      |  | ۲۴۷  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          |      |  |
|      |  | ۲۴۸  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۴۹  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۵۰  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          |      |  |
|      |  | ۲۵۱  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          |      |  |
|      |  | ۲۵۲  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۲۵۳  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۲۵۴  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۲۵۵  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۲۵۶  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۲۵۷  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۲۵۸  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۲۵۹  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۲۶۰  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۲۶۱  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۲۶۲  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۲۶۳  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۲۶۴  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۲۶۵  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۲۶۶  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۲۶۷  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۲۶۸  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۲۶۹  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۲۷۰  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۲۷۱  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۲۷۲  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۲۷۳  | شبه برترتیب ذکر ہی -                |      |  |
|      |  | ۲۷۴  | جواب شبه -                          |      |  |
|      |  | ۲۷۵  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۷۶  | وجہ دوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۷۷  | وجہ سوم -                           |      |  |
|      |  | ۲۷۸  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  |      |  |
|      |  | ۲۷۹  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          |      |  |
|      |  | ۲۸۰  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۸۱  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            |      |  |
|      |  | ۲۸۲  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          |      |  |
|      |  | ۲۸۳  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۲۸۴  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۲۸۵  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          |      |  |
|      |  | ۲۸۶  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          |      |  |
|      |  | ۲۸۷  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۲۸۸  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۲۸۹  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۲۹۰  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۲۹۱  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۲۹۲  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۲۹۳  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۲۹۴  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۲۹۵  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۲۹۶  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۲۹۷  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۲۹۸  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۲۹۹  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۳۰۰  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۳۰۱  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۳۰۲  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۳۰۳  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۳۰۴  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۳۰۵  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۳۰۶  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۳۰۷  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۳۰۸  | شبه برترتیب ذکر ہی -                |      |  |
|      |  | ۳۰۹  | جواب شبه -                          |      |  |
|      |  | ۳۱۰  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۳۱۱  | وجہ دوم -                           |      |  |
|      |  | ۳۱۲  | وجہ سوم -                           |      |  |
|      |  | ۳۱۳  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  |      |  |
|      |  | ۳۱۴  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          |      |  |
|      |  | ۳۱۵  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۳۱۶  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            |      |  |
|      |  | ۳۱۷  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          |      |  |
|      |  | ۳۱۸  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۳۱۹  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۳۲۰  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          |      |  |
|      |  | ۳۲۱  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          |      |  |
|      |  | ۳۲۲  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۳۲۳  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۳۲۴  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۳۲۵  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۳۲۶  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۳۲۷  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۳۲۸  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۳۲۹  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۳۳۰  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۳۳۱  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۳۳۲  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۳۳۳  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۳۳۴  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۳۳۵  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۳۳۶  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۳۳۷  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۳۳۸  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۳۳۹  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۳۴۰  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۳۴۱  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۳۴۲  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۳۴۳  | شبه برترتیب ذکر ہی -                |      |  |
|      |  | ۳۴۴  | جواب شبه -                          |      |  |
|      |  | ۳۴۵  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۳۴۶  | وجہ دوم -                           |      |  |
|      |  | ۳۴۷  | وجہ سوم -                           |      |  |
|      |  | ۳۴۸  | تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے  |      |  |
|      |  | ۳۴۹  | رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں          |      |  |
|      |  | ۳۵۰  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۳۵۱  | جمع پڑنے سے حرف اثبات پر            |      |  |
|      |  | ۳۵۲  | نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی          |      |  |
|      |  | ۳۵۳  | وجہ اول -                           |      |  |
|      |  | ۳۵۴  | حرف نفی و اثبات ایک فعل پر          |      |  |
|      |  | ۳۵۵  | کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا          |      |  |
|      |  | ۳۵۶  | استعمال اکثر میں کیون نہیں          |      |  |
|      |  | ۳۵۷  | وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف       |      |  |
|      |  | ۳۵۸  | اثبات -                             |      |  |
|      |  | ۳۵۹  | صیغہ مضارع مشترک سے بلکہ معنی       |      |  |
|      |  | ۳۶۰  | امر کے لیے بھی صیغہ مضارع           |      |  |
|      |  | ۳۶۱  | مشترک ہے -                          |      |  |
|      |  | ۳۶۲  | امر واحد حاضر میں علامت حاضر        |      |  |
|      |  | ۳۶۳  | یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -        |      |  |
|      |  | ۳۶۴  | اسی صیغہ مرفوعہ مخذوف الیاد کا معنی |      |  |
|      |  | ۳۶۵  | مضارع عربی استعمال -                |      |  |
|      |  | ۳۶۶  | الف والے دعائیہ صیغے امر کے         |      |  |
|      |  | ۳۶۷  | صیغے ہیں -                          |      |  |
|      |  | ۳۶۸  | نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں       |      |  |
|      |  | ۳۶۹  | پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -    |      |  |
|      |  | ۳۷۰  | اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ   |      |  |
|      |  | ۳۷۱  | میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے نون  |      |  |
|      |  | ۳۷۲  | ہی لایا جائیگا -                    |      |  |
|      |  | ۳۷۳  | اگر درمیان نفی اور منفی کے چلے      |      |  |
|      |  | ۳۷۴  | واقع ہو جب بھی بجائے میم            |      |  |
|      |  | ۳۷۵  | نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -     |      |  |
|      |  | ۳۷۶  | ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے       |      |  |
|      |  | ۳۷۷  | خاص کرنے کی وجہ -                   |      |  |
|      |  | ۳۷۸  | شبه برترتیب ذکر ہی -</              |      |  |



| صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون   |
|------|---|------|---|------|---|
|      | و حاضر و شکم کے موقع میں برابر مستعمل ہوتا ہے۔                |      | تاویل میں مصدر کے ہو کر اس کا مفعول یہ ہو جاتا ہے کوئی اسکو مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے نہیں سمجھتا۔ | ۱۵۹  | اس علامت اور فعل میں فصل جائز ہے۔   |
|      | تو ان کو صیغہ جمع غائب تو انہ سے کیوں بنایا۔                  |      | اسے دو و باشد کی ترکیب سے بھی جمل فعلیہ بنتے ہیں۔   |      | برخلاف قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ کر عین فعل پر بھی حرف نفی کبھی یہ می یا بھی ماضی کی طرح مضارع میں دوام اور استمرار کو مفید ہوتے ہیں۔ |
| ۱۶۶  | غیبت و حضور و شکم کو سوجہ سے لیا جاتا ہے۔                     | ۱۶۱  | محی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔   |      | لفظ خواہد کو علامت استقبال کہنے میں مجھے سخت تامل ہے۔   |
|      | تو ان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے۔                            | ۱۶۲  | نحوہ دوالی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔  |      | لفظ خواہد علامت مستقبل نہیں اور اسکا فعل مستقبل نہیں تو اور کیا ہے۔   |
|      | تو ان کے مفعول کے ذکر میں چند حال پیش آتے ہیں۔                |      | اور یہ ترکیب مکون بھی ہو جاتی ہے۔   | ۱۶۳  | یہی حال تو ان اور تو اند کی ترکیب کا ہے۔  |
|      | تو ان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے۔                             |      | خواست کی ترکیب سے بھی افادہ معنی استقبالیات کا ہوتا ہے۔   |      | تو اند اور خواہد کا اور ان کے بعد جو مصدر صورت ماضی میں مذکور ہوتا ہے فاعل علی سبیل التنازع ایک ہو                                      |
|      | کبھی جملہ مصدر بکاف ہوتا ہے۔                                  |      | حیثیہ مضارع کا بجائے ماضی ہوتا ہے۔  |      | اسی وجہ سے چونکہ حقوق ضائر مرفوعہ متصلہ خاصہ فعل ہے اسی تو اند و خواہد پر ہوتا ہے ان کے مدخل مصدر ماضی صورت پر نہیں ہوتا۔               |
|      | کبھی اس جملہ پر سے کاف مصدر کی حذف کیا جاتا ہے۔               |      | مضارع میں یا سے مجھول زائد اور استمرار تو نا اور شرط کیلئے لائے جاتی ہیں۔                           |      | اسی طرح بود و است و باید و شاید وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ مفرد فعل یعنی وہ نوع کلمہ سے نہیں۔   |
| ۱۶۷  | <b>باب الائن</b>  |      | ماضی کی طرح مضارع میں بھی   |      | اس مرکب بلفظ خواہد کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔   |
|      | قاعدہ اثبات الف بعد حذف علامت مصدر۔                           |      | الف زائد لایا جاتا ہے۔  |      | یہاں شبہ یہ کہ خواہد خود مضارع مبہم الاستقبال تو دوسرے میں تعین استقبالیات نہیں کر سکتا۔  |
|      | تیس امر کا اخیر الف ہوا اسکے بعد با سے زائد بھی لانا جائز ہے۔ | ۱۶۳  | الف زائد لایا جاتا ہے۔  |      | اسکا جواب۔  |
|      | قاعدہ تبدل۔   | ۱۶۴  | جواب مرزا کا لکے مضارع کو اصل امر وغیرہ کے اشتقاق کے لئے قرار دیتے ہیں۔                             |      | دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔   |
| ۱۶۸  | و ادن کے امر وہ میں کسرو کی وجہ۔                              |      | نہ امر کیلئے مضارع اصل ہے نہ مضارع کیلئے امر اصل اور اس انکار کی وجہ۔                               |      | اسکا جواب۔  |
|      | وہ کو بجائے آیا کے ساتھ دیا بھی کہتے ہیں۔                     |      | امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔             | ۱۶۱  | دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔   |
|      | قاعدہ استقاط الف۔   | ۱۶۵  | امر و مضارع کے لئے اصل کوئی چیز نہ وال ساکن قابل مفتوح علامت مضارع مطلقاً نہیں ہو سکتی۔             |      | اسکا جواب۔  |
|      | ہتادون کا امر تاسی بھی آیا ہے۔                                |      | صیغہ امر حاضر مستعملہ اور مطلق مضارع کا ماہہ الامتیاز۔  |      | اسے دو و باشد و شاید و تاہد و تو اند و خواہد کو ان کے مدخل سے کیا تعلق ہے۔  |
|      | استادون اور ایب تادون پر سے الف حذف کیا جاتا ہے۔              |      | باعتبار اس تحقیق کے تو ان کو مطلق مضارع کہہ سکتے ہیں۔   |      | یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع   |
|      | ستادون بمعنی قیام اور معنی گرفتن میں ماہہ الامتیاز۔           |      | تو ان کو تو انہ سے تخریج کرنے سے اسکی اطلاقی حیثیت میں نقصان نہیں واقع ہوتا۔                        |      |   |
| ۱۶۹  | تاسی بالضم کا مخفف ستادون اور اسکا مرید علیہ شانن کا بیان۔    |      | تو ان کو تو انہ سے تخریج کرنے سے اسکی اطلاقی حیثیت میں نقصان نہیں واقع ہوتا۔                        |      |   |
|      | ستانن بمعنی گرفتن پر مرزا غالب کا اعتراض کیسا ہے۔             |      | چونکہ تو ان مطلق ہے کل افراد غائب   |      |   |
|      | استادون کا مضارع استادن آتا ہے۔                               |      |   |      |   |

| صفحہ | مضمون                                | صفحہ | مضمون                                | صفحہ | مضمون                              |
|------|--------------------------------------|------|--------------------------------------|------|------------------------------------|
|      | مخفف ہے۔                             |      | مرد کا برو کے ساتھ قافیہ۔            | ۱۴۹  | نرسندان کی بحث مضارع حذف           |
|      | نشدن کی بحث امر میں شین کے           |      | گردبالکسر کا گرد باضم کے ساتھ قافیہ  |      | تا و نیاتی یا کے ساتھ فوس متعل     |
|      | فتح کی وجہ۔                          |      | قاعدہ زیادت یا و تحتانی قبل را مہملہ |      | ہے مگر فصیح نہیں۔                  |
|      | قاعدہ حذف صرف شین بمعجمہ۔            |      | مردن میں قاعدہ بلا زیادت اثبات       |      | <b>باب الحاء</b>                   |
|      | قاعدہ تبدیل شین بمعجمہ بار بار مہملہ |      | کا بھی جاری ہوتا ہے۔                 |      | آموختن کو جو بمعنی سیکھنا ہے لازم  |
|      | مع زیادتی وال۔                       |      | استقاط مع الزیادۃ۔                   |      | قرار دینا ناصواب ہے۔               |
|      | تبدیل شین بمعجمہ با سین مہملہ مع     | ۱۴۸  | کردن کے امر کن میں ضمہ کی وجہ        | ۱۴۰  | مثال کردن بیط۔                     |
|      | زیادتی یاے تحتانی۔                   |      | <b>باب الزاء</b>                     |      | مثال کردن مؤلف۔                    |
| ۱۴۸  | نوشتن میں دا و با و مصدر سے بدلہ     |      | زوں بمعنی ضرب و مخفف آزون            |      | جناب آزون کے آموختن کو لازم        |
|      | نہشتن بھی ہو جاتا ہے۔                |      | میں منسق۔                            |      | کہنے پر مؤلف کی رائے۔              |
|      | <b>باب الفاء</b>                     |      | زوں اکثر زیادت میں متعل ہو۔          |      | سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل    |
|      | قاعدہ اثبات فا۔                      |      | ہنگنان ہنگان کا مزید علیہ ہے         |      | دوسرے شعر میں بجائے با و قیہ       |
|      | شکفتن بھی قاعدہ اثبات میں داخل ہو    | ۱۴۵  | <b>باب السین</b>                     |      | زا و بیانیہ کی تقدیر پر ترکیب شعر۔ |
|      | شکفتن شکفتن کا مصدر عری ہو           |      | سین اور لام میں مبادلت۔              | ۱۴۱  | با و قیہ سے زان لازم کا مستحق      |
|      | شکفتن متعدی بھی آیا ہے۔              |      | حذف صرف۔                             |      | بنجانا۔                            |
|      | دوسرا قاعدہ زیادت۔                   | ۱۴۶  | حذف مع زیادت فون                     |      | دوسری تبدیلی سین مہملہ کے ساتھ     |
|      | خفتن خفتن کا امر نہیں بلکہ           |      | حذف مع زیادت دا و۔                   |      | تیسری تبدیلی شین بمعجمہ کے ساتھ    |
|      | خفتن خود اسکا مصدر عری ہو            |      | حذف مع زیادت فون و وال۔              |      | فروختن بمعنی اضافت و بخشنے بیع     |
|      | خواب خفتن کا امر نہیں مصدر جعلی      |      | حذف سین مع زیادت یا و فون۔           |      | کا ماہہ الامتیاز۔                  |
|      | خوابیدن کا امر ہے۔                   |      | نشتن کا قاعدہ نشاختن و نشاقت         |      | و وختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا  |
|      | خسب ایک جدا گانہ امر ہے اسکی         |      | و نشاندن و نشانستن آیا ہے            |      | دونوں میں جدا شناس۔                |
|      | بحث مصدر متعل نہیں اور خسپیدن        |      | نشتن کی بحث مصدر و بحث امر           |      | گسیختن کی بحث امر مسموع نہیں۔      |
|      | اسکا مصدر جعلی ہے۔                   |      | محذوف المصدر یعنی نشستن و نشین       | ۱۴۲  | آختن اور ایختن مقتضاب نہیں         |
|      | خفتن بالفتح مقتضاب ہے۔               |      | بلانوں بھی متعل ہے۔                  |      | انکے مضارع آزون اور آہیخ کلام      |
| ۱۴۹  | تیسرا قاعدہ تبدیل فقط۔               |      | اس محذوف المصدر کا تقدیر             |      | اساتذہ میں آئے ہیں۔                |
|      | یاختن و خفتن کی بحث امر میں تبدیلی   |      | شانڈن آیا ہے۔                        |      | آختن اور یختن ایختن کے             |
|      | اور دا و ہر دو کے ساتھ جائز ہے۔      | ۱۴۴  | نشتن کے محمول پر بجائے برو و ر       |      | مخفف ہیں۔                          |
|      | تبدیل صرف دا و کے ساتھ۔              |      | صلہ بھی آیا ہے۔                      |      | <b>باب الراء</b>                   |
|      | شنون اور شنیدن کی تحقیق۔             |      | <b>باب الشین</b>                     |      | یاب الرا میں قاعدہ اثبات           |
|      | نوشیدن اور نیوشیدن بمعنی سمع         |      | فائدہ اثبات شین بمعجمہ۔              |      | خوردن بمعنی لازم۔                  |
|      | شنویدن کا قلب اور مزید علیہ ہے       |      | کشتن باضم بمعنی قتل شین قبل          | ۱۴۳  | خوردن ایسے کلمہ کا قافیہ بھی واقع  |
|      | ممکن ہے نیوشیدن اصل دا و             |      | مکسور کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے۔      |      | ہو جاتا ہے جو رائے قبل مضموم ہو    |
|      | مستقل مصدر ہو اور نوشیدن             |      | قاعدہ زیادتی دا و بعد شین۔           |      | ہش کا خوش کے ساتھ قافیہ            |
|      | اس کا مخفف۔                          |      | شدن در اصل شون بالواو کا             |      | گردہ کا برو کے ساتھ قافیہ۔         |



| صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون  |
|------|--|------|--|------|--|
| ۱۷۹  | کبھی پادون مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔  | ۱۷۹  | کبھی پادون مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔  | ۱۷۹  | شعورین کبھی داؤ حذف ہو کر شینین اور کبھی یا حذف ہو کر شنون اور کبھی داؤ اور یا دونوں حذف ہو کر شنون رہ جاتا ہے۔                    |
| ۱۸۰  | باب الواوین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصداق شاذۃ الاستعمال میں لایا جاتا ہے بیان نہیں کیا۔ | ۱۸۰  | باب الواوین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصداق شاذۃ الاستعمال میں لایا جاتا ہے بیان نہیں کیا۔ | ۱۸۰  | شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔   |
| ۱۸۱  | مصدر پیدودن کی تحقیق۔  | ۱۸۱  | مصدر پیدودن کی تحقیق۔  | ۱۸۱  | شعورین پیدودن مصدر سننے اور سونگھنے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہیں۔   |
| ۱۸۲  | باب الیاء  | ۱۸۲  | باب الیاء  | ۱۸۲  | چوتھا تبدیل مع الزیادۃ۔  |
| ۱۸۳  | قاعدہ حذف  | ۱۸۳  | قاعدہ حذف  | ۱۸۳  | پانچواں قاعدہ حذف صرف کا چھٹا حذف مع الزیادۃ۔  |
| ۱۸۴  | قاعدہ زیادت۔   | ۱۸۴  | قاعدہ زیادت۔   | ۱۸۴  | گرفتہ کے رے کی حرکت کا بیان رفتن بالفتح کا نقصن بالضم کیسا ہم قافیہ ہو جانا۔   |
| ۱۸۵  | مصدر دیدن کی تحقیق۔  | ۱۸۵  | مصدر دیدن کی تحقیق۔  | ۱۸۵  | گرفتہ بننے لازم کی سند۔  |
| ۱۸۶  | چیدن تخفیف یا چدن بھی آیا ہے۔  | ۱۸۶  | چیدن تخفیف یا چدن بھی آیا ہے۔  | ۱۸۶  | باب المیم  |
| ۱۸۷  | حذف الحرف  | ۱۸۷  | حذف الحرف  | ۱۸۷  | آمدن کے امر حاضر کے اور آستن و پیر آستن کے امر حاضر آسے و پیر آسے میں یے تختانی کو مسمومین کا بل کہنا عدم اعتنا اور خلاف تحقیق ہے۔ |
| ۱۸۸  | حروف جر کا بیان اور انکی وجہ تسمیہ   | ۱۸۸  | حروف جر کا بیان اور انکی وجہ تسمیہ   | ۱۸۸  | آمدن کا ایک الف بحکم ضرورت حذف بھی ہو جاتا ہے۔   |
| ۱۸۹  | ازابتدائیہ کی علامت  | ۱۸۹  | ازابتدائیہ کی علامت  | ۱۸۹  | باب التون  |
| ۱۹۰  | ازابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔  | ۱۹۰  | ازابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔  | ۱۹۰  | باب الواو  |
| ۱۹۱  | ازبائیہ۔   | ۱۹۱  | ازبائیہ۔   | ۱۹۱  | قاعدا ثبات۔  |
| ۱۹۲  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۲  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۲  | قیاس چاہتا ہے کہ پادون کا امر ہو پادون آرزو و اشتیاق بویہ کا نقصان پادون سے مشتق نہیں۔   |
| ۱۹۳  | ازبائیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔   | ۱۹۳  | ازبائیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔   | ۱۹۳  | پادون بخرف داو بدن بھی مستعمل ہے۔  |
| ۱۹۴  | ازبائیہ۔   | ۱۹۴  | ازبائیہ۔   | ۱۹۴  | قاعدہ تبدیل  |
| ۱۹۵  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۵  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۵  | پادون مائیات کے یہاں نہ کیلئے موضوع سے خواہی بالفعل مائی ہو خواہی بالقوہ۔  |
| ۱۹۶  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۶  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۶  |  |
| ۱۹۷  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۷  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۷  |  |
| ۱۹۸  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۸  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۸  |  |
| ۱۹۹  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۹  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۱۹۹  |  |
| ۲۰۰  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۲۰۰  | ازبائیہ علامت لفظی۔  | ۲۰۰  |  |

| صفحہ | مضمون                              | صفحہ | مضمون                            | صفحہ | مضمون                               |
|------|------------------------------------|------|----------------------------------|------|-------------------------------------|
| ۱۹۲  | حذف در -                           | ۱۹۸  | کاف غائبہ -                      | ۱۹۲  | آزیر اور زیر کی تحقیق -             |
| ۱۹۳  | لفظ بر کا بیان -                   | ۱۹۸  | کاف غائبہ -                      | ۱۹۳  | آز اور را اور برے یا بر وغیرہ       |
| ۱۹۴  | بربرے استعمالے حقیقی -             | ۱۹۸  | حذف کاف علیہ -                   | ۱۹۴  | ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں -           |
| ۱۹۵  | براسمی یعنی اسپر ہا و تسمیہ لگا کر | ۲۰۳  | کاف تمثیلیہ -                    | ۱۹۵  | آز اول اور از پیش وغیرہ میں         |
| ۱۹۶  | برہ کہتے ہیں -                     | ۲۰۳  | کاف تفریصیہ -                    | ۱۹۶  | از کیسا ہے -                        |
| ۱۹۷  | براسمی یعنی نزدیک -                | ۲۰۳  | کاف شریطیہ -                     | ۱۹۷  | آز برے اور از اول کے دونوں          |
| ۱۹۸  | براسمی و حرفی میں ماہ الاقنیاز     | ۲۰۳  | کاف جزائیہ -                     | ۱۹۸  | زائدہ از میں فرق -                  |
| ۱۹۹  | برازومیہ -                         | ۲۰۳  | صاحب جوابہ الحروف اس کاف         | ۱۹۹  | ناگاہ اچانک کے معنی کیوں دیتا ہو    |
| ۲۰۰  | برسببیہ -                          | ۲۰۳  | کوزنہاریہ کہتے ہیں اور چند شرطوں | ۲۰۰  | از اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ ملتا |
| ۲۰۱  | براجلیہ -                          | ۲۰۳  | کے ساتھ مشروط کرتے ہیں -         | ۲۰۱  | ہے الف کی حرکت ماقبل کو مے کر       |
| ۲۰۲  | براقصالیہ -                        | ۲۰۳  | کاف ازومیہ -                     | ۲۰۲  | الف کو گرا دیتے ہیں -               |
| ۲۰۳  | بربرہ یعنی مقابل و پیش و نزو -     | ۲۰۳  | کاف فحائیہ الفاقیہ -             | ۲۰۳  | تا و انتہائیہ سادہ -                |
| ۲۰۴  | بربرہ یعنی الی -                   | ۲۰۳  | کاف عاطفہ اضرایہ -               | ۲۰۴  | علامت تا و انتہائیہ کی -            |
| ۲۰۵  | بربرہ یعنی در -                    | ۲۰۳  | کاف اضرایہ جہین ترقی             | ۲۰۵  | حذف تا و انتہائیہ -                 |
| ۲۰۶  | برمفعولی -                         | ۲۰۳  | مسطوف مقصود نہیں -               | ۲۰۶  | تا و ابتدائیہ تضمنیہ -              |
| ۲۰۷  | بربرہ یعنی با وجود -               | ۲۰۳  | کاف اضرایہ جہین ترقی             | ۲۰۷  | تا و انتہائیہ تضمنیہ -              |
| ۲۰۸  | برزائدہ تاکیدیہ -                  | ۲۰۳  | مسطوف مقصود ہے -                 | ۲۰۸  | تا و منہ جے -                       |
| ۲۰۹  | برزائدہ تزئینیہ -                  | ۲۰۳  | کاف عاطفہ سادہ یعنی واو -        | ۲۰۹  | تا و علی و سببیہ -                  |
| ۲۱۰  | بیان را -                          | ۲۰۳  | وقت قیام قرینہ حذف کاف خزا       | ۲۱۰  | تا و ازومیہ -                       |
| ۲۱۱  | را یعنی براے تخصیصیہ -             | ۲۰۳  | کاف تفصیلیہ -                    | ۲۱۱  | تا و بیانیہ -                       |
| ۲۱۲  | مرخداے را میں مرزائدہ نہیں ہو      | ۲۰۳  | کاف مقولہ کی تحقیق -             | ۲۱۲  | تا و نہاریہ تاکیدیہ -               |
| ۲۱۳  | تاکید اختصاص کرتا ہے -             | ۲۰۳  | اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نا       | ۲۱۳  | تا و اسمی یعنی جہہ و ظرف            |
| ۲۱۴  | را توصلیہ -                        | ۲۱۱  | رکھنا انسب ہے -                  | ۲۱۴  | بیان لفظ در -                       |
| ۲۱۵  | را علیہ -                          | ۲۱۱  | اس کاف کو در صورت خصوصیت         | ۲۱۵  | ظرف زمان و مکان میں در کا استعمال   |
| ۲۱۶  | را سببیہ -                         | ۲۱۱  | معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیے -  | ۲۱۶  | حقیقی ہے اور غیر ہما میں مجاز -     |
| ۲۱۷  | راے علیہ کا حذف -                  | ۲۱۱  | کاف دعائیہ -                     | ۲۱۷  | در یعنی بر -                        |
| ۲۱۸  | راء استعلا -                       | ۲۱۱  | حذف کاف دعائیہ -                 | ۲۱۸  | در یعنی قرب -                       |
| ۲۱۹  | را ظرفیہ -                         | ۲۱۱  | کاف قسم -                        | ۲۱۹  | در یعنی پیش -                       |
| ۲۲۰  | را یعنی از -                       | ۲۱۱  | حذف کاف قسم -                    | ۲۲۰  | در بجائے را مفعول -                 |
| ۲۲۱  | را یعنی با -                       | ۲۱۱  | کاف تشبیہ -                      | ۲۲۱  | در تمیزیہ -                         |
| ۲۲۲  | را محملہ اضافت -                   | ۲۱۱  | کاف بیانیہ -                     | ۲۲۲  | در اتصالیہ -                        |
| ۲۲۳  | را زائدہ محض -                     | ۲۱۱  | کاف تردیدیہ -                    | ۲۲۳  | در ضربیہ -                          |
| ۲۲۴  | حذف راے علامت مفعول                | ۲۱۱  | کاف زائدہ -                      | ۲۲۴  | در زائدہ تاکیدیہ -                  |
| ۲۲۵  | بیان کاف -                         | ۲۱۱  | کہ اسمی موصول -                  | ۲۲۵  | در زائدہ تزئینیہ                    |

| صفحہ | مضمون  | صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون  |
|------|--|------|---|------|--|
|      | کے لئے فعل متعلق کا سینہ ماضی ہونا شرط ہے۔   | ۲۱۵  | باتے تقدیر۔   | ۲۱۰  | کہ استخباری۔                                     |
|      | باتے کا جواب میں کاف کا مقدر ۲۱۹   |      | اور حرف کو حرف تقدیر کیوں نہیں کہتے   |      | کہ تقریری۔                                       |
|      | یا محفوظ ہونا ضرور ہے۔   |      | باتے صلہ۔   |      | کہ انکاری۔                                       |
|      | افہار تاسف و تحسر کے لئے اس پر حرف مذامبی لایا کرتے ہیں۔                                     |      | باتے زائدہ۔   |      | استفہام انکاری میں دوسری تاویل                   |
|      | تس اور بسے کا بیان۔  | ۲۱۶  | باتے یا سے مرکب۔  | ۲۱۱  | کہ اورچہ استفہام کا موضع استعمال                 |
|      | مدخل بسا مفرد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔   |      | باتے یا سے مرکب۔  |      | کہ اورچہ ایک جگہ جمع ہو کر معنی چرا کا دیتے ہیں۔ |
|      | واو تسمیہ کا بیان۔   |      | باتے مرکب معیت۔   |      | دو نوع کے دو کافوں کا ایک جگہ اجتماع             |
|      | تعریف تشبیہ۔   |      | باتے مرکب عاطفہ۔  |      | باتے الصاقیہ۔                                    |
|      | استعارہ تحقیقی۔  |      | باتے مرکب بخنے الے۔   |      | باتے الصالیہ۔                                    |
|      | استعارہ بالکنایہ۔  |      | باتے مرکب ظرفیہ۔  | ۲۱۲  | باتے مصاجت۔                                      |
| ۲۲۱  | استعارہ تخیلیہ۔  |      | باتے مرکب استعلا۔   |      | باتے الصالیہ اور با معیت کا ما بالامتیاز         |
|      | تعریف تجرید۔   |      | باتے مرکب بخنے اذ۔  |      | باتے استعانت۔                                    |
|      | تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا واجب  |      | باتے مرکب بجائے رائے محلہ   |      | باتے توسل۔                                       |
|      | اگرچہ تشبیہ کیلئے پانچ چیزوں کا ہونا واجب ہے مگر ارکان اور اجزا کو تشبیہ صرف چار ہیں۔        | ۲۱۷  | باتے مرکب بخنے تصرف۔  |      | باتے غایت بخنے برائے۔                            |
|      | غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے   |      | باتے مرکب بخنے اختصاص۔  |      | باتے علت و سبب۔                                  |
|      | تشبیہ میں دو ہی شے اصل ہیں۔  |      | باتے مرکب بخنے باوجود۔  |      | باتے معاوضہ و مقابلہ۔                            |
| ۲۲۲  | ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے۔                                       |      | باتے مرکب معنی پیش و مقابل  | ۲۱۳  | باتے موافقت۔                                     |
|      | جہاں تشبیہ سے اتنی اور گہرا وجود محال ہوتا ہے تو کبھی ضعف و نقص ہی کو تشبیہ بہ بنا دیتے ہیں۔ |      | باتے مرکب بخنے معاوضہ۔  |      | باتے لیاقت۔                                      |
|      | کبھی عین تشبیہ بہ بنا دیا جاتا ہے  |      | باتے مرکب برائے استعانت   |      | باتے تصرف۔                                       |
| ۲۲۳  | چاروں کن تشبیہ کے مذکور۔   |      | باتے مرکب عاطفہ۔  |      | باتے مقداریہ۔                                    |
|      | تشبیہ کے چاروں کن مذکور ہوں۔   |      | باتے مرکب صلہ۔  |      | باتے تمیز۔                                       |
|      | صرف تشبیہ محذوف باقی مذکور۔  |      | دو حرف خواہ ایک نوع کے ہوں خواہ نہوں کسی کلمہ پر جمع ہوں ان میں ایک حذف کر دیا جاتا ہے۔ |      | باتے قسمیہ۔                                      |
|      | صرف اواد تشبیہ محذوف باقی مذکور۔   |      | دو کاف کا ایک جگہ جمع ہو جانا شاذ ہی  | ۲۱۴  | باتے ابتدائیہ۔                                   |
|      | صرف وجہ تشبیہ محذوف۔   |      | فرا کا بیان۔  |      | باتے ختم تا انتہائیہ                             |
|      | تشبیہ اور اواد یہ دونوں محذوف باقی مذکور۔  |      | فرا بجائے باتے صلہ۔   |      | باتے بخنے آلی۔                                   |
|      |  |      | فرا ظرفیہ۔  |      | باتے بخنے پیش۔                                   |
|      |  |      | فرا بخنے بر استعلا۔   |      | باتے بخنے نزو۔                                   |
|      |  |      | فرا بخنے پیش۔   |      | باتے بخنے زیر۔                                   |
|      |  |      | فرا زائد۔   |      | باتے تشبیہی۔                                     |
|      |  |      | بیان بسا اور اس کا مخفف بس  | ۲۱۵  | باتے ظرفیہ بخنے و۔                               |
|      |  |      | چونکہ بسا انشاء کے لکھنے سے تھکے  |      | دو تشبیہ کی باتے ظرفیہ سے تقدیم                  |
|      |  |      |   |      | حذف باتے ظرفیہ                                   |
|      |  |      |   |      | باتے استعلا بخنے ہر۔                             |



| صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون   | صفحہ | مضمون   |
|------|---|------|---|------|---|
| ۲۲۳  | مشبہ اداء - وجہ - شبہ - یہ نینوں مخدوف صرف مشبہ مذکور۔      | ۲۲۳  | تاکہ کو مشکین پر نذر اور شبہ نذر سے تشبیہ دینا بھی اسی قبیل سے ہے           | ۲۲۳  | اسی قسم کا تشبیہ بلیغ نام ہے۔                               |
| ۲۲۴  | تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللعیان                      | ۲۲۴  | طرقین سے کیے کا وصف مذکور ہو  | ۲۲۴  | تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللعیان                      |
| ۲۲۵  | مشبہ اور مشبہ مذکور باقی مخدوف۔                             | ۲۲۵  | صرف مشبہ کا وصف مذکور ہو  | ۲۲۵  | مشبہ اور مشبہ مذکور باقی مخدوف۔                             |
| ۲۲۶  | مشبہ مع اداء مذکور باقی مخدوف۔                              | ۲۲۶  | طرقین کا وصف مذکور ہو   | ۲۲۶  | مشبہ مع اداء مذکور باقی مخدوف۔                              |
| ۲۲۷  | ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب واحد کے اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم۔ | ۲۲۷  | یہاں وصف سے کوئی وصف  | ۲۲۷  | ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب واحد کے اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم۔ |
| ۲۲۸  | جمع ارکان ثلثہ مرکب۔  | ۲۲۸  | مراد ہے۔  | ۲۲۸  | جمع ارکان ثلثہ مرکب۔  |
| ۲۲۹  | بعض مرکب اور بعض مفرد۔                                      | ۲۲۹  | تشبیہ مفصل۔   | ۲۲۹  | بعض مرکب اور بعض مفرد۔                                      |
| ۲۳۰  | متعدد مرکب میں کیا فرق ہے                                   | ۲۳۰  | تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ۔   | ۲۳۰  | متعدد مرکب میں کیا فرق ہے                                   |
| ۲۳۱  | تعدد در طریق۔   | ۲۳۱  | تشبیہ قریب مبتذل۔   | ۲۳۱  | تعدد در طریق۔   |
| ۲۳۲  | تعدد در وجہ۔  | ۲۳۲  | تشبیہ بعید غریب۔  | ۲۳۲  | تعدد در وجہ۔  |
| ۲۳۳  | تقسیم تشبیہ باعتبار طریق۔                                   | ۲۳۳  | وجہ تشبیہ کی مناسبت میں جب کمال بعد ہوتا ہے جب بھی پایہ بلاغت سے گرجاتی ہے۔ | ۲۳۳  | تقسیم تشبیہ باعتبار طریق۔                                   |
| ۲۳۴  | ملفوف مرتب۔   | ۲۳۴  | باعتبار حذف ذکر ارکان ثلثہ  | ۲۳۴  | ملفوف مرتب۔   |
| ۲۳۵  | ملفوف غیر مرتب۔   | ۲۳۵  | تشبیہ قوی وضعیف ہو جاتی ہے  | ۲۳۵  | ملفوف غیر مرتب۔   |
| ۲۳۶  | تشبیہ مفروق۔  | ۲۳۶  | صرف مشبہ مذکور باقی ارکان مخدوف۔  | ۲۳۶  | تشبیہ مفروق۔  |
| ۲۳۷  | وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔                           | ۲۳۷  | مشبہ و مشبہ مذکور باقی مخدوف۔   | ۲۳۷  | وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔                           |
| ۲۳۸  | وجہ متعدد بجمع اجزاء عقلی۔                                  | ۲۳۸  | یہ دونوں قسمیں اقویٰ ہیں۔   | ۲۳۸  | وجہ متعدد بجمع اجزاء عقلی۔                                  |
| ۲۳۹  | وجہ شبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی                          | ۲۳۹  | چاروں رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو اضعف کر دیتا ہے۔                             | ۲۳۹  | وجہ شبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی                          |
| ۲۴۰  | تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔                             | ۲۴۰  | باقی بین بین ہیں در میان ضعف و قوت۔   | ۲۴۰  | تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔                             |
| ۲۴۱  | حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے                               | ۲۴۱  | مشبہ کے استہر اور خص اور کل اوصاف وجہ شبہ بنائی جاتی ہے نہ مطلق اوصاف۔      | ۲۴۱  | حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے                               |
| ۲۴۲  | تشبیہ وہی۔  | ۲۴۲  | تقسیم باعتبار تقیید و عدم تقیید ارکان                                       | ۲۴۲  | تشبیہ وہی۔  |
| ۲۴۳  | تفرق وہی و خیالی۔   | ۲۴۳  | طرقین اور وجہ مطلق یعنی غیر مقید۔   | ۲۴۳  | تفرق وہی و خیالی۔   |
| ۲۴۴  | تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔                           | ۲۴۴  | مشبہ و مشبہ بہ ہر مقید۔   | ۲۴۴  | تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔                           |
| ۲۴۵  | خیالات کی طرح و سمیات حسی ہیں                               | ۲۴۵  | صرف مشبہ مقید۔  | ۲۴۵  | خیالات کی طرح و سمیات حسی ہیں                               |
| ۲۴۶  | تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ۔                | ۲۴۶  | وجہ شبہ مطلق۔   | ۲۴۶  | تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ۔                |
| ۲۴۷  | تشبیہ بجمع اجزاء حسی۔                                       | ۲۴۷  | وجہ شبہ مقید۔   | ۲۴۷  | تشبیہ بجمع اجزاء حسی۔                                       |
| ۲۴۸  | تشبیہ بجمع اجزاء عقلی۔                                      | ۲۴۸  | غرض راجع بسوے مشبہ کی پہلی قسم  | ۲۴۸  | تشبیہ بجمع اجزاء عقلی۔                                      |
| ۲۴۹  | بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔                                     | ۲۴۹  | یہ مشبہ غریب منفع الوقوع  | ۲۴۹  | بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔                                     |
| ۲۵۰  | مثیل اور ضرب المثل کس کو کہتے ہیں                           | ۲۵۰  |   | ۲۵۰  | مثیل اور ضرب المثل کس کو کہتے ہیں                           |
| ۲۵۱  | تقسیم باعتبار وجہ۔  | ۲۵۱  |   | ۲۵۱  | تقسیم باعتبار وجہ۔  |
| ۲۵۲  | تشبیہ بمحل۔   | ۲۵۲  |   | ۲۵۲  | تشبیہ بمحل۔   |
| ۲۵۳  | وجہ شبہ کمال ظاہر   | ۲۵۳  |   | ۲۵۳  | وجہ شبہ کمال ظاہر   |
| ۲۵۴  | وجہ شبہ نہایت پوشیدہ ہو                                     | ۲۵۴  |   | ۲۵۴  | وجہ شبہ نہایت پوشیدہ ہو                                     |





| صفحہ | مضمون                              | صفحہ | مضمون                                  | صفحہ | مضمون                                   |
|------|------------------------------------|------|--|------|---|
| ~    | میں جائز ہے۔                       | ~    | صرف انگاہ یعنی بعد ازان ہے۔            | ~    | دیتے ہیں اور اس الف کو کتا یہ بھی       |
| ~    | یا کا استعمال اختلاف کیفیت میں     | ~    | پس میں تہیب یا مہلت مقصود ہوتی         | ~    | باقی رکھتے ہیں کبھی گرا دیتے ہیں۔       |
| ~    | کبھی تو یہ لفظ حذف کر دیتے ہیں۔    | ~    | ہے اگرچہ اکمال امر عقب تراخی           | ~    | و او عاطفہ او معطوف کے درمیان           |
| ۲۷۹  | یا ترودیدہ صرف معطوف علیہ پر       | ~    | کے ساتھ ہو۔                            | ~    | فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔                |
| ~    | لانا جائز ہے۔                      | ۲۷۷  | پس تقریبہ۔                             | ~    | بیان با عاطفہ۔                          |
| ~    | بیان اگر ترودیدہ اور اسکا اہل خمس  | ~    | تفریع اور تعقیب میں فرق۔               | ۲۷۵  | بیان تا عاطفہ۔                          |
| ~    | کے ساتھ اختصاص۔                    | ~    | بیان باز عاطفہ۔                        | ~    | ہم عاطفہ کا بیان۔                       |
| ~    | اگر کایاے ترودیدہ کی طرح معطوف     | ~    | باز میں ترتیب مہلت اور تراخی کے        | ~    | ہم عاطفہ معطوف و معطوف علیہ             |
| ~    | و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا    | ~    | ساتھ مقصود ہو کر قی ہے۔                | ~    | دونوں پر داخل ہوتا ہے۔                  |
| ~    | اور اتفاق و اختلاف کیفیت میں       | ~    | باز عاطفہ کا معطوف کے اول و آخر        | ~    | ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ         |
| ~    | اسکا استعمال۔                      | ~    | دونوں جملہ لانا جائز ہے۔               | ~    | عاطفہ بھی لایا جاتا ہے۔                 |
| ~    | یا ترودیدہ اور اگر ترودیدہ میں فرق | ~    | باز عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ عاطفہ | ~    | ہم عاطفہ مفرد اور جملہ دونوں پر داخل    |
| ۲۸۰  | لفظ اگر کی حقیقت۔                  | ~    | کا لانا بھی جائز ہے۔                   | ~    | ہوتا ہے خصوصیت جملہ کی کچھ نہیں۔        |
| ~    | خواہ ترودیدہ کا بیان۔              | ~    | کاف عاطفہ کا بیان۔                     | ~    | ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو       |
| ۲۸۱  | خواہی سے خواہ بنانے میں            | ~    | باز متصلہ فقہی عاطفہ کا بیان۔          | ~    | لانا جائز ہے۔                           |
| ~    | نکتہ کیا ہے۔                       | ~    | نہ عاطفہ کا بیان۔                      | ~    | ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کیساتھ جمع ہوا    |
| ~    | خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت          | ۲۷۸  | بیان کلمات عاطفہ ترودیدہ               | ~    | ہم عاطفہ کا مزید علیہ ہاں بھی مستعمل ہو |
| ~    | اور انشا و خبر میں یا کی طرح       | ~    | یا اور اگر اور خواہ ان تینوں کلموں     | ~    | ہاں عاطفہ کے ساتھ نیز عاطفہ بنظر        |
| ~    | برابر مستعمل ہے۔                   | ~    | کو معطوف و معطوف علیہ دونوں            | ~    | تاکید لے آتے ہیں۔                       |
| ۲۸۱  | کاف ترودیدہ۔                       | ~    | پر لانا جائز ہے۔                       | ~    | نیز عاطفہ کا بیان۔                      |
| ~    | واؤ ترودیدہ کا بیان۔               | ~    | یا اور خواہ کے استعمال میں             | ~    | نیز عاطفہ بھی مکرر اور مقدم اور مؤخر    |
| ۲۸۲  | تقاریر و توارخ۔                    | ~    | فرق ہے یا نہیں۔                        | ~    | ہم عاطفہ کی طرح مستعمل ہے۔              |
| ~    | فقط                                | ~    | یا کا استعمال متفق الکلیفیت میں        | ~    | بیان پس عاطفہ۔                          |
| ~    |                                    | ~    | یا کا استعمال خبر اور انشا دونوں       | ~    | پس انگاہ میں پس یعنی بعد نہیں ہر        |



## صحت نامہ اعلاط دستور نامہ فارسی

| صفحہ | سطر | غلط               | صحیح                   | صفحہ | سطر | غلط      | صحیح           | صفحہ | سطر | غلط           | صحیح          |
|------|-----|-------------------|------------------------|------|-----|----------|----------------|------|-----|---------------|---------------|
| ۵    | ۷   | جو                | چو                     | ۴۲   | ۱۱  | نقداد    | نقداد بین      | ۱۱۷  | ۱۷  | خواہید        | خوابید        |
| ۶    | ۱۳  | جو                | چو                     | ۴۵   | ۶   | اسائی    | اسامی          | ۱۱۹  | ۱۴  | کوبندگی       | گویندگی       |
| ۷    | ۱۲  | گوئی              | گوی                    | ۵۳   |     | غمی ایہ  | یعنی ایم       | ۱۲۰  | ۱۲  | مین سے        | مین بات سے    |
| ۸    | ۵   | خارہ              | خارہ                   | ۵۴   | ۱   | اختصار   | اختصار کے      | ~    | ۱۴  | اوسبب         | اور سبب       |
| ۱۳   | ۲   | حیران             | حیران                  | ~    | ۱۴  | پسند     | پسند خاطر      | ۱۲۲  | ۱۴  | مرآنیت        | مرآنیت        |
| ۱۵   | ۱۰  | ہنسی              | ہنسنے                  | ۵۶   | ۱۶  | خود پرست | خود پرست       | ۱۲۳  | ۲۲  | بہ            | یہ            |
| ۲۰   | ۲۲  | غزا               | غزا                    | ۵۷   | ۲۱  | اسکو     | اسکو ماضی میں  | ~    | ۲۳  | اور           | اور           |
| ۲۳   | ۲۱  | صور و حروف        | صور و حروف             | ۶۱   | ۱۱  | یہا      | بہا            | ۱۲۴  | ۹   | جنگ           | جنگ           |
| ۲۴   | ۶   | وجوبیت            | وجوب                   | ۶۳   | ۹   | سامعائی  | سامعائی        | ۱۲۵  | ۱۲  | آباد          | آباد          |
| ۲۵   | ۱   | ہدایت             | ہدایت                  | ۶۴   | ۱۱  | ور       | ور             | ~    | ~   | سرخین قافلہ   | سرخین قافلہ   |
| ~    | ۲۲  | وہ                | وہ                     | ~    | ۱۲  | اون      | اون            | ۱۲۹  | ۲۲  | بائی مصدق     | بائی مصدق     |
| ۲۶   | ۱۹  | لھا               | لھا                    | ~    | ۲۳  | نہ خبر   | نہ خبر         | ۱۳۰  | ۱۵  | آپ            | آپ            |
| ~    | ۲۳  | لسا               | لسا                    | ۶۶   | ۱۴  | مرگیا    | مرگیا          | ۱۳۱  | ۱۲  | زود خیر       | زود خیر       |
| ۲۷   | ۱   | لسا               | لسا                    | ~    | ۲۳  | کا       | کے             | ۱۳۸  | ۱۵  | بہ عمری       | بہ عمری       |
| ~    | ۱۲  | سے                | سے                     | ۶۹   | ۴   | بخشش     | بخشش           | ~    | ۲۴  | تشاندت        | تشاندت        |
| ۲۸   | ۱۵  | درند اہل عرب      | اس واسطے کہ عرب        | ۷۲   | ۱۲  | شپر      | شپر            | ۱۴۱  | ۱۰  | گنج خانہ      | گنج خانہ      |
|      |     | بغیر ہمزہ اخیر    | حروف کو بہت معتقد      | ۷۳   | ۱۱  | اسم      | کسی            | ۱۴۱  | ۲   | بہور ان دہ    | بہور آن دہ    |
|      |     | استعمال نہیں کرتے | بغیر ہمزہ اخیر استعمال | ۷۴   | ۱۱  | مجلس     | مجلس           | ~    | ۱۴  | اضافت         | انصاف         |
|      |     |                   | کرتے ہیں اور عرب       | ۷۵   | ۵   | کہ گو    | گو             | ~    | ۱۵  | یا پیل        | یا پیل        |
|      |     |                   | بغیر ہمزہ اخیر کو      | ۸۰   | ۹   | رکھتا ہو | رکھتا ہو       | ~    | ۷   | پارسا         | پارسا         |
|      |     |                   | لازم اور ضروری         | ۸۶   | ۲۱  | خلافت    | خلافت          | ~    | ۸   | ان گار        | ان گار        |
|      |     |                   | سیچے ہیں               | ~    | ۱   | ہو       | ہو             | ~    | ۲۰  | خرفش          | خرفش          |
| ۲۹   | ۹   | قسم               | قسمین                  | ۹۰   | ۲۳  | جزو ہر   | جزو می دہر     | ~    | ۳   | سراپاناز      | سراپاناز      |
| ۳۱   | ۲۱  | بضغ               | بضغ                    | ۹۳   | ۶   | کمان     | کمان           | ~    | ۲۱  | گہٹون ٹٹون    | گہٹون ٹٹون    |
| ۳۶   | ۱۰  | ساز               | ساز                    | ۹۸   | ۱۳  | بہ       | یہ             | ~    | ~   | دغیرو مین دہ  | دغیرو مین دہ  |
| ۳۸   | ۱۴  | منطقۃ البروج      | منطقۃ البروج           | ~    | ۱۶  | گیسوئے   | گیسوئے         | ~    | ~   | آن ہوگی       | آن ہوگی       |
|      |     | کے بین            | فر کے بین              | ۹۹   | ~   | فرنگناہی | فرنگناہی       | ~    | ~   | کھٹے منٹ دغیر | کھٹے منٹ دغیر |
| ۳۹   | ۹   | حرف               | حرف                    | ۱۰۰  | ۳   | کے یے    | کے اظہار کیلئے | ~    | ۲   | واسع نہیں     | واسع سے نہیں  |
| ~    | ~   | حرف               | حرف                    | ~    | ~   | وقت      | وقت            | ~    | ۳   | مصرعہ اول     | مصرعہ اول     |
| ~    | ~   | حرف               | حرف                    | ~    | ۱۳  | لایا     | لے آیا         | ~    | ۲۳  | پو            | چو            |
| ۴۱   | ۵   | لی                | کی                     | ۱۱۷  | ۱۲  | خواہد    | خواہد          | ~    | ۱۳  | آغار          | آغار          |
|      |     |                   |                        |      | ~   |          |                | ~    | ~   | آبادما        | آبادما        |

| صفحہ | سطر | غلط      | صحیح     | صفحہ | سطر | غلط            | صحیح           | صفحہ | سطر | غلط           | صحیح          |
|------|-----|----------|----------|------|-----|----------------|----------------|------|-----|---------------|---------------|
| ۱۵۳  | ۲۰  | پگون     | پگون     | ۱۸۲  | ۱۸۲ | پہانستہ        | چھانستہ        | ۲۱۰  | ۲۱۰ | پہانستہ       | چھانستہ       |
| ۱۵۴  | ۲۲  | چیبے ب   | چیبے ب   | ۲۰   | ۲۰  | پریدن          | پریدن          | ۱۰   | ۱۰  | پریدن         | پریدن         |
| ۱۵۵  | ۶   | مشت      | مشت      | ۱۸۵  | ۱۸۵ | قبل از بیان کہ | قبل از بیان کہ | ۱۰   | ۱۰  | مقصود ہے      | مقصود ہے      |
| ۱۵۶  | ۱۴  | دیتے سن  | دیتے سن  | ۱۸۶  | ۱۸۶ | ازرستہ         | ازرستہ         | ۱۴   | ۱۴  | تظامی رہنمائی | تظامی رہنمائی |
| ۱۵۷  | ۱۵  | سین      | سین      | ۱۸۷  | ۱۸۷ | بدانی          | بدانی          | ۱۵   | ۱۵  | مکرر و راجح   | مکرر و راجح   |
| ۱۵۸  | ۲۰  | اور فردت | اور فردت | ۱۸۸  | ۱۸۸ | برو            | برو            | ۱۵   | ۱۵  | مکرر و راجح   | مکرر و راجح   |
| ۱۵۹  | ۲   | ویارہا   | ویارہا   | ۱۸۹  | ۱۸۹ | مادی کو        | مادی کو        | ۱۵   | ۱۵  | مکرر و راجح   | مکرر و راجح   |
| ۱۶۰  | ۱۰  | قصوری    | قصوری    | ۱۹۰  | ۱۹۰ | سرد            | سرد            | ۲۲   | ۲۲  | تعمیم         | تعمیم         |
| ۱۶۱  | ۲۶۲ | ۲۶۲      | ۱۶۲      | ۱۹۱  | ۱۹۱ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۸    | ۸   | دین کیست      | دین کیست      |
| ۱۶۲  | ۲۶۳ | ۲۶۳      | ۱۶۳      | ۱۹۲  | ۱۹۲ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۹    | ۹   | درع           | درع           |
| ۱۶۳  | ۱۵  | بود کہ   | بود کہ   | ۱۹۳  | ۱۹۳ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۰   | ۱۰  | کے چہ         | کے چہ         |
| ۱۶۴  | ۶   | پنا      | پنا      | ۱۹۴  | ۱۹۴ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۱   | ۱۱  | توان          | توان          |
| ۱۶۵  | ۸   | استدن    | استدن    | ۱۹۵  | ۱۹۵ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۲   | ۱۲  | گیارہواں      | گیارہواں      |
| ۱۶۶  | ۵   | گم       | گم       | ۱۹۶  | ۱۹۶ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۳   | ۱۳  | بجائے         | بجائے         |
| ۱۶۷  | ۲۰  | ثانیہ    | ثانیہ    | ۱۹۷  | ۱۹۷ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۴   | ۱۴  | پندہشت        | پندہشت        |
| ۱۶۸  | ۱۳  | زآتش     | زآتش     | ۱۹۸  | ۱۹۸ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۵   | ۱۵  | آذنتنا        | آذنتنا        |
| ۱۶۹  | ۳   | نیارید   | نیارید   | ۱۹۹  | ۱۹۹ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۶   | ۱۶  | بخش دس        | بخش دس        |
| ۱۷۰  | ۶   | یافتی    | یافتی    | ۲۰۰  | ۲۰۰ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۷   | ۱۷  | اور           | اور           |
| ۱۷۱  | ۱۳  | آئیختن   | آئیختن   | ۲۰۱  | ۲۰۱ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۸   | ۱۸  | ادعا          | ادعا          |
| ۱۷۲  | ۱۲  | زیر      | زیر      | ۲۰۲  | ۲۰۲ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۱۹   | ۱۹  | قامتی         | قامتی         |
| ۱۷۳  | ۱۹  | ولہ      | ولہ      | ۲۰۳  | ۲۰۳ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۰   | ۲۰  | اسکا تشبیہ    | اسکا تشبیہ    |
| ۱۷۴  | ۱۵  | اَوُو    | اَوُو    | ۲۰۴  | ۲۰۴ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۱   | ۲۱  | ملم ہے        | ملم ہے        |
| ۱۷۵  | ۲۰  | تکستن    | تکستن    | ۲۰۵  | ۲۰۵ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۲   | ۲۲  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۷۶  | ۱۲  | شد       | شد       | ۲۰۶  | ۲۰۶ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۳   | ۲۳  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۷۷  | ۶   | بضمہاے   | بضمہاے   | ۲۰۷  | ۲۰۷ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۴   | ۲۴  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۷۸  | ۱۱  | نشتن     | نشتن     | ۲۰۸  | ۲۰۸ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۵   | ۲۵  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۷۹  | ۱۲  | قاعده    | قاعده    | ۲۰۹  | ۲۰۹ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۶   | ۲۶  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۸۰  | ۹   | نیرم     | نیرم     | ۲۱۰  | ۲۱۰ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۷   | ۲۷  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۸۱  | ۱۱  | شگفت     | شگفت     | ۲۱۱  | ۲۱۱ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۸   | ۲۸  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۸۲  | ۱۲  | مادرش    | مادرش    | ۲۱۲  | ۲۱۲ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۲۹   | ۲۹  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |
| ۱۸۳  | ۲   | صبا      | صبا      | ۲۱۳  | ۲۱۳ | موصوفہ کو      | موصوفہ کو      | ۳۰   | ۳۰  | مکمل ہے       | مکمل ہے       |

ضمیمہ ترقیہ حاشیہ دستور نامہ فارسی بقید صفحہ وسط

| صفحہ | سطر | عبارت  |
|------|-----|--|
| ۱۰   | ۱۶  | (توان) نظامی ہم بکری ۹۵ نہ در طبع نیرو نہ در تن توان ۶ خمیدہ شدہ از باد سر و جوان ۶  |
| ۲۸   | ۳   | (واقع ہو جایا کرتا ہے) مگر عربی میں سوائے ضرورت شعری کے دوسری جگہ مستعمل نہیں جیسے متنی نے اس شعر میں بکاء بالمد کو بکا بالقصر باندھا ہے ۵ و ماذا بمصر من المضحکات ۶ و لکنہ ضحاک کا لیکا ۶   |
| ۲۸   | ۱۵  | (ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام مجید و فرقان جمید کے اوائل سورین حروف مقطعات جو بلا مد پڑتے جاتے ہیں جیسے طہ اور ہا و یا کھیا یحییٰ اور حاحم مصق اور مرا الزا میں امر تو فیفی ہے قیاس وقاعدہ کو اس میں کیا دخل جیسے ذکر یاء بالمد کو ذکر یا قصر کے ساتھ پڑتے ہیں مابقی کے وقت قصر کرنا وجہ کثرت استعمال ہے۔ علامہ غزالی فرماتے ہیں والسبب فی ان قصر ہن متہجاء و مدت حیث مسما الاعراب ان حال التبحی خلیقۃ بالاختلاج و حیز و استعمالہا فیہ اکثر و اسد قائل اعلم بالصواب ۱۲ |
| ۵۱   | ۱۹  | (حافظ شراب لعل کش الخ) دلہ گر رنج پیشیت آید و گر راحت اسے حکیم ۶ نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند ۶  |
| ۵۷   | ۲   | (نظامی) دلہ زوجگان و گواند آمد نخست ۶ کہ تو طفل بازی بدین کن درست ۶  |
| ۷۹   | ۱   | (اسی طرح اور جانین) مولوی معنوی رح شاعر ۱۲۵ آن دے آور کہ تطب عالم ست ۶ جان جان جان جان آدم ست ۶  |
| ۸۵   | ۲۲  | (رگ کوہ) مولوی معنوی رح شاعر ۱۲۵ رفت ذوالقرنین سے کہ کوہ قاف ۶ دید کہ راکزمر و بود صاف ۶ گرد عالم طہ کردہ او محیط ۶ ماندہ تیران اندران خلق بسط ۶ گفت تو کو پہ در پا چسبند کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند ۶ گنہ رگہا سے شند آن کو ہبا ۶ مثل من نبوند در فرو ہبا ۶ من بہر شہر سے رگی دارم نہاں ۶ بر عرق ہمہ اطراف جہان ۶ حق چو خود اندر زلہ شہر سے مرا ۶  |

| صفحہ | سطر | عبارت  |
|------|-----|--|
| ۹۳   | ۲۳  | امر فرماید کہ جنباں عرق را پس بجنبا نم من آن رگ را بقہر کہ بدان رگ متصل بود دست شہرہ   |
| ۹۴   | ۳   | فردوسی <sup>شعر</sup> کس از ناداران پیشین زمان نہ کردند آہنگ ز می آسمان  |
| ۹۸   | ۶   | (تو ہمہ ما) نظامی <sup>شعر</sup> پیش چنین کس ہمگی پیش کش نہ در نہ قلم بر ہمہ خویش کش   |
| ۱۲۴  | ۱۰  | سعدی <sup>شعر</sup> برون بینم اوصاف شد از حساب نہ گنج درین تنگ میدان کتاب  |
| ۱۳۸  | ۲۲  | (آخرین شین مجہ) نظامی <sup>شعر</sup> سز بچہ چونکہ نخواہ شکست نہ دین جہش امروز درین خاک ہست   |
| ۱۳۹  | ۱۷  | (نشانزدت روزگار) <sup>شعر</sup> گویم اگر شدہ بود آموزگار نہ حق یہ کہ بیان بھی لفظ کا نسبت فاعلی کے لئے ہے۔ چونکہ آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں بلحاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحق کی گئی ہے یعنی سیکھنے والا۔ جہاں مجہنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنی ثانی ہے یعنی سکھائی والا۔ |
| ۱۴۰  | ۱۷  | (اصل اسکی ابا ناز ہے) یعنی ابا پر لفظ ناز جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہے <sup>شعر</sup> علم دیگ و آتش از بود ترا نہ از شر نے دیگ ماند نے ابا نہ   |
| ۱۴۵  | ۱۳  | (اور لایخ) نظامی <sup>شعر</sup> در قف این باد یہ دیو لایخ نہ خانہ بول تنگ و غم دل فراخ نہ  |
| ۱۵۴  | ۹   | (دوسرا اسم حالیہ) مولوی معنوی <sup>شعر</sup> در دردن شیران بدنجان لاغر ان نہ در نہ گاو ان را بودندی خوران  |
| ۱۵۷  | ۲۳  | (اسی صیغہ مخم کا) حافظ <sup>شعر</sup> من گویم کہ چکن باکہ نشین و چہ نبوش نہ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی  |
| ۱۶۰  | ۱۷  | (لفظ باد) حافظ فرماید تابد و ذی ابویارت نہ جز عیش مباد و بیج کارت نہ ولے کارت ہم حفظ ملک دین باد   |
| ۱۶۳  | ۱   | تا باد ہمیشہ این چنین باد نہ اسے تا باد شد الخ منہ   |
| ۱۶۴  | ۱۷  | (معنی استقبال کو) مولوی معنوی <sup>شعر</sup> کہ چہ خواہم نور و مستقبل عجب نہ لوت فردا از کجا سازم طلب  |
| ۱۶۷  | ۱۲  | (مضموم المقابل) حافظ <sup>شعر</sup> چنان زندگانی کن اندر جہاں نہ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد   |
| ۱۷۲  | ۱۲  | شود مست و صدمت ز جام است نہ ہر آنکو چہ حافظ سے صاف خود نہ  |
| ۱۷۳  | ۱۶  | (بستن بند الخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب <sup>شعر</sup> زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد نہ  |
| ۱۷۴  | ۱۲  | در نیکر ز عشہ غیرت شکر نہبت نہ ولے شود رزق ہمارا استخوان من زبیتابی نہ عجب دادم و گرد را استخوان منقر ہما بندہ   |
| ۱۷۵  | ۱۲  | (با نچوان از اعراضیہ) نظامی <sup>شعر</sup> بے طبعیم از ہمہ سازندہ نہ جز تو نذریم نوازندہ   |
| ۱۷۶  | ۱۲  | (سیطرہ لفظ گشت) لفظ بگردن بھی کلمات استشنا سے ہے مگر اسکے مدخل یعنی مستثنیٰ پر اس کے صلہ میں   |
| ۱۷۷  | ۱۶  | کلمہ از ضرور ہوتا ہے۔ حافظ و مخمس خود فرماید من از تو بجز وفا بخیم نہ بگردن زگل و دفا بنویم  |
| ۱۷۸  | ۱۶  | (حرف شرط میں سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تنابھی آیا ہے۔ حزین فرماتے ہیں <sup>شعر</sup> گران جان تر   |
| ۱۷۹  | ۱۶  | ز شبیم نیست جسم ناتوان من نہ اگر می بود با من روے گرمی آفتابش را نہ لے کاش می بود جیسے کلام عرب میں  |
| ۱۸۰  | ۱۶  | کلمہ لو جو مراد اگر ہے بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر یہ کہ یہ یوہ احدہم کو یومعہم الف سستہ میں فاضی   |
| ۱۸۱  | ۱۶  | بیضادی <sup>شعر</sup> فرماتے ہیں و کو بمعنی لیت اور علامہ زنجشیری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں حکایۃ کو داد تھم   |
| ۱۸۲  | ۱۶  | ولو فی معنی تمہنے و کان القیاس لو اعظم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب منہ  |
| ۱۸۳  | ۵   | (بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو بے مخفی سے بدل کر بلکہ کہنا لوطیون اور مقامرون کی مطلق ہے   |
| ۱۸۴  | ۵   | میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے گندہ از بندہ و زنجشیدین عصیان از تست نہ بلہ ستار کہ ستاری  |
| ۱۸۵  | ۵   | رندان از تست نہ لے آئے اسی سنار پردہ پوشی مانگہ گاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)   |



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حسب ابي طيغ فيصير علمه وفتون رضى الله عنه شيوخ متولي حقايق محمد عبد الله صلى الله عليه وسلم

مَجْمَعُ تَبَاوُلَةِ مَطْبُوعِ



بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
 ستون را چو شد لطف او پستان<sup>۱۱</sup>  
 کس را بختش نماندست جاے  
 کہ با وصف قدرت نیارد دگر  
 سخنهای من کاندین داوریت  
 بعزم نکو خواه دل کرده سخت  
 بانصاف بین هر چه من گفتم  
 بیا وردم از کاوش مغزگاه  
 همه سر بر گوهر ناما بسود<sup>۱۲</sup>  
 بستم درین نام<sup>۱۳</sup> آئین نگار  
 چو کردم همه راز از سینه باز  
 به آهنگ معنی زدم ساز را  
 بود راز سر بسته را باز جاے  
 چه مایه قلم نکست لغز زانو  
 نباید که دوزی بشهرت نگاه  
 زبانت ز سپاره کوتاه کن  
 هر آن مدعا کو غریب<sup>۱۴</sup> افتاد  
 بهر دعوی اش حجت نیکجستم  
 به تفصیل محمل شد مشتغل



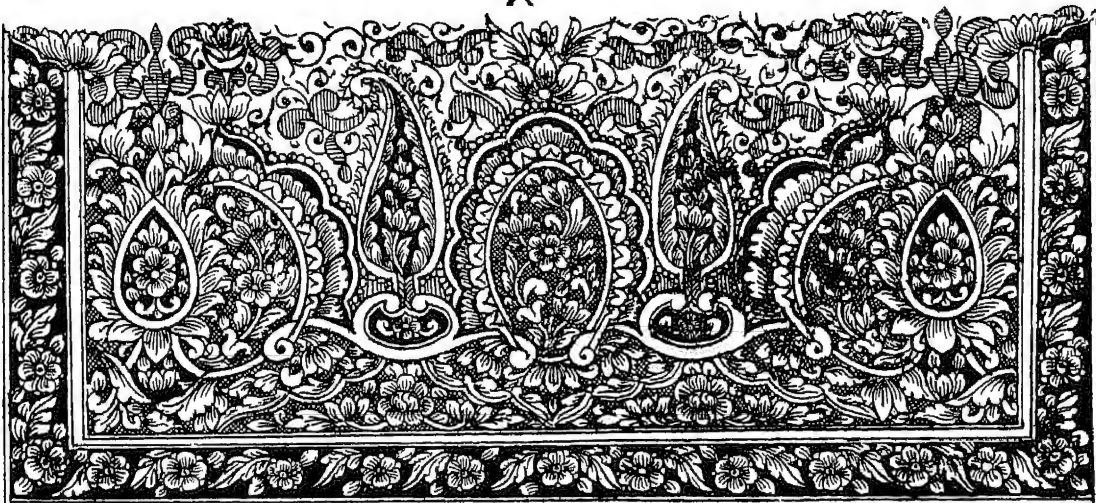












بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَرَانَا الْحَقَّ حَقًّا وَرَزَقَنَا الْيَقِيْنَ ۝ وَاَرَانَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَرَزَقَنَا  
اَلْجَنَّةَ نَابَةً ۝ جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ ۝ وَخَاتَمِ  
الْاَنْبِيَاءِ ۝ وَعَلٰى اٰلِهِ سُرِّحَ السَّبِيْلِ ۝ وَاعْلَامِ الْهُدٰى ۝

بعد حکمی آئیم سر ہرزہ لائے بیہودہ گوئے یافتہ سرے در گرامی خدمت والا ہر اور ازمن برین  
مہربان تر دوست وفا پیشہ آشنا پرور راستی اندیشہ داو گسترہ سخن سخن دانش گراے فروہیدہ  
فرہنج صائب رائے نطقش سیراب کن کوثر آبروئے سلبیل لفظش فصاحت را ہادی بلاغت را  
وہیل منشی محمد عید اللہ الحین الخلیل سلمہ اللہ الخلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ بجز تسلیم خم  
کردن آدابے ماندہ غیر از دست بستہ از ہیبت نفس گستہ خموش بمعرض ضاعت ایستادن بر زبان  
القابے نرائند

دلسوزہ  
نگار شریعت  
دیگران ہونہ  
دکان عیال  
نہادہ  
چتر سوزا  
سند سوزا  
زاکہ سوزہ  
غفلت سوزہ  
چون مجسمہ

سر موئے زان بگذری زحمت است  
کہ صد جان پہرود اندر کنار  
بسوئے خلیل آن بدل مہربان  
برائے و بفرہنگ ازو فرہی  
بہ اختر نجمتہ بہ نخت ارجند  
بغیر و ہنر یادگار مہبان  
ابا جلم او کوہ یک پڑ گاہ

سلامے کہ سرتا سرش رحمت است  
سلامے کہ شیرین تر از لعل یار  
ز حکمی آنجیدہ دل خستہ جان  
ز ہر داد و دانش و را آگہی  
نزدادش بلند و بہت بلند  
برائے آفتاب و بعزم آسمان  
نکوراے و دل سوزہ نیک خواہ



سرش از تواضع برانداخته  
خوش و ہشیوار و پالوده مغز  
بہ ہر علم و دانش و رادستگاہ  
سخنہاں یکسر فروزان گہر  
من اے دوست از ہجرت دیر یاز  
نو شتم یکے نامہ چون روئے آب  
برنگ و بہو ہا پھور وے نگار  
نگہ بر رو پا سخت و دشمن  
نیاوردہ یادم از دیر یاز  
نخسید مہرت ازین سوز شمع  
در بچ است بر من ترا یک نظر  
و اعنم بضبط غمت سوختہ  
و خانے ازان آتش این موئے سر  
باہ فلک دوز آفتادگان  
بکوتاہ دستی طول اہل  
بلب بستگان شکایت فروش  
کہ بگزشت آن بود نہیہا کہ بود  
پس اکنون مرا آمدست این نیاز  
شب ہجر را روز آرم شتاب

ز نرمی بہر سختی ساختہ  
بہر باب دارد و دوسد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و دژم با غسان دراز  
ہم از آب روے و ہم از بیج و تاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ دلم سو ختم  
ہد ارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شمع  
سز کن نہاشی تو بیداگر  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
ہداغے کہ صد دوزخش در بخل  
گہوش نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کاستم مہر نہ کین فرود  
کہ کو تہ کنم رنجہاے دراز  
ہد ارم روے تو چون آفتاب

مستور نامہ فارسی  
بہر باب دارد و دوسد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و دژم با غسان دراز  
ہم از آب روے و ہم از بیج و تاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ دلم سو ختم  
ہد ارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شمع  
سز کن نہاشی تو بیداگر  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
ہداغے کہ صد دوزخش در بخل  
گہوش نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کاستم مہر نہ کین فرود  
کہ کو تہ کنم رنجہاے دراز  
ہد ارم روے تو چون آفتاب

و اغم برخستگیاہے روزگار کہ بدہرہ دہرا بخیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین  
نے التفات یہا دشت و در پس کہ زمانہ غیبت عالم خوف و ہیبت ست پاے تغافل بر سر خیال گزاشت  
نے نے اگر پاے گزاشتی پاے اورا با سرامبتے مے بود کہ بآن نسبت اثر را علاقہ مے نمود آدخ بر گران جانی  
خود کہ با این گرمی سرد مہر بہاے یاران نمیریم۔ در بچ بر سخت روی خویش کہ بدین دست غلط انداز بہاے







بوسیلاً اس قانون کے اپنے مضمون کو اُس زبان میں درستی سے ادا کر سکتا ہے مثلاً اہل دکن لغت اُردو بولتے ہیں لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے میں حیران رہ جاتے ہیں کہیں فاعل لازم پر علامت فاعلی نے کو دہرنے ہیں کہیں فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہیں وہ اگر اس قاعدہ کو جان لیں کہ فعل متعدی صیغہ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی نے کو لایا کرتے ہیں اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کا تہ یعنی فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اس واسطے اُس فعل کو تانیث و تذکیر میں تابع مفعول کے کر دیتے ہیں جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل ہوگا اسکو بھی عمل سے روک دیا گیا کس واسطے کہ یہ بھی حروف کا تہ سے ہے پس اس وقت فعل کسی کے تابع نہ رہیگا یعنی وہ فعل نہ مذکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہیگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پنا در اصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زستی میں آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہہ کر فرد کامل مراد لیتے ہیں اُسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھ کر ذکر فرد کامل سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اسی وقت تک کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہ ہو ورنہ وہ فعل اُس دوسرے مفعول کے تابع ہو جاتا ہے جیسے زید نے عمر کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے بولنا پکارنا بمعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا مارنا سوچنا وغیرہ یعنی میں نے لایا اُس نے چٹا نہیں کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعل و نپر کا تہ نہیں لاتے اور ان میں بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پاک ہوں ان میں مختص ہیں جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر بولا شک کا اک سپاہی ۛ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ۛ ولہ بولی وہ حسین کہ میں پر ہی ہوں ۛ اس دیو کے بس میں آگئی ہوں ۛ میر حسن دہلوی شعر پکارا وہ جس تس کو فریاد کر ۛ نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدھر ۛ نسیم لکھنوی شعر آیا کوئی لے کے نسخہ نور ۛ لایا کوئی جا کے سرمہ طور ولہ خورشید سا آفتاب لائے ۛ منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے ۛ بعضوں کے نزدیک لانا مرکب مزجی لے آئینکا ہے۔ نسیم لکھنوی شعر دوسرا ضرب ملے خوش آہنگ ۛ دور از ادب کھلے بصد ننگ ۛ اسیر شعر وادی عشق ہے یہ عصہ شطرنج نہیں ۛ نقد جان مار گیا چال جو انسان بھولا ۛ نسیم شعر اک بلی جو جھپٹی چو ہے کو بھانپ ۛ نیوے نے بھگا دیا دکھا سانپ ۛ ولہ بولی ہزار عجز و زاری ۛ تم جیتے میان میں تھے ہاری ۛ ولہ دن چاکے

تمہیلا اردو معنی دار مفرد و مرکب افعال کے استعمال کا بیان

ایک چکانا بھنے  
فغان کرنا اور ہم  
جیسے کہ رونا اور ہنستا  
لیکن تعبیر این مثنوی  
بہ صورت متعدی واقع  
ہے پس ہیجرت متعدی  
کے خارج ہے اور نہ

چند ماضی معلوم  
ہیں ماضی متناہی و  
تو تائی و غیرہ سے نکال دے  
ہیں لایا جائیگا ۱۱۔



وہ سوچی اسکو بے لاگ : لے چلیے تو راجہ لائے گا راگ : غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔  
 اور فعل مرکب میں خواہی ترکیب اسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر  
 اس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہیں تو ان مرکبات کی ماضیوں  
 پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہیں اور قبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ متعدی ہوں  
 خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی میں جسکے دونوں فعل لازم ہوں جیسے زید آچکا کو ارگیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونوں  
 متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا سو من خان کا شعر ہے : شعر چین نے مضطرب کیا مجھکو : تیرے  
 ملنے نے کھو دیا مجھکو : یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بی نے کبوتر آدیا یا زید نے رو دیا موں بات  
 کہنے میں رو دیا میں نے : جو جواب آیا سو دیا میں نے : یا اسکا عکس جیسے زید نے آرا اور حکم را میں  
 مقننین لانا بھی اسی اصل میں درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اٹھا لگیا عمرو لجا  
 چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم  
 میں فرق نہیں آتا جیسے ہنس دیا اور رو لیا میں یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی از سر نو پیدا ہوا میں  
 جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رو یا کیا میں میر حسن دہلوی کا شعر ہے  
 شعر بجاتی رہی میں وہ صبح تک : یہ رو یا کیا سامنے بید مڑک و لہ لہل کھول کر دونوں آپس میں مل  
 وہ رو یا کیے دیر تک متصل : نسیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سنائی : سوچی سمجھی رضا خدا کی : اگر افعال  
 لازمہ و متعدیہ خواہی انپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیے جائیں کا فاعل علی کا الحاق  
 انپر واجب ہوگا جیسے زید نے رو لایا ہنسا یا عمرو نے اٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چٹھایا عمرو نے بلوایا  
 لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوچنا جو تعدیہ سوچنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجر آرا کے لائی :  
 حسن آرا کو وہ کل نہجائی : اسکے مقابلہ میں بعض افعال لازمہ پر کا فاعل علی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور  
 کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دو گانہ جانکے بچے نے موتا محمد نمازی پر : میانی تر ہوئی ساری پڑا  
 آدھا بدن دھونا : بعض افعال لازم و متعدی دونوں طرح متعل ہیں پس کا فاعل علی بحسب موقع لایا جاتا ہے  
 جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم شعر وہ چوٹ پہ تھی یہ میل سمجھی : بازی چوسکی کھیل سمجھی :  
 آتش شعر بسکہ تھی اس سے عیان سینہ عارف کی صفا : چہرہ یار کو میں نے دل روشن سمجھا : ظفر علیہ الرحمۃ  
 شعر خط میں جب اپنے تحریر سراسر لپٹی : میں نے جانا مری تقدیر سراسر لپٹی : اسیطرح میرادل بدلا  
 متعدی لازم

اردو میں بعض افعال لازم و متعدی متعین ہیں اشتراک

مین نے پوشاک بدلی۔ میرا گلہ پڑا یعنی آواز بیٹھ گئی۔ مین نے ہاتھ پکڑا <sup>مستعدی</sup> وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَآئِئَہٗ اَعْلَمُ بِاَصْنٰوِہٖ  
اب میری تمنا ہے کہ اس استقراء کو یہاں موقوف رکھوں اور اُس قاعدہ یا فائدہ کو درج کر کے جو اسی بارہ میں قبل از  
ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستور نامہ کو درج جو اہر فیض بناؤں اور اس اجمال  
جملہ جمال و ایجاز ہمنہ ناز و اعجاز کو بلفظہ سلک تحریر میں منسلک کروں اور محکو چونکہ طبائع وقت پسند و سہل جوے  
سہر و کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد میں ضرور ہے۔

### وہو ہذا

”یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب میں نہیں ہے بلکہ مادہ فعل کہیے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے  
بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدیا۔ آ یہاں اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعد و یا نام مقصود  
ہے پس ہنس دیا رو کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہیں تعقیب کا کیا ذکر محض  
ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑا کر معانی مختلفہ حاصل کیے مین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ  
کو مختلف ابواب مین لیا کر مختلف معانی حاصل کرتے ہین“ انتہی جانتا چاہیے کہ یہ قاعدہ یعنی  
استعمال علامت فاعل بر تقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب مطلق فعل مرکب مین نہیں بلکہ مادہ فعل  
کہیے یا اصل فعل جسکو ہم دو سے عنوان مین حاصل مصدر بیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہین  
اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادہ فعل کے ساتھ وہ فعل  
اخیر متعدی ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس ترکیب سے عطف بواسطہ عطف  
(جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑ کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہ ہو بلکہ عطف تعقیبی ہو  
کیا معنی کہ مقصود و امر افعال مرکبہ مین ترتیب ذکر سی ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے  
قصد مین مؤخر ہو جیسے آدیا یا مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اس واسطے کہ لفظ  
آیہاں یعنی اس ترکیب مین اصل فعل ہے جو زری امر مین صورت پذیر ہوا ہے نہ عین صیغہ  
امر اور مقصود اول آنا جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آدیا ہے اور بعد مفاد جزو ثانی یعنی  
و یا نام مقصود متکلم ہے کس واسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا پس اور باقی  
افعال مرکبہ جیسے ہنس دیا رو کیا مین کوئی فعل ماضی اصل یا مادہ فعل سے  
مرکب نہیں ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقیق

قاعدہ استعمال افعال ہند یہ کا ایک نکتہ و سنگ الوکے طرز پر

فروع کا بدون متفرقات کے صورت پذیر ہونہیں سکتا کس واسطے کہ یہاں ہنسنے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے میں تعدد مقصود ہی نہیں اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہیں پس ان مواد خاص میں تعقیب کا کیا ذکر کس واسطے کہ محض ہنسنے اور رونے میں جو مفاد جزئیں اولین افعال مرکبہ مثالیہ لفظ دیا ہند یا میں اور لیا رو لیا میں وغیرہ یعنی کیا رو یا کی میں پڑھا کر معانی ہر فعل مرکب کے باعتبار اس کے مجرور اور مزید ہونے کے مختلفہ حاصل کیے ہیں جیسے عربی کے علم صرف میں مبین ہو گیا ہے کہ ایک ہی مادہ مثلاً ک ر م کو مختلف ابواب افعال تفعیل و تفعیل وغیرہ میں لیا کر مختلف معانی جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہیں مثلاً لازم و تعدیہ و تکلف وغیرہ حاصل کرتے ہیں ان ترکیب قسم ثانی کا بھی در باب تغیر لفظ و معنی وہی حال ہے جس طرح مواد عربیہ میں تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے ویسے ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض خواہ ہیں کہ میں نے کلام میں فصاحت اردو کے بڑا تفصیل کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام میں لایا اس عرق ریزی میں محض خیر خواہی و آگاہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علی الخصوص باعث قوی اس امر کا اپنے مہربانی کے برادر معظم مغفور کی فرمان واجب الاداعان کا امتثال ہے۔

روایت  
میں سے  
وفاق  
صائب  
شعر  
سے از  
روایت  
کہ میں  
نہیں  
میں  
باز  
بہتر  
چنگ

زگر و یتیمی رحمہ پاک کرد  
زہر آرزو ساختم بے نیاز  
چنان کہ کسے در جہان کس ندید  
دل چاکم از رشتہ مہر و دخت  
روانم زہر درد و غم کرد پاک  
سرے پرزدانش دلے پرزدین  
سپاسش فراوان نہانم یکیت  
وراز ہر دمان صد زبان آورم  
ندانم حد شک او ہچنان  
کہ یا بدہشت برین باز جاے  
کہ باشد خنک در تب و تاب حشر

گرامی برادر کہ آن را در مرد  
رماند او مرا از غمان دراز  
ز بے چارگیہا مرا و اخذ  
بچیداشک از چشم من دل بسوخت  
برافشاںد گرد و زرخ کند خاک  
بدادش خداے جہان آستین  
بشکرش زبان مرا دوشے نیست  
بہر سوے گرد و دمان آورم  
گراں ہر زبان آورم صد بیان  
ہمان بہ کہ خواہم بصدق از خدا  
دعا و آبرویش خداوند نشر

چونکہ یہ میری زبان نہیں اور نیز اپنی ناستعدی کی وجہ سے خطائے قیاسی و غلطی استقراء کا قوی احتمال ہے میری خطائیں و اہن عفونین چھپائیں **نظم**

|                           |                             |
|---------------------------|-----------------------------|
| چون سنم اندر قلب کان خویش | معترف عجز بنقصان خویش       |
| ہست امیدم کہ سخن پروران   | چون نگرند از رہ بینش دران   |
| عیب یکے نیست کہ جویند باز | چون ہمہ عیب ست چہ گویند باز |
| خسروہ نگیرند بزرگی کنند   | دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند |

غرض کہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام میں غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جب کوئی نئے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ مسطر سے کس قدر بلندی اور کس قدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائیں اسطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہیں بلکہ وہ ان باتوں کو جانتے بھی نہیں ان جب وہ بولتے ہیں اپنی زبان کو نیز ان قانون پر تولتے ہیں بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہیں کے کلام میں یعنی قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیے تا اُس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لے گا کہ بعض مہندیوں نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم و فنون کے عالم و ماہر ہی کیون نہوں اہل فارس جیسے شیواسے طوس فردوسی اور الفصح الفصحی سعدی علیہ الرحمۃ اور سند اللہ آخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہیں اور انہیں اصلاح بھی دی ہے بڑی واسیات ہے ان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجائش ہو تاہم ایسوں سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور اَدَبِ بقیثین لغت میں نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہیں تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت لینے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیے کہ پہلے اسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب و خطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی میں بہت کم خطا کملے تو بہام خدا چند فارسی قواعد اردو عبارت میں بحسب فرمان

اہل سانس کی زبان پر غم کا اعتراض بجا ہے

علم ادب کی تعریف

واجب الاذعان معرض عرض میں لاتا ہوں گوپہیری زبان نہیں اگر کوئی بات خلاف محاورہ اُردو رقم پا  
معتمد ہوں بان طریق اداسے اصل مطلب میں ٹھوکرین کھانا البتہ قابلِ عذر نہیں پھر کیا کیجئے اس نامستدی  
اور جہالت کا بڑا ہونہیں معلوم کہان کہان ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللہمَّ اسْتُرْنَا  
بِسِتْرِكَ الْجَبِيلِ خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصولِ دولتِ قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط  
میں زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا دستور نامہ فارسی اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا  
اور سخن شگرت اسکا سال ہے۔ رب حلیل سے التجائے خیر آں ہے۔ و بس

وجہ تسمیہ کتاب دستور نامہ فارسی

|  |  |
|--|--|
| بار خدا یا من خاسل براز<br>گر چہ کہ امروز جمال من ست<br>چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز<br>عیب شناسان بکین من اند<br>تو بکرم عیب من عیب کوش<br>سرمہ انصاف بہ ہر چشم ساسے<br>داغ قبولی بکش اندر سرش | این ورق سادہ کہ بستم طراز<br>عاقبتہ الامر وبال من ست<br>ہم تو کنی در دل غلتے عزیز<br>نئے ہتران جملہ بکین من اند<br>دنظر عیب شناسان ہوش<br>بکین من آنگاہ برایشان ناسے<br>تا نکند باد خزان ابترش |
|--|--|

### تہنید

یہ بات ظاہر ہے کہ اسد جل جلالہ و عم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے  
اوپر اٹھایا ہے باوجود اسکے اسکو مدنی بطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جا ندارونکے اُس میں تکلفات  
بھی زیادہ آگے مثلاً غوش و پوشش میں دیکھیے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہیں کیسی کیسی نادار چیزیں  
اختراع پاتی ہیں جان بچانے کے لئے کسی ایک خاص غلہ کا اسی طرح پھانک لینا یا بال کرکھالینا کافی  
نتھاجو اسطر حکے پلاؤ متنبھن قورے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفعِ حر و برد کے لئے کسی ایک خاص  
کپڑا اور کھانا لینا اور باندھ لینا بس نتھاجو اسطر حکے مٹھڑ زلمبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان  
تکلفات کے چند و چند حاجتیں پڑ گئیں بہ نسبت اور جا ندارونکے غرضیں بڑھ گئیں تو باقتضائے تمدن اپنے  
نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا و بال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایک دوسرے  
کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُسکے

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان



اخذ کی ضرورت سر پر اکٹھی ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز ڈھونڈنی چاہیے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پر کھل جائے۔ پس اصطلاح میں کسی کے اسطر چہرہ ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شے کا علم ہو جاوے دلالت کہتے ہیں اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے وال اور جس کا علم ہوا ہے اُسکو مدلول کہتے ہیں اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہو گئے یا سواے لفظ کے کوئی اور شے۔ ہر ایک ان میں سے کئی طرح ہے ایک تو یہ کہ وال اور مدلول میں کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے وال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھوں سے غائب ہو کر کچھ بول رہا ہو مجھداستماع ہماری عقل اس بات پر رہنما بن جائیگی کہ یہاں وجود کسی بوٹے والے کا ضرور ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بننا عقل سے دور ہے اس طرح کی دلالت کا عقلمیہ نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضح کی جانب سے وال اور مدلول میں کوئی علاقہ وضع کار کھدیا جائے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضح نے زندہ گویا کو مقابل میں مردہ کے اور لفظ زندہ کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کر دیا ہے اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر — نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیروں کا موازی ہونا = مساوات پر اگر ایسا نہ ہو بلکہ دونوں کے سرے کسی ایک جانب مل ٹپریں < > کمی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائے پیدا ہو جائیں جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اس طرح کا تقاطع ہو تو قائمہ پیدا کریں جیسے یہ X ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ ب تقسیم پر اور ان دو نقطوں میں سے خط کو اٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفوں کے جو ایک صوت مخرج خاص پر دلالت کرتے ہیں۔ اور عقود مثلاً سب اب کے سر کو ابہام کی جڑ میں پہونچا دین تو یہ عقد نو پر دلالت کرتا ہے اور سر خضر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجاوے دو کے لئے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دبا لیجاوے تین کے لئے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نو کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کریں بالکل بندھی ہوئی مٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نلے فیضی کی جانب

دوال اربع کی دلالت

خطوط کا بیان

عقود کا بیان

کتاب یہ کرتے ہیں جیسے اسکے مقابل میں کشادہ دست کو فیض و سخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو میں کہا ہے شعر کشف شاہ محمود عالی تبار \* نہ اندر نہ آمد سیر اندر چہار پہ اور نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر پھینا ویسا رکھ کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا پٹیوں کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رگزر کو بتلار ہے پر رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہوں میں میلون کا گار دینا ایک خاص مسافت مکانی کو بتلار ہے اس طرح گھڑیوں میں سوئی ایک خاص مسافت زمانیکو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کسیکو بلانے کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی جانب موڑیں انکار کے لئے دائیں بائیں ہلا دیں اور ایک کے لئے ایک انگلی دو کے لئے دو انگلیاں چار کے لئے اگلوٹھے کو دبا کر چاروں انگلیاں کھڑ کر دیں یہ سب اشارات ہیں لیکن عقد اور اشارہ میں اتنا فرق ہے کہ اشارات میں اشار الیہ کے ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقود میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اسی قبیل سے ہر ملک کے دخول و خروج پر توپوں کا چلنا تقارون کی چوٹ سے سپر کا ڈھلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اُسکے دال کا احداث ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے اَحْج کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اونٹ اونٹ کرنا کھڑ کو لٹا کہتے ہیں اُسکے مد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے سرخ ہو جانا چہرہ اور دید و نکا غضب پر اور آنکھوں کا نیچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب تنے دلالتوں کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا رآمد نہونا معلوم کر لیا ہوگا کسواسطے کہ اخذ مانے الضمیر و فہم مطلوب کے لئے انضباط ضرور ہے اور یہاں عقول اور طبائع کے اختلاف کی جہت سے انضباط کو سون دوسے تو ضرور وضعی اس میں بھی لفظی کو اختیار کرنا مختار ہوگا اسواسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع میں ہزاروں تکلفات کا سامنا ہوگا۔ بعض وقت کوئی بات بن نہ آئیگی جیسی صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اشارات ہی کیوں نہوں کم از کم ان میں اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جبکو اشارہ کر رہے ہیں وہ اُس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بنیائی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اُسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا میں نقد عمر کے گرہ وجود میں باندھ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لئے ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو ان میں ایسی ایسی باتوں کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو ان میں غیر لفظیہ دلالتوں سے

کام چلتا نظر نہیں آتا غرض لفظی و ضعی سے ایفائے مطلب بخوبی ہو سکتا ہے اور ون میں ایسا ہو نہیں سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتوں میں پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کر نیکے حاجتوں کا پورا ہونا معلوم مثلاً ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکہ سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھپانی نہیں سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اسکو کپڑوں کی تلاش ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس کپڑا اسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مانے الضمیر کو ظاہر کرے گا آپس میں روپیہ اور جنس کی مبادلت ہو جاوے گی اور وہ پھر کپڑے دے سے یا کپڑے والا اس سے اپنی اپنی حاجتیں ظاہر کر کے کام پورا کر لیں گے شعر

|                               |                           |
|-------------------------------|---------------------------|
| زانکہ جملہ کسب ناید از یکے    | ہم درو گویم سقا ہم حایکے  |
| چون با ن بازی ست عالم بر قرار | ہر کسے کارے گزید ز انفتار |

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتوں کی کڑی زنجیر میں پابجولان ہے حکیم علی الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنی حکیمے سخن بر زبان آفرین جلالت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس ہو کو جو بوسیلہ باذن شش کے دار السلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے نہ دیا۔ اس ادنیٰ سی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ میں ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ وضع کر چکے گئے اگر کوئی پر تو علم خداوندی سے نفس ناطقہ پر پڑیگا بامادی دل اسکا قدم جانب برزخستان خیال جو بین بین مجرور و مادی کے ہے بڑھیگا تا اپنے تجرد کے پاؤں میں تقیّد کی خفاں ڈالے اور پھر بوسیلہ رکابہاے لب و زبان ادبہم صدام ہو ا پر سوار ہو کر مستحکم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہنچتا تھا دروازہ گوش سے گزرتا سامع کے انہیں منازل میں ارتطاط و تعلق و زنجیر تقیّد سے پاکشا ہو کر پھر شہرستان دل میں جاگزین ہو جاتا ہے مصرعہ سخن کز دل آید بود و لپزیر ۴ اور انہیں ہونٹوں کا آپس میں اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا خارج نام ہے ٹکڑ کھانا جسکو قلع کہتے ہیں یا انکا اکھڑنا جسکو قلع کہتے ہیں ہو امین تموج پیدا کرتا ہے جس سے اس میں ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف میں آواز کہتے ہیں زیری بھی ہچاک غنگلی اسی آواز مطلق کے حواض سے ہیں اور اسی تموج ہو کی خارج پر ٹکڑ کھانے سے اجزائی ہوئی کی قطع ہوئی

اور جب انہیں اجزائے ہوائی پر پہچانک غمگنی زیر سی ہی عارض ہوئی تو اس عارض مع عروض کا حرف نام ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہیں حروف کو بعض علماء تو ہل یعنی موضوعہ فقط عرض ترکیب کلمات کے لئے بتلاتے ہیں اور بعض دور اندیشوں کے نزدیک باسنی کہلاتے ہیں۔ یہی رائے مختار اہل تحقیق ہے خصوصاً یہ بات زبان عربی میں بخوبی متحقق ہے کہ واسطے کہ جب الفاظ غیر چند حروف میں باہم اشتراک رکھتے ہیں اور کسی حرف میں اختلاف تو ان کے معانی میں بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قسم قسم قسم قسم قلم ملاحظہ فرمائیے تو ان سب میں شکستگی و دبیدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم ان کے معانی میں اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جذبے کے مخصوصہ معنوں پر دلالت کرتا ہے قسم بالفتح والفاء والثاء مثلثہ مال سے ایک حصہ الگ کر کے دینا اور قسم بالین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قسم بالشین البجہ کھانا اور کھجور کے پتوں کو درازی میں پھاڑنا اور قلم باللام ناخن تراشنا عرض ان الفاظ میں جیسا اشتراک قاف اور میم میں تھا ویسا ہی اشتراک ان کے مضمون خاص میں ہے اور جیسا اختلاف ان کے حین کلمہ میں ہے ویسا ہی اختلاف ان کے معانی جزئیہ میں ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنوں میں سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قسم مہملہ اجین و قسم معجمۃ اجین جیسے نرمی صاد مہملہ میں اور سختی ضاد مہملہ میں ہے ویسی ہی نرمی اور سختی ان کے معانی میں ہے یعنی قسم اس طرح کے ٹوڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک متصل واحد منفصل ہو جائے اور قسم بعض دانتوں سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہیں کہ جس سے ریزہ ریزہ بن جائے اگر اس سے بھی زیادہ سختی معنوں میں پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خا و مجہ سے بدل دیتے ہیں جیسے خضم یہ کل دانتوں سے چبانا ہوتا ہے الخضم الاکل یجمع الفم والقضم دون ذلک کما فی الصراح۔ اب معلوم ہو گیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی میں دخل ہے بلکہ حرکات و سکنات کو بھی جیسے حیوان کی توانی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع میں ترتیب غلاج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمائیے اول تو یا حرف شفتی پھر لام وسطی پھر حین حلقی اور نکلنا بھی اسی ترتیب و تدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیئت ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی میں بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بنا پر ہی راعنا کے قول پر آئی کیا معنی کہ راعنا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیئت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گو یادیون کہا کہ تو رعایت ہماری کر



ہم تیری رعایت کریں گے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل (لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ لِمِثْلِهِ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا) بجا ٹھہری اسی واسطے اُنظَرْنَا جو بالماوہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جائے تو ان مناسبات صوری کو جو انہی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کیونکہ لحاظ نگاہ بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عراسہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید **الکتاب لا مریب فیہ** کو دیکھئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغور ملاحظہ کیجئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے انکے کئی معنی بیان کیے ہیں لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص میں یہ معنی آئے ہیں کہ الف سے ذات بحت جل و علی شانہ اور لام سے اسکی صفات اور سیم سے ذات معجز آیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی مجملہ بیان کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں اگر پسند خاطر شریف ہو رہے نصیب ورنہ جہل و نادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے۔

اوتے فکر سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہیں مثلاً الف بطرح یہ منارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوزیرون کی قوت میں سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہیں اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دوزبر و نکی قوت میں ہونا اچھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کی طرح او پچائی میں سوائے اسکے اور بہت سے خواص میں دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہیں اپنے مقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند الت ترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہیں رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منفرد ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہیں کہ یہ حرف حدوث تبادل و تداول حرکات سے منفرد ہے اسی طرح ہر حرف میں خواص الگ الگ موجود ہیں لیکن انہر ہمارے واقفیت کوئی ضروری نہیں اور واضح صورت و حروف حکیم مطلق حل و علا شانہ ہے تو انکی خاصیتوں کو جاننے تو جھٹے کیونکہ اجمال متناسب کرنا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کر دی پس یہاں دعا البتہ بین البتوت ہو گا کہ الف کی اولیت اور علو اور نے نکلنگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اسکی یہ ا۔

صفا اور ناعلاقہ وار شکل جس میں خم و پیچ کا نام نہیں اس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے میں کھلی کھلی  
مناسبت رکھتی ہے کس واسطے کہ درجہ ذات میں وہ وراء الورا، صفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب دہان نہیں  
پہنچتا کسی ستیفیض کا دست تعلق اس پر نہیں ٹھہرا شہر بشارت اور اسے جلالت نیافت بہ بصرت ہا ہے  
جلالت نیافت بہ جب اشرف المخلوقات بشر اسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہنچنے  
نپایا اور اسرع وافقہ الاشیا بصیر کو اسکی سرحد جمال پر پہنچنا میسر نہ آیا اور دن کی کیا ہستی بس اب  
استفاضہ اس وجود باوجود سے بوجہ اس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی ارکان کے  
محال تھا اسبواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہیں بوجہ اپنی قدامت و ارکان و دونوں  
جانب کی رعایت سے واسطۃ فیض ہوئیں اور ہر طرح کا تعلق اور الجھاؤ عالم کا ان صفات کے ساتھ  
ہے جس سے رب رازق خالق غفور کریم وغیرہ اسکو کہتے ہیں تو دیکھئے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ  
شکل لام۔ ل۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کس واسطے کہ لام الف کے تنزل سے  
حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی  
ظاہر ہو گئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسموں کی محبت قلبی  
جو لام میں الف اور الف میں لام پڑا ہوا ہے سوال دونوں باتوں سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت  
کہ صفات نہ عین ہیں نہ غیر کیسا منصفہ کمال پر جلوہ پار ہا ہے اور جیسے اس ذات پاک جل شانہ سے  
بغیر واسطہ صفات کے کیا فیضیاب ہونا نامکن تھا اسبطرغ بغیر وسیلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
صفات سے تعلق پکڑ کر اپنے آپ ستیفیض ہو جانا باقتضاے کو لا ک لما خلقت الافلاک محال تھا  
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپ کے کون  
پہنچتا کس واسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسبواسطے آپ کے  
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمہ فیوض ہے تو دیکھئے شکل میم۔ ہ۔  
میں ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہو  
اور یہ شیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز  
ذات منبع الکمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کا مقام نہیں سب اس سے نیچے ہیں یہ معنی  
خاتمیت کے ہیں بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر ہا اور اس کے سیمی یعنی ہر کا شکل ارہ

ہونا جسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی میم کے اول و آخر میم ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ جب سے آپکے چشمہ فیض سے عالم پر داناہ فیضان کا اول سے ہوتا ہے آخر تک پہنچا ہی ایسا عدم نسخ شریعت غزائے محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینوں حرف جیسے نے نقطہ ہیں نے نکتہ ہیں اور پھر لام کے ساتھ علاقہ پانے کے لئے یہ حلقہ ہر کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیہ لام الف کے فیض سے پُر ہے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا داناہ فیضان کا روان ہے غرض یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عز اسمہ وجل شانہ جو مبیا لگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید و فرقان حمید رب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارہ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھہ میں آتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ -

آہر یہاں یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ تدیم میں ان حرکات کی کوئی صورت معین نہ تھی چونکہ نفس کو ادائے سخن میں حرکات متنوعہ پیش آتے ہیں کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے ادائے حرکات ثلثہ کے لئے حروف کے اوپر نیچے آگے نقطے و ہر دئے زیر زیر پیش نام کر دئے لیکن نقطہ اصلی سے التباس کو منع کرنے کے لئے رنگ اس نقطہ محرکہ کا رنگ مکتوب سے مغائر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد عروضی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ مغائر مکتوب ایک عبث و وقت مہل کلفت ہے معہذا جیسی یہ حرکات میلان نفس بہات ثلثہ کے مشعر ہیں اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہیں تو اس مناسبت سے اسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی ویدی اور چونکہ پیش میں التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا بلحاظ ہیأت خارج جو اسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہیں جس وجہ سے ضمہ نام ہے اس خط نقطہ زاوے کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھ دیا اور سکون کے لئے چونکہ یہاں نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اسی التباس نقطہ اصلی دو وقت اہتمام رنگ صورت صفردیدی کو واسطے کہ یہ استاد خطی کا طرف اول ہے اور دوم استاد سلسلہ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ و صفریہ دونوں طرف کم مطلق کے ہیں لیکن روانی کتاب میں نصف صفر پر کفایت کراتے ہیں چنانچہ اس طرح ۱۰۰ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہو گیا کہ یہ کل حرکات و سکانات قسم اعراض سے ہیں جنکا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے کے امکان نہیں رکھتا یعنی ہم کسی کو حرکت و سکون میں سے بغیر مدد کسی حرف معروض کے ادا نہیں کر سکتے۔ اس طرح یہ امر بھی منکشف ہو گیا ہو گا کہ یہ حرکات باہم علاقہ تضایف رکھتے ہیں جنکا اجتماع ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممکن ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدی ایک حرف پر ایک حیثیت سے جمع نہیں ہو سکتے اور تشدید ایک ہیأت مرکبہ از حرکات و سکون کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری و ترکیب مخومی پاوین ضرور ان میں شدت و ثقل حاصل ہو گا۔ اسوجہ سے معروض التشدید کا مشہد و نام ہے الحاصل چونکہ مشہد و اصل ایک نوع کے دو حرفوں کے ادغام و ادخال صوری کا نام ہے و دونوں حرفوں کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی قبل ادغام یک نوع ہوں جیسے دَرَدُ بَرُو شَعَرِ بَرُو دقیقین پر دماے خیال نہماند سر ابرہہ الاجلال خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہوں جیسے بَرُو اور چونکہ ادخال اکثر ایک شے داخل فیہ ساکن میں شری داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ تشدید میں اجتماع حرکت و سکون حرف واحد پر نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع میں ابتدا بساکن لازم آئیگا جس کا استحالة علم صیغہ میں ثابت ہے اسی واسطے اسکو شکل سکون مابین الحریکتین کی دی گئی۔ یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند برائے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونوں طرفی حرکتیں حیثیت اطلاق میں تھیں کیا معنی کہ ان حرکتوں کی نہ تعیین فتحی ہو سکتی ہے نہ کسری نہ ضمی کو واسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفوں میں فلان حرکت ہو اور نیز اس مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلا مرجع اسکو فرد کامل اعنے فتح کے پیرایہ میں جلوہ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اسکے عنوان عالی سے مترشح ہے لہذا لیکن روانی تحریر میں حلقہ صفر کے دونوں کنارہ ہیں ویسا کہ ملا دیتے ہیں اور حرکت ثانیہ کو برقیال حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہیں جیسے لہا مثلاً لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر میں ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف زیرین صفر کی ترکیب سے جو شعر حرکت حرف اول و سکون ثانی ہے جیسے ر یا اسکا عکس یعنی



ایک نصف زیرین صفر جزمی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے در لیکن اتصال خط حرکتی و سکون کا دونوں صورتوں میں برائے اشعار ادغام معروض و وحدت ترکیبی عارض ہے خلاصہ صورت ثانیہ میں دامنہ بوجہ روانی قلم و اختتام نقش ہے۔

فارسی زبان میں  
حروف تہجیس ہیں

خیر حروف موضوع ہوں یا مہمل زبان فارسی میں تیئیس ہیں اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزادہ اسد اللہ خان غالب نے اپنے استاد ہر فرد سے درفش کاویانی میں نقل کیا ہے کہ سوا سٹے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور انکا فزاج غایت درجہ کا نزاکت پسند تھا تو اپنے پرانی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالیں گوارا نہیں فرماتے بلکہ قریب المخرج کو بھی زبان پر نہیں لاتے اسی واسطے سین سعنص کو جب لیا ہے ثامے مثلاً و صا د مہملہ کو چھوڑ دیا نئے درشت کو لیا طامے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ جٹاخذ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا مامے ہوز کو لیا تو حامے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زامے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضاد و ظامے معجمتیں کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زامے ہوز کس طرح لیتے ادا سے فزاج کی وقت پسندیان اہل عرب ہی کا حصہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سوائے الف کے اور کوئی شے نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے نام سے برفحوائے علمہ اذہم الاسماء کلہا ہر ایک شے موجود کے لئے ایک ایک اہم غنایت ہوا ہے تو ان حروف کے لئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع ہے کہ خواہی حروف ملفوظ ہوں یا منقوشہ انکا سرنام عین مسمیٰ ہوگا یعنی اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسمیٰ ملفوظی ہوگا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے اُسکے اسم منقوشی کا سر حرف عین مسمیٰ منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہیں اسماء حروف کی تدریج ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد میں جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے وہاں بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر ہے لیکن ان دو حرفی بار اسموں کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ میں آتے ہیں کیا معنی کہ یا تو وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ سے سائر بالفتح سے بمعنی ناف بریدن سے و سائر الصبی ناف برید کو دکرا کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے چنانچہ اُسکا تعلق جسم ولد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شے زائد بھی چنانچہ جسم ولد سے قطع کیا جاتا

معجمہ کا بیان

تسمیہ حروف تہجیس  
اسم

وجہ تسمیہ  
مسروری و مقلوبہ

پس حروف مسروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہیں انکے نزدیک یہ امر کچھ انہیں اسمائے حروف کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ انکے ہاں ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہو جایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر بملازمان سلطان کہ رساند این دعا را کہ بشکر بادشاہی ز نظر مران گداراہ عرفی کہتے ہیں شعر اسے برزودہ دامن بلارا کہ سرور پے خویش داد مارا کہ شعر اول میں دعا اور شعر ثانی میں بلا جکی اصل دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کر کے گدا اور ماکا قافیہ کر دئے گئے یا وہ ماخوذ ہے سرائے بفتح والتشدید والمد سے جو کھوکری شے کو عموماً کہتے ہیں اور کھوکری ہاں کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے مخدوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا جائیگا لیکن فارسی میں چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑھنے میں کچھ فرق نہیں کرتے دونوں تقدیر پر یہ اسمائے حروف ایک ہی طرح لکھے پڑتے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب مسرور جو مفعول ستر کیسٹ مسروراً کا ہے کیا معنی کہ ان اسموں کو جیسے الف کے ساتھ باتا تا حاکتے ہیں اسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے تے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونوں طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی نکلگئی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمائے حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ و علت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزہ اخیر استعمال نہیں کرتے و اللہ تعالیٰ شائد اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہیں چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہیں ورنہ از روئے لغت منہ کی پھونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہیں۔ پس اب جاننا چاہیے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ بھل۔ موضوع کی دو قسم ہیں مفرد اور مرکب۔

لفظ مطلق کی تفسیر  
نوع کی تفسیر

لفظ مرکب کی تفسیر

مفردہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیوا سے طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبیں نکل گئیں اس واسطے کہ انکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جیسے جیسے معنوں پر وال ہے ہاں یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے یا منطقیوں کا ایسی ترکیبوں کو مفرد کی

قسم میں درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنوں کے ساتھ متعلق ہے۔ اور نحو یون کا انہیں القاب مرکبہ کو مرکبات میں داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحو یون کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اس طرح نہ ہو جیسے ناظم شروان وغیرہ۔ اور اس لفظ مفرد بمعنی کو کلمہ کہتے ہیں اسکی تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

### بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے میں مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پاگل تو شرف استقلال کی جہت سے اعلیٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولایہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔

جامد ایک جا ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔ نکرہ ایک غیر معین شے کا نام ہے جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہیں ایک تو اسمائے اصوات جن سے جانوروں کو بلاوین ہاکنین اٹھاوین بٹھاوین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسمائے افعال کے معلوم ہوتے ہیں انکو نکرہ اور معرفہ کیا کیئے گا یا جن سے جانوروں کی آوازوں کی حکایت کریں یہ البتہ نکرہ ہیں جیسے کوئے کی آواز کو قاق کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے سماع سے نقل کیا جاتا ہے شعر یک بانگ کلاغ و نیم کبچہ نام بت من دران بگنجد اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی عمر خیام علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہی زد پہلو و برگنبد او شہان نہادندی رو دیدیم کہ برکت گرہ اش فاختہ پنہ شستہ ہی گفتے کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کریں جیسے ترنگا ترنگ و چقاچق کمان اور تیر اور شیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر زبیم چقاچق کہ آمد ز تیر و کفن گشت در زیر جوشن حیر و ترنگا ترنگ درخشنده تیغ و زماہ در قہا بر آوردہ میخ و ترنگ کمانہا و بازو شکن و بے خلق را بردہ از خوشن و اور یہ ابیات زبیم النسا کی اس قسم کی صداؤں سے گو بخشی ہیں قطعہ از صدا ئے جہانم چار چیز آمد پسند و قفل بانگ صراحی چرچریخ کباب و مچ مچ بوس و کنار و سر سر شلوار بند و اسطرح مصیبت میں انسان کا ہاے و اے کرنا خوشی اور تعجب میں واہ واہ کرنا۔

دوسرے اسمائے ظروف خواہی وہ زمانی ہوں خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چون و چو و گاہ شعر گفتہ بودم چو بیانی غم دل باتو بگویم و چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیانی و خاتانی رہ شعر

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام  
مکہ کی نون اور اقسام  
اس کے اقسام  
اور اس کے اقسام

از دور درفشہا نمائی، گاہے نکنی گرہ کشائی، ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و شیب فراز و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا میں فرماتے ہیں شعر چپ و راست پیش و پس زیر و بر زلیخاے بت روے بد سر بسر، اور اسی صورت کا ایک حرف رابطہ ہوتا ہے جسکو عربی والے حبار کہتے ہیں بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول میں خواص اسم اسپر کرتے ہیں جیسے مضام واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی میں یہ بات نہیں ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر کہ بسیار ناید بر اندک، یکے بر صد آید نہ صد بر یکے، اور خاصۃً ظرف زمانی میں اکنون اور اسکا مخفف کمون اور نون فردوسی رح شعر و لے اسے پسر گاہ آنت نون، کہ سازی یکے چارہ پُرسون، اور زمان اور مکان میں مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہیں اور ایدر اوسے ادھر ہندی کے معنوں میں ہے مثال ایدر زمانیکی شیوے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے شعر بدو گشت ایدرابی کام تو، پنویم بنویم بنویم نام تو، یعنی این زبان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رح جنگ سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بدو گشت ہومان کہ فرمان شاہ، چنین بد کز ایدر بنجد سپاہ، یعنی ادھر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گرایدون در آید فریدون بہن، گرفتار گردو ہمیدون بہن،

تیسرے اسماء کنایات وہ چند اسم ہیں کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر بیان کرنا چاہے یا اس سے پوچھے انکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہیں کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اول جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیوں کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہمان بجائے بہمان کاشیوں کا روزمرہ ہے کہ اسکو باستار اور امالہ کے ساتھ بیستار بھی کہتے ہیں جیسے عربی میں لفظ فلان استعمال ہے استاد رودکی کا شعر ہے شعر خواجه این ہمہ کہ تو بر مید ہی شمار، بادام ترو سنگی دہمان و باستار، شمس فخری کہتے ہیں شعر باوجودت از شہان باستان، چرخ نارد بر زبان جز بیستار، غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات میں نکرہ ہیں لیکن وقت استعمال لمحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہیں اور یہ ذوالعقول وغیر ذوالعقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہیں حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو بر آوردہ دست بر بہمان، کہ چارو دستے بر آرد آن، مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہے بہین معنی

ایدر زمانی و مکانی

اسما کنایات

باہمان و بہمان و باستار کنایات



استاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہو جاتے ہیں چنانچہ مسئلہ سے ہوتا ہے عرفی شعر عرفی چہ احتیاج کہ گوید بدستان کہین از فلان مجھے دزد بہان فلان مخواہ و سنائی رحمتہ اللہ علیہ شعر آواز بر آوردہ کہ اسے قوم تن خویش و دوزخ مہرید از پے بہان و فلان راہ انوری شعر و نسبت شاہی تو ہچوش شطرنج و نامست دگر ہیچ چہ بہان چہ فلان راہ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چراگہ کند روے ساقی و نہ گو شم بدزد و حدیث نہانی و زمطرب سر و آرزو ہم نخواہم و نگویم فلانی تو یا بہانی و درویش والا ہروی شعر تا بہ بر این ذوالعقول و محبت و جاے فرود لقین و ہند گمان راہ زیر نگین تو باد ملک سر اسرہ زان بکنم عرض بہان و فلان راہ باو بفعل آمدہ ز قوہ بعدت و ہر چہ توان نام سعد کرد قران راہ اور ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہانی بھی کہہ دیتے ہیں خصوصاً فلان کو ٹاے مخفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر بہان میں یہ دونوں زیادتیان مسموع نہیں سنجہ کاشی شعر بہ تخلص نتوان ہمسری من کردن و چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہانی و غنیمت و شعر ملے باید ز فیض ناتوانی و جواب چشم بیمار فلانی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنایا کہ خسرو ز برائے تست ہر شب و در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ در آید و شیخ علی نقی شعر شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب و بہمدان بود و فلان بود نے دانستم و ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل میں چہ اور اندسے مرکب ہے اس واسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت اور استخبار کے لیے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی میں اند بھی متعل ہے مولانا سے روم کا شعر ہے شعر گفت اور اکین ہمہ حلوا بچند و گفت کو دک نیم دینارست و اند و نظیری کا شعر ہے شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم و تکفیر و ہمت ہفتا و اند کن و اور اندک اسی اند کا صغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد و غیر میں کا کنایہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بصغ کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہوں یا نو یا دس ان قلیل مقداروں پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اس عدد

میان چندین و چندان

نکست و کشین کا بیان

چند چندین و چندان استخاری و استفہامی

تیسرا کئی کی معرفت نہ کہ مفرود جمع مقدم ہونے

غیر معین کی قلت و کثرت میں مبالغہ منظور ہو تو بڑی ادنیٰ حروف مبالغہ یا دونوں چندین کہا کرتے ہیں مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نشر سے واضح ہے نشر گنت این گداے شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت بر انداخت بر ایند۔ اور مبالغہ کثرت کی مثالیں بہت ہیں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شہر فروماندم از شکر چندین کرم ہماں بہ کہ دست دعا گسٹرم و لہ عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت کہ چندین گل اندام در خاک خفت و اور اسطر ح ہر تخت اور خستین یہاں اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی ابتدائے غیر حقیقی میں متعل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعہ حروف مبالغہ حاصل کیے گئے ہیں الحاق ادات جمع سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ سعدی رح فرماتے ہیں شہر تو دروے ہماں عیب دیدی کہ بہت ز چندان ہنر چشم غفلت بہت و چونکہ یہ دونوں لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہیں تو اسی کی طرح استفہام و استخبار دونوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی جب سوال کے موقع میں واقع ہوں استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کہ خبر یہ کی طرح استخاری ہیں مثال استفہامی کی ظاہر ہو استخاری جیسے اوپر کے اشعار میں از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی رح کا یہ شعر بھی اسی معنی میں ہے شہر بیاورد چندان ز رو خواستہ ابی آنکہ زو شاہ بد خواستہ یعنی بہت کچھ زرو مال بغیر طلب بادشہ کے لایا۔ ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماء اشارہ آن و این سے مرکب ہو اور ان میں کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بعد سے لیا گیا ہو اسوقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان و چندین بمعنی اسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد عملہ بیانہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح تر مفہوم ہوتے ہیں۔ نظامی رح شہر بھی چہرہ باغ چندان بود کہ شمشاد بالالہ خندان بود یعنی خوبی چہرہ باغ کی اسقدر یعنی اُس زمانہ تک ہوتی ہے کہ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی تفہیم و تحقیر کے مبالغہ فی التکثیر و التقلیل سے کنایہ کر لیتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔

تمیز اس کنایہ کی معرفت نہ کہ مقدم موخر مفرود جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہاں جمع کم متعل ہو موخر التمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چند مرود بودند۔ مقدم التمیز سعدی رح شہر با عزیزے نشست روزے چند و لاجرم ہجو اگر امی شد و معرفت نہ کہ مفرود موخر کی مثال ملا نسبتی شہر چند عمرم با ستر لطف

بسر رفت و ہنوز چہ شکل حل شدست و چند شکل ماندہ است و مثال جمع کی الفوری شعر خیر و از سعی  
 و خان بین و ز تاثیر بخار و باد توں ہر دو کنون چند رسوم عجب است و نظامی شعر از پس چند چیز ہا لطیف و  
 واد انعام ہاے با تشریف و کبھی تمیز کو بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی شعر ہماں خوردگان  
 ناتراش در کہ چنین چند را خاک خارید سر و اسے چند کس را۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو  
 اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان و حکمت ایامیان  
 راہم بخوان و بعض مقنین نے رحمہ اللہ تعالیٰ گلستان کے اس شعر کو از تمیز یہ کا شاہد بنایا ہے شعر  
 مؤذن بانگ نے ہنگام برداشت و نئے دانست چند از شب گزشت است و میرے نزدیک یہ خطا  
 فاحش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر میں لفظ چند محدود التمیز اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند  
 پاس از پاس ہاے شب گزشت است چنانچہ حضرت نظامی فرماتے ہیں شعر معنی توئی مرغ ساعت اس  
 بگو تا ز شب چند رفتست پاس و ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار التمیز آیا ہے حذف کیجیے تو مطلب خط  
 ہو جائیگا۔ اور اس لفظ چند پر باے زائدہ کا لانا بھی مطلقاً جائز ہے۔ محمد قلی سیلی کا شعر ہے  
 فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت و نشیب و فرازش بچندین مراتب و اور معنی مقدار کے جسکو اردو  
 میں گونہ کہتے ہیں خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نور اور کو سپہر صد چندت و نہ شگاف و سپہر پیوست  
 اور اس پر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہیں یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے  
 ہیں فروسی علیہ الرحمۃ شہر بیدار پر رستم کی چڑھائی کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر<sup>۱۹</sup>  
 بہ بنخیر گور و بھی دست برد و از سینگ و ٹیک چند خورد و شمر دہ مولوی معنوی قدس سرہ شعر<sup>۲۰</sup> آمد اللہ ہاش  
 کہ یک چندے بند و کہ درین غم بر تو منکر میشدند و اور معنی تاک کے یعنی تعیین زمان کی طلب کے  
 لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر چند زین آتش خپوش بر انگیزی دود  
 اے بخوش جوہری آئینہ حسن تو شل و اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو  
 وصلیہ بنا دیتا ہے۔ نظامی رحم کا شعر ہے شعر ازان مے کرو شادمانی کم و اگر چند مستم جوانی کم و  
 ثالث چنان چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہیں اسطرخ غیر حدیث بھی  
 کنایہ کیے جاتے ہیں اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسمائے اشارہ آن و این سے مرکب ہے  
 جیسے عرب کذا کہتے ہیں۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رحم شعر چنین گفت باہمن اسفندی

چند چیز ہا

تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا

چندین پر باے زائدہ کا لانا

بیان چنان و چنین

اگر شکی بکنی کارزار و ظہیر فاریابی شعر گرم سوز و گدانی بخدمت و چنان گفتم کہ گفتہ بود  
 واصل و نظامی رح شعر چنان گفتم از ہر پہ دیدم شگفت و کہ دل راہ باور شدن برگرفت و مثال  
 غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر وزیرے چنین شہر یارے چنان و جہان چون  
 نگیر و قرارے چنان و ولہ شعر مسبین سرور و در سر افگندگی و چنان شاہ را در چنین بندگی و  
 اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنوں میں بھی استعمال ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ درنا تو ان  
 میزیم و چنان کا فریدی چنان میزیم و یعنی جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہوں۔ مولوی معنوی  
 قدس سرہ فرماتے ہیں مثلاً شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین و میدہ حق آرزوے متقین و  
 یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضائے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور انکے جواب میں کان  
 بیانہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے مسئلہ مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً  
 جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمر یہاں چنین سے پوشد و آنچنان عیب ترا حلق  
 حسن سے پوشد و اے گل چنانکہ انحر۔ اور اگر دو شے جہول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان  
 و چنین یہ ہر دو لفظ معاً بیان کیے جاتے ہیں شعر آگہ از خوشتن چونیت چنین و چہ خبر دارد  
 از چنان و چنین و اگر ان کنایات توام پر حرف نہ لایا جاوے مفید تحقیر و تذلیل مناد ہوتا ہے  
 جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیری بجائے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ برزو  
 مرا خرد کہ خموش و تو کہ باری اے چنان و چنین و اور چنان چون بجائے چنانچہ و چنانکہ استعمال ہو  
 نظامی رح شعر میں را برافروخت از گرد خیل و چنان چون اویم میں از سہیل و فروسی رح شعر  
 بر خویش بر تخت بنشا ختش و چنان چون سزا بود بنوا ختش۔ چوتھے اسماء اعدا ہیں  
 کہ جسے چندگی احاد اشیاء کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً  
 سوال کریں جیسے پوچھیں در انجا چند کس بودند تو جواب میں جتنی اکائیاں سؤل عنہ کی ہیں  
 بیان ہو جائیں۔ مثلاً جواب میں یک یا دو یا پنج کس بودند فرما دیں معلوم ہو جائے گا کہ پانچ  
 اکائیاں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسماء اعدا سے ہیں۔ گو کہ  
 بعض حساب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد میں نہیں گنا ہے یہ بات خلاف  
 تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر و سیاں

چنان چنین یعنی جیسے ویسے

چنان اوچنین بے کاف بیان کا حذف

ان کنایات کا  
 نام شعر جہول  
 الحقیقت کے  
 لیے استعمال  
 ان کنایات توام  
 پر حرف نہ لایا  
 جاوے مفید تحقیر  
 و تذلیل مناد  
 ہوتا ہے

چنان اوچنین بے کاف  
 بیان کا حذف





اور آن کے عہد کے موافق مہ آبادیوں کی سلطنت صد زاد سال قائم رہی اور وہ بھی اس طرح کہ سال  
انکا مطابق سال متعارف کے نہیں بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل  
ستارہ بلند کو کب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف میں پورا ہوتا ہے  
غرض سیارہ بلند ایوان کیوان کے دورہ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ  
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صد زاد سال زمانہ قیام سلطنت مہ آبادیان  
بتلاتے ہیں اس طرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد میں سے ہے جسکو درمی زبان میں  
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کی جاتی ہے سعدی رح فرماتے ہیں شعر  
ہنوزت سپاس اند کے گفتم اند ز بیور ہزار ان یکے گفتم اند اور چونکہ ضحاک کے اصل میں  
دس ہزار گھوڑا خاص بزین و لجام تیار دوام رہتا تھا اسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے۔ فردوسی رح  
آغاز داستان ضحاک میں لکھتے ہیں شعر جہاں جوے را نام ضحاک بود دلیر و سبک ساز و ناپاک بود  
ہمان بیور پیش ہی خواندند چنین نام بر پہلوی را ندند لیکن ان اصول اعداد نے شہرت  
رواجی نہیں پائی جس سے زبان استعمال پر نہیں چڑھے چنانچہ خود فردوسی کو اس زمانہ میں فارسی  
زبانوں کے لئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اس شعر کے خود کہتے ہیں شعر کجا بیور از پہلوانی شمار  
بود در زبان درسی دہ ہزار ز سپان تازی بزین تمام و را بود بیور چو بردند نام و اصول اعداد  
کی تقریب پر بعض شارحین کا طین نکتہ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہوں نے لک و کرد کو اصول  
اعداد فارسی میں شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ میں حساب کتاب  
کے وقت سہولت فہم کے لئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لئے اور محمد قاسم فرشتہ نے  
جو اپنی تاریخ میں اسی قسم کے الفاظ برتے ہیں اور طغرائی شہدی نے آشوبنامہ میں رودکی شاعر  
کی مدح میں یہ جو لکھا ہے نشر تا آخر حرکات رقا ص قلم صوت چندین لک شعر برب خواند ماگزشت  
یہ سب اسی پر محمول ہیں گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہاں کے رواج نے  
ان پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہو گئے ہندیوں  
کے اختلاط سے الفاظ ہندیہ داخل ہو گئے سنائی رحمہ اللہ تعالیٰ شعر نہ دران دیدہ تضرہ پانی  
عربی کا شعر ہے شعر آن باد کہ در ہند گراید جگہ آید سالک کا شعر ہے شعر سیر گشتم

لغت و درکار اصول اعداد فارسی

ابن خلدون کا شعر  
و قلم نہ از زبان چو لک  
یک لک آریست  
برستون ۱۴

ز کچھری ایام ہوس خوان سیم و زر کننم ہ ملائسن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہین ہوئے مگر یاران ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار میں الفاظ ہندیہ کارنگ جلاتے ہیں شعر دراز شیوہاے راگ رنگش ہ برقص آرد فلک راسا ز چنگش ہ طغرا شعر ز پوشیدن آن نگار ختن ہ شدہ پر نیان چیت بچلی پتن ہ اے چھینٹ بچھلی پتن۔ غرض میں نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لئے حسن تقریب پایا اپنے احبہ کی فرمانبری میں جو بار بار خواہش کر چکے تھے قلم اٹھایا سنہ التوفیق و سیدہ ازمہ التختیق ہ نکتہ اختیار بست و ہشت حرف در کلام عرب کہ استیفاے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ باشد اقتضائے آن میلند کہ ہنگی سی حرف باشند لیکن عوض دو عقد حاصل ضروری کہ بست و سی باشد دور اکم کردند

جاننا چاہیے کہ نکتہ بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا انگلی سے زمین کریدنے کو کہتے ہیں چونکہ یہ فعل اکثر فکر و سوچ میں آدمی سے وقوع پاتا ہے کما یہ فکر سے ہو جاتا ہے جیسے کہتے ہیں یَنکُتُ فی الارضِ اِیُّ مَتَفَكِّرًا فِیْ اَھْرَہْ نکتہ بالضم اس کا اثر و نشان ہے منتخب میں ہے نکتہ بالضم نشانہ سر انگشت یا سرچوب کہ بر زمین زند چونکہ سخن باریک و کلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر و نتیجہ ہوتا ہو اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہاں انہیں معنی مصطلحہ میں استعمال ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولیٰ ہی ہے کہ مابعد سے مضاف بنایا جاوے ورنہ در صورت عدم اضافت مثل باب فصل مقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر اور اسکے سرے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لئے موجود ہے اور مغنون کی راہ سے یہ خرابی جدی ہوگی کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس بننے کو مقتضی ہے حاصل اس کلام کا ہو اسو یہ ظاہر البطلان ہے در صورت اضافت یہ خرابی نہوگی کس واسطے کہ اضافت میں تقیید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتہ اختیار بست و ہشت حرف موصوف اور جملہ فعلیہ

کہ استیفاے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجی و غیر امتزاجی باشد اسکی صفت چونکہ صفت جملہ فعلیہ واقع ہے صفت کو اسکی اصل پر لانے کے لئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت ملکہ مبتدا ہوا اقتضائے آن میکند کہ ہنگی سی حرف باشد اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں اٹھائیس حرف اختیار کر نیک نکتہ جو اسمائے اعداد کی تمامی قسموں کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف

وضع کیے جانے کو مقتضی ہے اس واسطے کہ اسمای اعداد جو اس اختیار کے مقیس علیہ ہیں ایک تو مفردات کی قسم سے ہیں یہ وہ اسم ہیں کہ جنک لفظ میں کوئی ترکیب نہ ہو وہ کل اصول اعداد احد سے لیکر عشر تک اور اثنہ و الف جنکا مجموعہ بارہ ہے اور کل عقود ثمانیہ عشرون وثلثون ربعون خمسون ستون سبعون ثمانون تسعون عربی میں کل یہ بیس اسم مفرد ہیں باقی سب مرکبات سووہ و دو قسم کے ہیں۔ امتزاجیہ کہ جنکی ترکیب کمال خلط کی وجہ سے ایسے معرض خفا میں آگئی کہ وہ اسم مرکب ظاہر میں کلمہ واحد معلوم ہونے لگا یہ نو اسم ہیں احد عشر اثنا عشر ثلثہ عشر اربعہ عشر خمسہ عشر ستہ عشر سبعہ عشر ثمانیہ عشر تسعہ عشر۔ اور غیر امتزاجی کہ جنکی ترکیب کھلی کھلی ہو کوئی آمیزش اُسکے اجزائیں ایسی نہ ہو کہ ظاہر نظر اُسکو دریافت نہ کر سکے اور وہ سوائے ان دو قسموں کے جنکا ذکر ہو چکا ہے انتہا میں احد و عشرون اثنان و عشرون ثلثہ و عشرون وغیرہ پس اب استیفا اقسام کا اسطرچہ ہو کہ دس تک کے مفردات اور احد عشر سے تسعہ عشر تک امتزاجی مرکبات اور احد و عشرون سے تسعہ و عشرون تک غیر امتزاجی مرکبات چونکہ عشرون وثلثون بھی اسی سلسلہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں کے ساتھ شمار کر لیا اس میں اسمائے اعداد کی ہر قسم مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ کی موجود ہے استیعاب و استیفا اقسام بخوبی متحقق ہے اور یہ دو عقد حائل عشرون وثلثون جنکی حیولت سلسلہ اعداد میں ضروری اور ناگزیر ہے سو بوجہ اشتراک اسمی اُن دو عقدین حائلین کے جو دو نقطے تقاطع منطقۃ البروج کے ہیں جنکو راس و ذنب اور جوزہرین بھی کہتے ہیں بوجہ اُنکے گوزہر ہونے کے شمار اعداد مطلوبہ سے گرا دئے گئے کس واسطے کہ بنجین کے نزدیک حیولت اُن دو عقد دن کی منجوں سے پس دو عقد یعنی عشرون وثلثون کو سا فطر کرنے کے بعد اٹھائیس اسم باقی رہ گئے جس سے مقیس و مقیس علیہ میں باہم مطابقت تامہ حاصل ہو گئی اور سلسلہ حروف کو اٹھائیس پر ٹھہرانا عی مذہب المحققین ہے جو ہمزہ اور الف کو اور حروف علت کی طرح متحرک و ساکن مانتے ہیں یعنی ہمزہ اور الف کو ایک ہی شے جانتے ہیں ورنہ سلسلہ حروف کا اٹھائیس پر جا ٹھہرے گا۔ لیکن اس لیکن پر دو شبہ ہیں اول تو یہ کہ ہر دو عدد عشرون وثلثون حائل نہیں ہیں اور حیولت فقط ایک عدد عشرون میں ہے اور عقد ثلثون منتهی پر واقع ہے اور اسکے مابعد کے باقی سلسلہ غیر امتزاجیہ کا اعتبار جس سے ثلثون کو حیولت حقیقیہ حاصل ہو خلاف مقصود ہے سا فطر ہے ان بات بنانے کے لئے اثنان جواب دے سکتے ہیں کہ یہاں حیولت سے فقط اجتماع مراد ہے اور نکات شاعرانہ میں اس قدر

[illegible]



مناسبت اور اشتراک لفظی و مشارکت اسمی کافی ہو جاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون ثلثین کو عقود میں شمار کیا عشرہ کو جوہ بھی مقام مناسب عقود میں واقع ہے اور اسکی حقیقت بھی عقد بننے کو پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلوت بھی اس میں متحقق ہے عقود میں شمار کیا یہاں اس طرح عذر کر سکتے ہیں کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلہ مفردات پر واقع ہونے سے اسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کر دیا لیکن باوجود ان تمام معذرتوں کے کلام ضعف سے خالی نہیں کاٹن مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہیں اور نو مرکبات امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات نے نہایت تھے اور احصائے لاتنا ہی محال تھا تو ان میں سے ایک کو جو ادنے درجہ ہے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ۲۰ + ۹ + ۱) = تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی کل قسموں کو نظر کریں جو مقیس علیہ حرف ہیں تو حرف بھی تیس ہونے چاہئیں لیکن دو عدد دس اور بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی و غیر امتزاجی کے درمیان حائل ہیں بمشابهت دو عقد حائل راس و ذنب جو باعتبار و نے بنیاد و بنجین سخوس میں الگ کر دیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات میں شریک مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلہ تعداد مفردات میں واقع ہونا اس کے عقد بننے کے لئے مانع نہیں کس واسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لئے ایک انگلی کا اشارہ کیا اور دو کے لئے دو انگلیوں کا جب دسوں انگلیاں پوری ہو گئیں رک گیا اب گیارہ کے لئے ایک مرتبہ دسوں انگلیاں کھول کر دونوں کھلے ہوئے پنجون سے اشارہ ایک بار کر کر پھر مٹھیاں بند کر کے ایک انگلی کھولے گا اس طرح بیس کے لئے کھلے ہوئے دونوں پنجون سے دو مرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے کہ دس ایک بار کل انگلیوں کے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دو بار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو عقد کہیں دس کو نہ کہیں اسکی کوئی وجہ تشفی بخش نظر نہیں آتی لیکن ان ہر دو صورتوں میں اتنا شبہ قوی رہیگا کہ اسمی اعداد از قبیل لفظ ہیں جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسموں کو مقیس علیہ حروف قرار دیا عقل چکر میں مہر و تاویل ششدر میں ہے کہ اسمی اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے مقدم بالذات ہونے چاہئیں اور اسمی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حروف ہونیکی وجہ سے تقدم ذاتی و طبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یوں ہی ہے کس واسطے کہ مرکب کا اپنے اجزائے حیثیت ترکیب میں موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشئ علی نفسه لازم آیا اسلئے کہ حرف موقوف

مضمون میں  
پس طے ہوا  
جو بیس و  
خالہ بیس  
تو بیس کی  
تجلی کی اپنی  
جانب سے

تفصیل غصہ

اسی اعداد کو  
مقیس علیہ ہون  
قرار دینے  
پن نہ قوی

ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوئے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لئے جب اسم وضع ہوا اور وہ اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جوا بھی معرض وضع میں نہیں آئے مہذا خود اس حرف سے مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درپیش ہے تو یہاں بھی دور اور تقدم الشی علی نفسه لازم آیا پیش نہیں چلتا اس واسطے کہ ہم نے پہلے ہی دستور نامہ کے حروف کی تحقیق میں عرض کر دیا ہے کہ جب آواز کیف کیفیات اربع زیری بھی پہچاک غٹگی ہوئی تو اس عارض مع معرض کا نام حرف ہوا مثلاً احد کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اوکل کے کل حروف کی وضع اس درجہ میں بسیط ہے اور بعد وضع جمیع حروف مبسوطہ فہم تفہیم کے تیسرے لئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا خیال اور یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمی کو رکھ دیا تا منزل اول میں کوئی وقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بن جائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلہ حروف ہجا بھی مثل سلسلہ اعداد کے زبان پر روان ہوتے ہیں جیسے احد و اثنان و ثلاث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف با تا نا جیم حا خا دال ذال وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسبب قسم ہیں ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسبب قسم ہیں یعنی سرورسی و ملفوظی و مقلوبی اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حروف کو جو ان تین قسموں پر منقسم کرتے ہیں من حیث الاسم کرتے ہیں در نہ اپنی ذات میں یعنی من حیث ہوا ان سبب توزیعات سے مبرا ہیں یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسماء کے منقسم بسبب قسم ہیں فتاقل انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان عنقریب آئے گا۔

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجهت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست واسامی از قبیل ثانی وثالث

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجهت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفاے اقسام اسمای اعداد پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطہ مفردہ ان اسموں کے ہیں اسما کے اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہیں اور انکے اسموں کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

اسما از قسم اول ست

اسما از قسم اول ست

اسما از قسم اول ست

اسما از قسم اول ست

کہ جسکی ترکیب از قبیل المتزاج وغیر المتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی و حذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف و عامہ مشابہت احد عشر سے رکھتے ہیں کسواسطے کہ یہاں بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونوں قسم یعنی ملفوظی و مقلوبی غیر المتزاجی کے مشابہ ہیں یا یہ کہ مقلوبی جیسے میم و لون و واو بوجہ وحدت اول و اخیر کے ستر یا ایک ہو کر مرکب المتزاجی بن گیا باقی اسماء حروف کی ترکیب غیر المتزاجی رہیگی یا یہ کہ دال ذال رازا و او اپنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے المتزاج سے دور غیر المتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسموں نے المتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسموں کا جزو اول یا اخیر مفصل رہ گیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزاء کے مرکب المتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا یہ کہ کل مسمیات از قسم مفردات ہیں اور اسماء حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہیں یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر و ینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسموں میں زبر و ینات باہم متصل مثل شے واحد کے ہیں جیسے با تا نا جیم صاد اور بعض اسموں میں منفصل جیسے الف وال ذال تو اول کو مرکب المتزاجی ثانی کو غیر المتزاجی کہنا مناسبت تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسماء و مسمیات پر مشعر ہو نہیں سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل میں ہیں یا باعتبار حقیقت نے انتہا ہیں اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ اٹھائیس ہیں اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی ان کے اسم جنکا مجموعہ چھپن ہوا پس باوجود اس قدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم و از قبیل کے تقریبی و تخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالیٰ فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس اقسام اعداد ہیں اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر انہیں ذوات حروف میں باعتبار انکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان میں مفرد محض ہیں جیسے ۵ جو فقط سینے سے ہوا کے اگھڑنے کی کیفیت کو بتلارہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب میں بعض ایسی ہیں جو فقط مخارج کے دو جزو کے قرع و طلع سے پیدا ہو جاتے ہیں جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہیں جن میں مع قرع و طلع کے شے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے ہر یہاں وہی تصادم شفیتین ہے جو ب میں تھا مگر مع کے ہوا ہی خیشوم کو عقیقت کے لئے اس میں ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو لون اور بے کی

الاضحیٰ فی التفسیر

جمہ تنبیہ اس طور ہوا کہ اکیلا جاتے خالی از شبہ ہو

وقت میں سمجھتے ہیں چنانچہ ہم اور وہ نب دونوں مستعمل ہیں شہر بودست خرے کہ دم نبودش ہر روزے  
 غم نے دی فزودش ہر سعدی ہر مصرعہ میان بیند و چو مردان بگیرد نب خزن ہر پس اول کو مشابہ مرکب  
 انتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر انتزاجی سمجھیں یا فقط اسامی حروف میں باعتبار جوڑ توڑ ان اسامی کی تنبیہ کا  
 اجر کرتے کیا حتیٰ کہ کیو مفرد کیو مرکب انتزاجی کیو مرکب غیر انتزاجی قرار دیتے مثلاً با تا تا جیم حا خا سین شین  
 طا ظا عین فین فایم یا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احداثان ثلاث  
 اربع کامقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہیں خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے  
 اتصال نہ ہو جیسے الف راز اصاد ضا و قاف کاف لام نون کو مرکبات انتزاجیہ احد عشر اثنا عشر  
 ثلثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہیں مثلاً وال زال داو کو مرکبات غیر انتزاجیہ احد عشر و  
 اثنا عشر و عشر و عشر کامقیس بناتے یا باعتبار حساب جل کیو مفرد کیو مرکب انتزاجی کیو مرکب غیر انتزاجی  
 محسوب کرتے مثلاً با حا طا میم یا باعتبار حساب جل مفرد ہیں اور واو یا مرکب مزجی اور جیم و آل صا و  
 لام وغیرہ مرکبات غیر انتزاجیہ اور مطابقت مقیس و مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری  
 نہیں اسقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر  
 ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ہ

تین اصدا  
کا بیان

آدم ہر مطلب ان کمیتوں کے متصل جو شکم ہے یعنی محدود حقیقہ یا حکماً مذکور ہو وہ انکی تمیز کہلاتی  
 ہے حقیقہ جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہیں کہ پانچ اور پندرہ مرد ہیں  
 یا عورتیں آدمی ہیں یا جانور درخت ہیں یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور حکماً  
 جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب میں فقط پنج کہہ یا جاے بقریہ سوالیہ حکم میں  
 ذکر کے ہوگا۔ اور یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب میں  
 اسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیے یا اس سے اخص اس سے اعم کو تمیز و النابا لکل باطل ہے کہ  
 تحصیل حاصل لا طائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیوں کو دیکھا لیکن نہیں معلوم کہ وہ مرد ہیں  
 یا عورتیں تو ایسے شخص کے جواب میں تمیز بھی اسی درجہ کی بیان کرنی چاہیے جیسے پنج مرد یہاں  
 پنج کس کہنا جائز نہ ہوگا اسطر سے اگر اسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار ہے ہیں لیکن آدمی ہیں یا جانور  
 تمیز نہیں کر سکتا اس کے جواب میں پنج کس کہہ سکتے ہیں اور خاص چونکہ عام سے خالی نہیں ہوتا اس سے

تین اصدا  
کا بیان  
عبرت  
باعتبار ابہام  
عدد ہونی چاہیے



انھں کو بھی جواب میں بیان کر سکتے ہیں جیسے اسی کے جواب میں بجائے پنج کس پنج مرد کہد یا جاے  
 تو خاص میں جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی  
 اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فارسی میں تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جہان  
 چہار یا پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کر سی دوازہ امام نظامی رح شعر رفتی ز سر اسے  
 عرش والا ہفتاد ہزار پردہ بالا ہ ولہ اسے شش جہت از تو خیر ماندہ ہ برہفت فلک براق راندہ ہ  
 ولہ درخانہ دین بہ پنج بنیاد ہ بستی در صد ہزار بیداد ہ ولہ یک عہد کن این دو یوفارادہ یک دست کن  
 چہار پارادہ ولہ نبوشہ بخط خوب خویشم ہ وہ پانزدہ سطر نغز پیشم گلستان میں ہے چنانکہ میدانم درین شہر  
 دو صد زاهدست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر این بام نگہ چشم ابلٹ  
 بازیچہ صد ہزار اطفال ہ ولہ اندر برش از سر فضائل ہ ہر چار کتب شدہ حائل ہ ولہ در دعوت انس ہفت  
 مردان ہ ہر زاویہاے کوہ بُنان ہ ولہ اشمس و حظیرہ مغرب پاک ہ نہ حجرہ خاک اونہ افلاک ہ۔ اور  
 انکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغہ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر سالہا پر م ز پرو بالہا  
 سالہا چہ بود ہزاران سالہا ہ اور تمیز کا اپنے اسمی اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے  
 باب اول کی چوتھی حکایت میں ہے نثر سال دو برین برآمد طائفہ اوباش محلت درو پیوستند ہ فردوسی  
 علیہ الرحمہ کا ہجو میں مشہور شعر ہے شعر بے رنج بردم درین سال سی ہ عجم زندہ کردم بدین پاری  
 اسے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہیں شعر چو سی سال بردم بشہ نامہ رنج ہ کہ شاہم بخشد  
 بپاداش گنج ہ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددوں سے قلت کے معنی حاصل  
 کرتے ہیں ان سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہیں ہوتی جیسے نظامی رح شعر چہ بندی دل  
 خود بران ملک و مال ہ کہ ہستش یکمی رنج ویشی و بال ہ اسے کمی آن رنج و زیادتی آن و بال ست  
 اسے طرح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہیں بلا قصد تعیین عدد  
 نظامی رح شعر سکندر بدو گفت یک تیغ تیر ہ کند چرم صد گاورار نیز ریز ہ اسے چرم بسیار گادان ولہ  
 شعر جو ایش چنان داد خاقان جین ہ کہ اسے درخور صد ہزار آفرین ہ اسے بسیار آفرین۔

تمیز عدد کی  
 اور دو جمع کا  
 بیان

تمیز کا  
 مقامی اعداد  
 سے مقدم ہونا

شعری شریف کے مشہور الحاقیہ شعر  
 دہجو ہزار بار اوچوہ ام تین تان اول

اور اسے طرح اس مشہور الحاقیہ شعر میں شعر ہجو سبزہ بار بار روئیدہ ام ہ ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ہ  
 بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر میں ہمہر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین

میں جو قرآن مجید و سنت نبی حمید ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتا دیں ثالیثہ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عَرَّضَ عَلَى مَقْعَدِهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَتَمَةِ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هَذَا مَقْعَدُهُ حَتَّى تَبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُصُوصًا حَقًّا تَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس اعتقاد کا مبطل ہے تو ضرور قائل کو اس قول کے ان الفاظ سننا رہے ایسے معانی ماوراء مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے اصول دین سے منحرف نہ ہونگے کیا معنی کہ ہفصد و ہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت غالب ویدن سے ایسا ہے جانب تجد و امثال جسکے صوفیائے کرام قائل ہیں یا اشارہ اس امر کا ہے کہ علم جمادات و عالم نباتات کے سیکڑوں مرحلے طے کرتے نطفہ بنکر پشت آبا میں آئے پھر شکم امہات میں اور یہاں بھی حکم ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اس جوگی کے قصہ کی جانب مڑ رہے کہ کسی پر عاشق ہو کر رضائے معشوق کی خاطر کتنے بھیس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کی جائے بلکہ غالب سے یہی کالبد بدن لیا جائے پھر بھی تناسخ اس شعر میں نہیں ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب تغیر قالب میں تاویل جائز نہیں رکھی گئی تو ہفصد و ہفتاد میں بھی تاویل کرنی نہیں چاہیے بلکہ وہی عدد معین محدود مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول قائلین تناسخ ہر ایک روح انادی ہے بوجہ اپنی ازلیت و قدامت ذاتیہ کے خداے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اسکو آزادی ہے تو یہ بات کیسی ظالمیہ بطلان ہے کہ وہ اس ہفصد و ہفتاد کی تنگ قید میں پابجولان ہے کسواسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہفصد و ہفتاد میں کس طرح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر عدد و خاص کے دائرہ تحدید و حصر سے غیر متناہی مقدار دور ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد و دو قسم ہیں یک سے تا وہ اور کل عقود صد تک اور صد اور ہزار اخیر تک باعتبار ہر دو سلسلہ مذکورہ فرسدا جیان چھبیس یا آنتیس اسم مفرد ہیں باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہیں یازدہ سے بستی تک مرکب امتزاجی کہلانے میں کسواسطے کہ انکے اجزائیں ایسا اختلاط پیدا ہو گیا ہے کہ ظاہر ہونوں کو تیز بین ہو نہیں سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تو وہ کہ بواسطہ حروف عطف ترکیب پائے جیسے بستی و یک سنی و دو و وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

ترکیب امتزاجی کہلانے میں کسواسطے کہ انکے اجزائیں ایسا اختلاط پیدا ہو گیا ہے کہ ظاہر ہونوں کو تیز بین ہو نہیں سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تو وہ کہ بواسطہ حروف عطف ترکیب پائے جیسے بستی و یک سنی و دو و وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

نام ہے۔ دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے صد و صد و صد ہزار و صد و صد ہزار  
اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کس واسطہ  
کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز و تمیز واقع ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جیسے اشلہ مذکورہ سے  
ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے ماوراء بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج ہر ہزار اسپ یہاں ترکیب تعدادی  
ہے ضربی نہیں سہ صد تین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہیں اور واضح رہے کہ عربی میں فقط ایک حرف عطف  
کے فاصلے نہ ہونے سے اسمائی اعداد کی امتزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیوں نے امتزاج میں اس کو  
کفایت نہیں کی کہیں درمیان دونوں جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو ہر کن کہنا چاہیئے الف و ز  
کو بڑا د یا جیسے دوازدہ کہیں حرف اصلی کو اُس میں سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہیں ان دونوں تصرفوں کو  
جمع کر دیا جیسے یازدہ کہیں ان دونوں قاعدوں میں سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل  
بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے ہزردہ کہ ہشده  
اُسکی اصل ہے بعد حذف تاشین کو ژاے فارسی سے بدل دیا اور ابدال ژا کا شین مجملہ سے راجع  
ہے جیسے دژ و ژر بالضم بمعنی زشت کہیں صرف حروف دعامہ میں تعلیل کرتے ہیں جیسے سیزدہ  
کے الف کو بھٹ کسرہ قبل یا سے بدل دیتے ہیں اور ہائے مخفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے  
لئے ہوتی ہے اُسکا لحاظ نہیں کرتے مثلاً کہ وچہ پرہست لگائیے تو الف کو بوجہ کسرہ ماقبل یا سے بدل کر  
کیست و چیت کہیئے گا کہیں تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہیں جیسے  
پانزدہ شانزدہ اول سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کر کے دعامہ کے بیچ میں ایک  
نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیوں میں مستعمل ہے جیسے زندین جو مضارع ہے زدن کا  
محققین کی رائے میں خوابیندہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شہر درین رہ چوین خوابیندہ  
بے ست و نیارو کے یاد کا اینجا کے ست و اسکی تحقیق بسط کے ساتھ بیان مصدر میں کی جائیگی  
انشاء اللہ تعالیٰ کہیں عرب کے قدم بقدم چلتے ہیں جیسے چاروہ اور یہ اسمای اعداد خواہی مفروہوں  
خواہی مرکب ان پر سیم قبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرتا ہے اور اُس میں معنی فاعلیت پیدا  
ہو جاتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم و چہار دہم و بست و چہارم یعنی چیزیکہ قائم ست باو و حد  
و اثینیت و ثلاثیت وغیرہ لیکن بوجہ ثقلالت تو الی ضمات دوم کی میم فتح ماقبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

ترکیب  
ضربی  
کامیاب  
اور ان  
میں  
باجی  
نہیں

ترکیب  
تعدادی  
اسمائی  
اعداد

اول سے

ایکے کے پانزدہ کی

میں نجدہ اور

ثانی کی کشتہ

جو بقایا اس سانہ

بولت امتزاجیہ

دعامہ اولی و ثانی

سے بخاندہ مشافہ

ہونا چاہیئے لیکن

اول سے یعنی پانزدہ

سے دوم و ثانی

ج اور ثانی سے

یک حرف شمعوت

کر دیا گیا اور ایک

ن حرف و دعامہ

کے بیچ میں بڑا کر

پانزدہ و شانزدہ

کھنڈے لگے

اعلم ۱۲ مست

غالب دہلوی کا شعر ہے شعر بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیث است و کر صدق و صفا مایہ و ہد صبح  
دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں <sup>۲۸۸</sup> شعر ادگمان برودہ کہ این دم خفتہ ام پنے خبر  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سیہ کردہ بخون مردم و مولوی معنوی <sup>۲۸۹</sup> شعر زیر آں بطن  
یکے بطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ گم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں ماسنیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اسے در ششم محرم۔

جاننا چاہیے کہ دو اور سہ میں داو اور ناقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لئے لائی گئی ہے اصل ان  
دونوں حرفوں کی ان لفظوں میں عدول و اختلاف ہے مثل داو و ہاے چو و چہ کے جیسے ظاہر ہے یہ واسطے  
وقت لحوق کلمہ آخر دو گونہ و سگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہیں مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفوں کو  
ظاہر و ثابت بھی کر دیتے ہیں نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم در ہم کشان و زہر دو یکے  
بر خواہد نشان و فردوسی رح شعر نگوید کہ جز بہ بدنام من و نباشد بہر دوسرا کام من و ولہ نشینم  
ہر دو پیادہ بہم پنے تازہ داریم روے ڈرم و <sup>۲۹۰</sup> داستان تخت نشینی بہرام میں کہتے ہیں شعر  
ے لعل پیش آور اے روز بہ و چو شد سال گویندہ بر شصت و سہ و الحمد للہ رب العالمین نکرہ کا بیان  
یہاں ختم ہو گیا سر دست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ میں آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا

هوالمهم بالصواب

المعنى

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ ضمیر اسماء موصولہ اور جو انکی جانب مضاف ہو  
اور مستند واپر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخس آور  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔  
شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سیہ کردہ بخون مردم و مولوی معنوی  
شعر زیر آں بطن  
یکے بطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ گم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں  
ماسنیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اسے در ششم محرم۔

معرفہ کی تعریف  
اور اس کے قسم

علم کا بیان  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔  
بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی



تکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شہر قرہبا بایکہ تار افضل حتی پیرا شود  
بایزید بی درخسان یا دیسے در قرن \*

دوسرا اسم اشارہ یہ حقیقت میں آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہیں اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اسکی محسوسیت میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی جیسے آفتاب کی دھوپ چراغ کی لو اور محسوس بالذات بلا واسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نہ کرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیہ روشنی دیکھے جاتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت میں اصلاً واسطہ نہ ہو نظر نہیں آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لئے کوئی علت چاہیے قال بحرقمقام العلوم العقلیة والنقلیة لفلاک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اسے مالا یكون فیہ الواسطہ اصلاً) نظر فان المحسوسۃ امر ممکن فلا بد لثبوتہ لشیء من علۃ وہی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسوا سطر کے ضروب مثلاً جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلاً مانتے ہیں سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو معہذا ص بصر مشیر یعنی بینائی اسکی بھی جب تک صحیح نہ ہو وہ ضو جسکو محسوس بالذات جانتے ہیں ہرگز محسوس نہ ہوگی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ناممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہیں ہوتی چونکہ وہ خارج میں بالاستقلال بغیر کسی کے ضمن میں ہونے کے موجود ہے اور اسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہیں جیسے اجسام کہ بواسطہ الوان مبصر ہوتے ہیں اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضواء کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اضواء وغیرہ اضواء میں بدولت اضواء کے الوان ہی مبصر ہوتے ہیں جیسے دھوپ کے وقت محض جو میں بغیر نظر ڈالنے درو دیوار آسمان وزمین کے ہلکو کوئی شے نہیں

اسم اشارہ کی محسوسیت کی حقیقت اور اسکی اقسام بالذات بلا واسطہ محسوس بالذات بلا واسطہ

لے المراسطہ فی الثبوت اور فی العرفین محسوس بالعرض

الانوار و اضواء کی محسوسیت بالذات میں کلام

دکھائی دیتی ایک خلا ہی ظلام معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درود یوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ میں زرد زرد اور شب کی چاندنی میں سفید سفید دکھائی دیتا ہے۔ خصوصیت ان ستاروں کے انوار کی ہے۔ قمر کی زردی آفتاب کی زردی مرتخ کی سرخی عطار کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اسی خصوصیت اجرام پر دل ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندلی بود برجیس و برنگ لعل بود سرخ گوئے بہرام و چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید کبود رنگ عطار و قمر زمر و قلم پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصار میں سفیر محض ہیں۔ جانتا چاہیے کہ اشارہ حسیہ امتداد مطلق مہوم کا نام ہے جو مشیر سے نکل کر اشاریہ تک پہنچے تخصیص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر و اشاریہ ہے جیسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جائے اور اشاریہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطہ مشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہو ان نقطہ اشاریہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر اشاریہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر ممتد نقطہ مشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بنکر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا خط اشاریہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہو کر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جس کا اس نقطہ مشیر اور قاعدہ خط اشاریہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد اشاریہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کی طرف خط اشاریہ میں نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اسی خط اشاریہ کے پہنچے گی چونکہ نقطہ بعد اور امتداد کسی جہت میں نہیں رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اشاریہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطہ مشیر دونوں عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح اشاریہ پر منطبق ہو کر شکل مخروطی حاصل کر لیا جس کا اس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح اشاریہ اور اگر سطح کی جانب ممتد اشاریہ بنائی جائے تو بعینہ جانب ممتد خط کے اشاریہ کی شکل پیدا ہوگی کس واسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد میں سوائے ایک بعد کے نہیں رکھتا البتہ فرق اس قدر ہوگا کہ خط میں بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہیں ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہاں سطح میں بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کر لیا اور اگر اشاریہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو اشاریہ بنانے سے ہوتی ہے

زمین و قمر کا دن  
میں زرد اور شب  
میں سفید نظر آتا  
جو خصوصیت  
اجرام ستارگان ہے

اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بد ثلاث یعنی استواء عمقی نہیں رکھتا ہے فقط انطباق جانب غیر مستوی سطح سے اشارہ ختم ہو جائیگا اور جسم چونکہ البعادثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشارالیه کے جزو جزو میں نفوذ کر جائیگا غرض فقط مشارالیه کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہیں اگر یہی اختلافات ستہ جانب شیر بھی لحاظ کیے جائیں تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتیں پیدا ہوں گی۔

اشارہ چھکے  
سستی پو گیا جو

نہر نیکیان

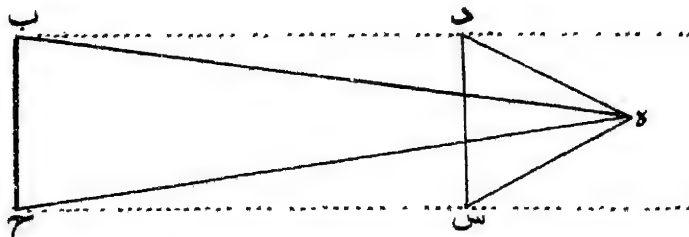
یہ بھی واضح رہے کہ یہاں حس سے مخصوص حس بصیر مراد ہے یعنی جس شے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اُسکو چشم بنیاد کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اُسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسی ہی کہلائیگا اور یہ بھی جانتا چاہیے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہو کر مشارالیه محسوس پر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے چکر منظور و مبصر پر منطبق ہو جاتا ہے لیکن نظر بنجر شفاف جسموں کے نفوذ نہیں کرتی اشارہ سب جسموں میں نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشعہ نظر کا انطباق ہوگا اُس قدر محسوس ہوگا اسی وجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُنہیں بھی جب قدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہیں ہوتی کس واسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو اُن اجزا کے ساتھ نہیں ہے۔

ایک ہی چیز نزدیک سے  
دُری اور دور سے  
چھوٹی کیون نظر  
آتی ہے۔

اور یہی یہ بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویہ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہدے مثلاً ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ د سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات میں متوازی کھڑا کر کے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط د ب اور د س اور د س ایسے ملا دیں کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہو جائیں اور دونوں خط متوازی متساوی المقدار کے قاعدہ بن جائیں تو مثلث د ب ح کا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث د س کے جسکا قاعدہ خط قریب ہی اندر آجائیگا تو زاویہ راس مثلث د ب ح نسبت زاویہ راس مثلث د س چھوٹا

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مکذا



اسم اشارہ قریب  
اور اسم اشارہ بعید  
کا بیان

اور موجود فی الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہیں جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازاً ہوا کرتا ہے  
غرض اگر اشارہ الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا  
شعر ہے <sup>۱۹۲</sup> شہر یکے را بر آری و شاہی دہی و یکے را بدریا بیاہی دہی و نہا آنت مہر و نہ با اینت کین  
کہ بہ دان توئی اے جہان آفرین و بعض اساتذہ سے سموع ہے کہ این و آن میں کوئی فرق نہیں ایک  
دوسرے کی جگہ جہاں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من و  
وین منم کا ندر میان خاک و خون بینی سرے و یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کا ندر میان الخ کہدیا  
جائے باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں انتہیٰ حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس واسطے پر محفل ہوئے جاتے  
ہیں کہ واسطے کہ یہاں اسمائے اشارہ میں بعد و قرب کا لحاظ نہ کیا جائے تو اس دلیل گلستان فصاحت  
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہ جاتا ہے کیونکہ یہاں آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت دکھلائی جو ایک  
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلا دیا کہ خاک و خون میں ملنا سیدان سے  
نہ ملنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمید ہے ثنائی تفرقہ کے لئے یوں کہدینا مفید نہ ہوگا کہ شعر مشہد  
بین آن کو بجائے این اور این کو بجائے آن رکھ دین اور آن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنس پر  
اہل معانی کے نصوص دال ہیں مراد رکھی جائے وہی خوبی و صفت ثنائی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی  
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسمای اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے مفید ہونا  
مخص وہم ہی جانتا چاہیے کہ یہاں قرب و بعد امتداد فاصل بین المشرق و المشرق الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہو  
اور یہ کمی و زیادتی امور اضافیہ میں سے ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکا حال ضمن میں بیان رقم کے بیان  
ہوگا اور اسکی کوئی حد معین نہیں جس سے ہم حکم لگا دین کہ یہاں تک اشارہ قریب ہے یہاں سے  
بعید۔ بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے۔ بعض  
وقت باوجود خایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آئے اشارہ قریب پر حرف تصغیر بڑا کر جو برائے اشعار  
صغر فاصل ہے اینک کہہ دیتے ہیں سعدی رح شہر اگر شہ روز را گویشب ست این و بیاید گفت  
اینک ماہ و پروین و یعنی کہنا چاہیے کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے  
ہیں کہ کوئی شے انکے دیکھنے میں حائل نہیں ایسے قریب ہیں کہ ہتیلی پر دھرے ہیں۔ اور نیز قریب  
و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونوں میں ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے کچھ نزدیک و دور فاصلے

اسم اشارہ قریب

قریب و بعید



سے دو کتابیں الگ الگ رکھی ہوئی ہوں ہکو نزدیک کی کتاب سنگو انی منظور ہے لانے والے نے دور کی کتاب اٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کر کے کہینگے انرا بگزار این را بیا ریہ مثال قرب و بعد امتداد مکانی کی ہے اسطرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام حادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت باہمی بیان کریں تو این حادثہ ازان واقعہ از بس عظیم ست کہیں گے یہ امتداد زمانی کی مثال ہے اس عمومیت میں اینک مصغرہ بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر مشارالیه سے نیاز کر دیا گو یا بجائے مشارالیه یہی کاف تصغیر ہے پس اتنی بات میں یہ مصغرہ اپنی اصل سے مناز ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ و پروین مثال قرب زمانی کی عرفی کہتے ہیں شعر اینک بزبان رساندم از دل پتا داغ کنم دل سمارا اسکا مخفف نک بھی مستعمل ہے مولانا سے روم ہدیہ کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان میں فرماتے ہیں شعر گر بہ بطلانت و عو کر دم پ نک نہادم سر بر بجز از گردنم پتا دہے کہ اسماء اشارہ اپنے مشارالیه کے ساتھ جمع ہو جایا کرتے ہیں بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعوں کے ساتھ نہیں جمع ہوتے جیسے آن مرد و این زن کہتے ہیں اور مرد نہیں کہتے مان تقدم ضمائر اپنے مرجعوں پر خصوصاً فارسی میں مطلقاً جائز ہے سعدی کا شعر ہے شعر نہ عجب گرفتار و نفش پ عند لب غراب قہم شش پ اور تعاکس مصرعین مردی و عیون عری کا شعر ہے شعر شائل تو نوید بنور سان چمن پ زبان کلکش ازان گشت گلشنان ز گس پ اسماء اشارہ جب اپنے مشارالیه کے ساتھ ہوتے ہیں تو علامت جمع ان اسماء پر نہیں آتی مشارالیه پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان و این کتابا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشارالیه ایک جگہ جمع پڑتے ہیں بسبب اتحاد کے بمنزلہ شے واحد کے بجائے ہیں اگر یہ اسماء اشارہ بغیر مشارالیه کے تنہا ہوں علامت جمع انہیں پر لائی جائیگی جیسے آنان و اینان اکثر ذوی العقول کے لئے آہنا و انہا اکثر غیر ذوی العقول کے لئے شعر شراب لعل کش و رو سے منہ جبینان میں پ خلاف مذہب آنان جلال اینان میں پ اشارہ اور مشارالیه کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہیں کسواسطے کہ صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور ترکیب فارسیہ میں خصوصاً کیونکہ اس میں ایک فک علامت اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ترکیب کو بدل بدل منہ کہا جاوے یا تمیز میں کسواسطے کہ اسماء اشارہ مبہمات

اسما اشارہ اور  
مشارالیه پر اضافہ جمع  
لائے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسما اشارہ اور  
مشارالیه پر اضافہ جمع  
لائے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسما اشارہ اور  
مشارالیه کی  
ترکیب کوئی

نظامی یقینی

دی پاد و پاد  
اور کم کا باب الامتياز

سے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ نکات فارسی کے وانا بہار فرزانہ فرماتے ہیں کہ ام بالکسر اشارہ قریب کے لئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا ازمنہ ثلثہ روز و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کسی طرح دل کو نہیں بھائی مان یہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ مستقل ظرف ہی دسی و پار و پیر کی طرح جیسے اردو میں آج اور کل اور اب اور پرسوں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دسی پار پیر جائز الاتصال ہیں اور لفظ ام ازمنہ ثلثہ سے منع الانتقال اسوجہ سے ضامراً متصلہ کی طرح تحقق میں غیر مستقل سمجھا جاتا ہے یوں ہی معنوی قدس سرہ شہر اے زنان با طفلکان میدان رویدہ تاز بخش شہاے شہ شادان شویدہ + آنچنانکہ پار مردان رارسیدہ خلعت و ہر کس ازیشان زر کشیدہ + ولہ رحم شہر بردشاہ شہر سوی شہریار + برانید بخشش و احسان پارہ + ولہ رحم شہر جنگ میکردند حالان پریرہ + تو مکش تا من کشم حلس چو شیرہ + شاید کہ کو اپنے اردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات بھی کہتے ہیں حالانکہ اردو میں جیسے اس سال کہتے ہیں ویسے ہی اس سال بھی کہتے ہیں ورنہ ترجمہ انکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظرف ہیں نہ اسم اشارہ دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات میں قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سبب اخیر کے زمانہ کو کہیں بلکہ ہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کریں پھر حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب جانکر این کے ساتھ اشارہ کر سکتے ہیں یہ بات ام میں متصور نہیں خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر ہے غرض میں نے ہر نیت تشیخذا زمان بتدیان مقتضای قیاس کو ذکر کر دیا کہ ام کا ان وجوہات سے اسم اشارہ قریب ہونا سمجھ میں نہیں آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر فاضل ہے اسکی تصحیح قول میں ایک تاویل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض اساتذہ قدیم کے کلام میں لفظ ایہہ بجائے این یعنی اسم اشارہ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی مشروانی فرماتے ہیں شہر پس گو کا یہ ہمہ آدمی اندہ آدمی نیست شیطان شیم ست + یعنی پس گو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شہر ایہہ گو کہ آسمان اہل بیرون نمی دہد + اہل چونامد از عدم چیست گناہ آسمان + یعنی این گو کہ آسمان لایق و شایستہ کسان بیرون نمی آرد اے پیدائشی کند الخ پس اس لفظ میں جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدہ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اُسپر

ایہہ بجائے این  
مستعمل ہےلفظ ایہہ کی  
حقیقت کیا ہے

ہائے محقق کی زیادتی سے ایسے کہنے لگے جیسے کام سے کام وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل  
یعنی ایسے خلاف اصل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں تخفیف کرنی چاہیے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے  
مزید علیہ کو اپنے کلام میں استعمال کیا انہوں نے اسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ  
جو بجائے وعامہ زائدہ واقع ہے حذف کر کے اُم کو اپنے کلام میں برتاؤ عرض اس مبدل کی دونوں طرفین  
رواج پانچین مگر حالت وسطی یعنی اُیم تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ میں چونکہ تخفیف لگائی  
تھی معنی میں یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ اُم کو ازمنہ ثلثہ روز و شب و سال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت  
بیدل رحمہ اللہ نے شام و صبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت اشب کا اطلاق شب گوشتہ پر بھی  
آتا ہے کس لیے کہ شب گزشتہ آج کے دن کی (جس میں اسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری  
کا شعر ہے شعر تاروز مکیدم سر انگشت حلاوت و زان قند کہ اشب ز شکر خند شکستم و امیر خسرو در شعر  
تو شبانہ می نیائی بر برکہ بودی اشب کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد و جس طرح شب بقرینہ مقالہ  
بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے شعر آنکہ شب داد تو بہ ام ز شراب و اشبم باز دیدت و خواب  
اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانہ حال مستعمل کرتے ہیں شاپور کا شعر ہے شعر  
ہو با خوش ست چو طائوس گلستان مست و جہان از دست کہ امروز در جہان مست و عرفی شعر  
دیوانگی محبت تو و کامروز مسلمست مارا و چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ و وقت بولا جاتا ہے صاحب  
شعر شبے کہ جلوہ کندے بجام ماصائب و سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما و سیاہ روز میں اگر روز  
بمعنی مطلق وقت نہ لیا جائے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنوں میں رکھیں پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی  
شب میں کیا مناسب ہوگی۔ اسی طرح آبروے متاخرین شیخ علی خزین کا شعر ہے شعر روزیکہ  
حجت از خلق خواہند و قیامت و رے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت و رنہ قیامت کا تو ایک  
ہی دن ہے پھر فریکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی نے فرماتے ہیں شعر بروز جوانی و نوزادگی  
و زدم لاف پیری و افتادگی و فردوسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں شعر  
ہمہ مردم مصر پیر و جوان و ہمہ شان بدل در ہمیز و گمان و کہ اے کاش این بندہ بخیرے و شب و  
روز ہر روزے دیدے و اے ہر وقت دیدے۔ واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔

شب کا اطلاق  
پر گزشتہ پر بھی

شب کا استعمال ہے  
نظیری کا شعر ہے

روز بمعنی مطلق  
وقت و زمانہ

شعر کا بیان اور  
تفسیر اور ترجمہ

تیسرا ضمیر اور وہ ایک اہم ہے جو بوجب وضع شکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک اختصاً

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان کے وقت بجائے اس مرجع کا مقدم کے اسیکولتے ہیں جیسے نظامی رحمہ شہر شہ از کار دار او پیکار او پسخن راند و پچید و کار او بعض وقت یہاں تک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہیں فقط اسکے منہ می مراد ہونے پر کفایت کرتے ہیں اور یہ عمل ضماائر مرفوع و منصوب و مجرور سب میں جاری ہے اول جیسے سعدی ج فرماتے ہیں شہر گفتم کہ گلے پچیم از باغ پ گل دیدم و مست شد بوی پ  
 اے مست شدم۔ ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی <sup>۱۱۲</sup> شہر وان یکے انشان گرد از رخت او پ  
 وان یکے بوسیدتش راورد پ اسے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رحم کا شعر ہے شہر دیدہ سعدی و  
 دل ہمراہ تست پ تانہ پنداری کہ تنہا ہے رومی پ یعنی دیدہ سعدی و دل او۔ پہنے بطریق راز اور بھید  
 ایسے کہا کہ تانے اجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو و اصل یہ امر درست ہے کہ سوا سطلے کہ من و تو گو کہ  
 اخص الخواص ہیں لیکن بہ نسبت زید عمر کے ان میں ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ شخص من و تو بننے  
 کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجائے نام یہ لکھ دیوے کہ اس خط کا لکھنے والا  
 میں ہوں آپ اسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا ہوئے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلاں ہی  
 اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا  
 بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں انا انا فرمایا یعنی میں تو میں  
 بھی ہوں اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہیں کہ تم فلاں ہو بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون ہوں  
 اسقدر ابہام ان میں نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضماائر اکثر اپنے  
 سابق الذکر مرجعوں کی جانب ناظر ہوتے ہیں یعنی منظور و مقصود ضماائر انکا مرجع ہے اور وہ انکے ابہام  
 میں ایسا سا گیا ہے جیسے جی میں راز تخم میں درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل  
 رکھتے ہیں بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے مان و ہم جاتا ہے کہ ضماائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم  
 کا مجاز و مجاز ہو سوا سطلے کہ لفظوں میں انکا کوئی مرجع نہیں ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو انکے  
 کمال حضور و عینیت کے ظاہر کرنے کے لیے مرجع کو ذکر نہیں کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام میں کوئی  
 غمق معلوم نہیں ہوتا چنانچہ دیکھیے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت کرے و زید  
 اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با دے مخالفت کرے و زید و ضمیر میں اور مرجع دونو جگہ

ضمائر میں بہ نسبت  
 اسما کے ظاہر خفا  
 و ابہام ہے

ضمیر کی روشنی  
 وجہ



موجود ہیں مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہیں لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونوں میں برابر رہے گا والد تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر میں سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس میں بھی مرفوع اور اسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس میں بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہ اول الاول ہے جب واضح ہے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جو وقت مبتدا کے ساتھ (جو دراصل اُس فعل کا سبب اور مصدر یا نائب مناسب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل میں ایک شے کو پاتے ہیں کہ وہ اُسی فعل کے سبب واحد غائب کو بتلاتی ہے جس کے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہیں لیکن ظاہر میں اُسکا کوئی وجود معلوم نہیں ہوتا صورت نظر نہیں آتی باطن اور درونہ فعل میں ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ میں بلکہ جیسے بھید دل میں پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسب تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال نیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقی ماندہ جمع غائب و حاضر و متکلم و مطلق کل منصوبات و مجرورات کی ضمیر میں ہی کہلاتی ہیں گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہیں لیکن اسی کی اخوات ساری ہیں نقل کے لئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہاں یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ از روئے استقلال و استغناء عن الاتصال مشابہ اسمائے ظاہر کے ہیں لہذا یہ مستحق اولیت ہونی چاہئیں میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن با این ہمہ بیان وجہ تسمیہ میں ضمیر ستر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینوں نوع میں نوع اسم شرف اولیت و اولیت سے ممتاز ہے بعد از ان اقسام اسم میں اسم منظر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان میں بھی فاعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیے جاتے ہیں پس جبکہ ہم نے اس قسم خاص یعنی اسم منظر کو سبب کسی فعل کا بنایا اور اُس کے ساتھ اُس کے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ سبب کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ میں بھی باقی رہے جیسے سَرِ پَدِ خَرَبِ مین پس ہم نے اسی اول مرحلہ میں فعل کے اندر ایک ضمیر ستر غائب کو رابطہ و منظر سبب پایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فاعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہیں اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسی طرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہو گئے ربط و تعلق کے لئے ایک ضمیر ان افعال منورہ میں ضرور لاتے ہیں تا معلوم ہو جائے کہ یہ

ضمیر کی تسمیہ  
تسمیہ اولیٰ  
کے صیغہ واحد غائب  
کی تسمیہ کا  
سبب غائب پر تقدم

جو ایک سبب کہ ضمائر  
منفصلہ بوجہ مناسبت  
با اسمائے ظاہر  
تقدم اور اولیت  
کے مستحق ہیں

فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و مکالم غائب میں سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی مقدمہ جس کو اہل عرف مبتدا کہتے ہیں غائب ہوں اُس ربط مضموم کو جو منظر صنف فاعل تھا غیبیوت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے ہیں تا غیبیوت مبتدا بخوبی متحقق ہو جائے کہ اس واسطے کہ اس سے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہیں اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہیں نہ حاضر نہ مکالم ایک درجہ اطلاق میں ہیں البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہوگا اسی وجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہیں شرف خطاب میں ہوتے ہیں چنانچہ جواب ندا کی خطابی ضمیر میں اس امر کو مبرہن کرتی ہیں لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہمنے اپنے رسالہ زرشست افشاژین مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجائش نہیں رکھتا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کی طرف اور ضمائر مجرور عام ہیں خواہ فاعل کی جانب انکار جوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب میں مضاف الیہ یا مداخل حرف جار بنے رہتے ہیں چنانچہ امثلہ آتیہ سے انکا حال بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے۔ لیکن فارسی میں تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمائر قبل الذکر کہتے ہیں عمدہ میں ہوا بفضلہ میں مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ میں جائز نہیں رکھتے۔ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شہر چو بام بلندیش بود خود پرست و کند بول و خاشاک بر بام پست و ولہ شکم تابنافش بر بند مشک و قدح را برو چشم خونی پر لاشک و عرنی شہر نظر بہ بخت حسودت کشادزان او یافت و سپیدی مژہ در بد و غنفلان گرس نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہو جاتے ہیں اس باب میں تخصیص ضمیر واحد مکالم کی کوئی سمجھ میں نہیں آتی شہر صلاح کار کجا و من خراب کجا و بین تفادیت رہ از کجاست تا کجا و نظامی شہر چو برستی تو من بست راے و بے حجت انگیختم و لکشاے و کبھی علامت انصاف کو بظہور حذف بھی کر دیتے ہیں خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے شہر بادشاہ در بہار دولت من بینوا و ہستم آن بلبل کہ چو غنقا ست مثل من عدیم و حیاتی گیلانی شہر چنانچہ بخش دیوانہ بہت بر جاہش و بخاک پایش من بندہ آرزو مند م و مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے شہر عشق گلشن

اس سے ظاہر غائب قرار دینے کے ہیں واصل نہ غائب ہیں نہ حاضر نہ مکالم

ضمیر جمع پر مقدم ہو جاتی ہو

ضمیر مطلقاً صحت واقع ہو جاتی ہے تخصیص و جمع کی کچھ نہیں

رسوائی باید نامان یک گل داغ جنون بر سر مجنون زده است ہ مولوی معنوی قدس سرہ شہر دزورا  
از بانگ تو بگزاشتم ہ من تو خرا آدمی پنداشتم ہ نظامی ہ شہر چہ باید رصد گاہ دارا شدن ہ  
بجز یہ دہی آشکارا شدن ہ شماریرکان از سر یادی ہ چہ گوئید چون باشد این داور سی ہ اور  
شاہنامہ میں جو اوشوز تخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک  
جمع ہونے سے او بمعنی آن کہد یا یہ مساحت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گریوز و افراسیاب کی  
تہنیز و تکفین کے بیان میں لکھتے ہیں شہر بخوابانڈش پس برافراز تخت ہ بگریہ فراوان براوشوز تخت ہ  
اے برافراسیاب کہ شوز تخت است ۔ بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہیں یا تو  
اس لئے کہ مطابقت کا خیال نہیں کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہیں  
فیضی فیاضی کا شعر ہے شہر از کنہ کمال او چہ یابیم ہ ماہ محمدان آفرینش ہ حیاتی گیلانی ۔ شعر  
یاد آن وقت کہ باد شدہ رایارے بود ہ ہر کے را بسر کوے کے کارے بود ہ اور یہ متصل متفصل پر قسم  
ہوتی ہے متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر متعل ہوا سیوج سے اُسکو غیر مستقل کہتے ہیں ۔  
متفصل وہ ہے کہ علیحدہ بھی متعل ہو کس واسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان میں سے تین  
قسم پر ہے اسواسطے کہ ضائر یا سند الیہ اور مسند واقع ہوتے ہیں یا مفعول یا کسی جار کے تحت میں  
اگر اول ہے مفعول کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور ۔ واضح ہو کہ یہ نام مجوزہ اہل عرب میں ایسے  
کہ ان کے مان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہو

### جدول المصمرات المرفوعة المتصلة

| جمع غائب    | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-------------|-----------|----------|------------|-----------|
| ن د         | می        | می د     | م          | می م      |
| مثلاً گفتند | گفتی      | گفتید    | گفتم       | گفتیم     |

ضمیر واحد غائب کہیں مستتر ہوتا ہے جیسے ماضی کی بحث میں کہیں بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع  
میں اور وہ دال ہے قبل مفتوح جیسے کند گوید میں اُسکو اسلئے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ دال یا تا پر  
ہونا واجب ہو پس اگر یہ دال ضمیر غائب بھی اُس پر اسلئے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع  
کی وجہ سے جو ثقلت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی ۔ جانتا چاہیے کہ ہم نے ثقلت عامہ کو محذور

ضمیر جمع غائب  
صفت جمع غائب  
جمع غائب

ضمیر کی تعلیق

ضمیر متفصل کی تعلیق

ضمیر واحد غائب  
مرفوع متصل کا  
استعارہ و بروز

شعر ایسا ہے نہ ثقات مطلقہ کو تا مختصر شدن کے ماضی شد و گشتن کے مضارع گردو کو بطریق لفظ  
پیش نہ کرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقات برسی تھی تو ستمدین جو ماضی شدن کی ہے اور گردو  
میں جو مضارع گشتن کا ہے کس لیے اختیار کی گئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو زبردست افشار کی بحث مطلق  
میں ملاحظہ کریں۔ اور جاننا چاہیے کہ ان ضمیروں کو بقربینہ مقام مقدر بھی کر دیت ہیں۔ سعدی رح شعر  
گفتم کہ گلے پیم از باغ و گل دیدم دست شد بوی و نظامی رح شعر نیا دروم از خانہ چیزے نخست  
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست و شعر القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود و در باز کرد و باز بہ بست از بس ستواڑ  
ہاتنی رح شعر اگر من ہر اسان شدی از سخن و نامدی مرا در جہان ہیچ بن و جامی رح شعر بجائے نیل من  
بودی چہ بودی و زبا پوشش من آسودی چہ بودی و اگر غور کیجئے تو تسلیم حذف جز و مقدر بہ سے بلا ضرورت  
کلام میں نقصان ماننا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت الثفات ہے رہا بعض شرح گلستان کا  
غیبت اور الثفات میں عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ تہطوح ضمیر اور مرجع میں باعتبار افراد  
وجہ اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کمی کا لحاظ نہیں کرتے۔ حزن کا شعر ہی  
شعر شکر چہ گویم اے مرزا ہے دراز دست و نگزاشتی بدست کسے اختیار من و شفائی کہتے ہیں شعر  
خوبان صفہاں چو شفائی پسند نیست و خیزم ازین دیار بشہر دگر روم و جامی قدس سرہ فرماتے ہیں  
شعر پرستاران پرستاریش کردی و ہوا داران ہوا داریش کردی و نظامی رح شعر  
ملوک طوائف بہر مان او و کمر بستہ بر عہد بہیمان او

### جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| ش         | شان      | ت         | تان      | م          | مان       |

جاننا چاہیے کہ تا قبل ان ضمائر متصلہ کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش  
وکت کو کسور الادل پڑھنا جیسے اکثر ہندوستان میں مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے  
کہ فتح کے ساتھ پڑھیں اسلئے کش اور کت اصل میں کہ آتش اور کہ آت بقیاس سائر ہزات مضمرات  
جو بعد ہائے مخفی کے تحمل حرکت کے لیے لائے جاتے ہیں بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے  
کاف ہمزہ کو اگر اس ضمیری نش یا یا میم کو چہ دکہ کے ساتھ وصل کریں تو وہ ہائے مخفی جو بضرورت اتمام

ضمائر و فاعل متصل کا  
بقربینہ مقام مقدر ہونا

بیان الثفات

ضمیر و مرجع میں  
بھی مطابقت کی  
کا لحاظ نہیں ہوتا

ضمائر متصلہ کے  
جہاں قبل سے  
فتح کو لکھو



کلمہ مثل داو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کٹ اور کم بالفتح رہ جائیگا نظامی  
 شعر بہر چش رس ساز گاری کند و فلک برستیزندہ خواری کند و خسرو و ششمر این قدم حصہ دین  
 ملک ہست و کم نرد سوے دگر پایہ دست و اسے کہ نرد و ستم امیر خسرو و ششمر بیشتر از جنبش این دار و گیر  
 باعث بود مراد و ضمیر و کم نہر رودست بران در شود و کین شرفم نرد و میسر شود و اسے و ضمیر من کہ مر از چہ  
 بران در رسیدن میسر آید۔ غالب شعر منم کم بود و طراز کلام و شہنشتہ پیمبر سپہد امام۔ یہ تعلیل تخفیف  
 بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور لون نافیہ لایا جاتا ہے تو کراؤ  
 نز بالفتح پڑھتے ہیں۔ سعدی رح شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر بتافت و بہ ہر در کہ شہر عت نیت  
 خسرو و ششمر گرسنہ زانی کہ درین تنگناے و نان ز ملک مے طلبی نر خداے و چنانچہ مخفف نیز اور  
 نافیہ میں ماہ الامتیا زہی فتح قابل و کسر قابل ہے پھر کش اور کٹ اور کم میں کسرہ کی وجہ تشفی بخش نہیں  
 نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع میں جہان کہین یہ ضمیر من وصل پاتی ہیں انکے  
 قابل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمش قلمت قلمم کتابش کتابت کتابم وغیرہ چنانچہ  
 بعض مقنین نے شین مصدری اور شین ضمیری میں ماہ الامتیا ز کسر قابل و فتح قابل شین کو رکھا ہے  
 دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش و کٹ بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس  
 خیر اولی ہے لیکن گزرا بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اس واسطے کہ یہاں سے کوئی ہمزہ مفتوحہ حذف  
 نہیں ہوا تبض وقت اس ہمزہ کو بحال رکھ کر بوجہ کسر قابل یاے تحتانی سے بدل دیتے ہیں جیسے حسیت  
 و کیت میں لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہ جاتی ہے اور بعض وقت کیت و حسیت  
 کے ہمزہ کی طرح ساقط ہو جاتی ہے ہر دو کی مثالیں حضرت مولوی معنوی کے اشعار سے واضح ہے  
 شعر مادرش از خشم گفتش بن خموش و کیت افگندہ این شہادت را بگوش و ولہ این کیت آموخت  
 اسے طفل صغیر و کہ زبانت گشت و طفلی جریر و واللہ تعالیٰ اعلم۔ اشلہ منصوبہ متصلہ ضمیر مکے مولانا جانی  
 شعر بہر ہقائیش اگر داری مسلم و بدان ماند کہ کوئی روح اعظم و ولہ مدہ شان قرض و ستان نیم جبہ  
 فان القرض مقرض الحبہ و ولہ مے عشقت دہر گرمی وستی و دگر انفسر دگی و خود پرستی و فردوسی رح شعر  
 اگر راستیتان بود گفت گو و بہ نزدیک منتان بود آبر و دگر ہیچ کڑی گمانے برم و بزیر پے پستان بسپر  
 سعدی رح شعر در بلخ آدم زان ہمہ بوستان و ہی دست رفتن سوے دوستان و او دین آدم را۔ ترکیب نجوی اس شعر

کلمہ مثل داو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کٹ اور کم بالفتح رہ جائیگا نظامی

نظامی نامہ فارسی

شین ضمیری و مصدری

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل گزرا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل گزرا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل گزرا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل گزرا

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم پہ ذوالحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوئے دوستان مضاف مضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ ز۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ سبیل منہ۔ ہمہ بوستان مضاف مضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع سبیل منہ کے ز کے ساتھ مربوط ہو کر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر تم۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہیں گلستان میں ہے۔ دشمنان اسیر آمدند۔ یعنی دشمن قید ہو گئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اسکی خبر مثال جمع کی فردوسی رح شعر بایران بمر دان نخواند مان و زنان کمر بستہ داند مان و مثال مجرور متصل ضمیر ون کی جیسے کتابش قلت کا غزم۔ جانا چاہیے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیر ون کو جمع کی منفصل ضمیر ون سے استعارہ کر لیتے ہیں یعنی یہ متصل ضمیر ون لفظاً و معنی منفصل ضمیر ون کے قائم مقام متعل ہو جاتے ہیں۔ فردوسی رح سورہ یوسف کی شان نزول میں لکھتے ہیں شعر پیمبر چنین گفت کا این استان و کہ شان من شفیع برغیب دان و اے اوشان رامن شفیع۔ اور متعل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہوا ہی من شفیع شان ہستم۔ مولوی معنوی رح شعر از سود وزخ بزنجیر گران و میکشم تان تا بہشت جاودان و در نہ رسم لحظ میں اپنے قابل سے منفصل لکھا جانا درست نہ ہو گا کش کطیح کشان من شفیع الخ اور می کشت کی طرح می کشان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ مسئلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تیس جو بجائے منفصلہ متعل ہوئیں اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئی ہیں ہم آگے بیان کرینگے جیسے بیان شان بدیدہ فرق لنک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کمرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال میں لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مجرورہ متصلہ کے اسلئے کہ واحد کی متصل ضمیر ون یک حرفی ہوتی ہیں بلا استناد کسی کلمہ کے انکا تنہا آنا ممکن نہیں اسقدر استقلال ان میں پیدا ہونہیں سکتا کہ وہ بجائے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح متعل ہوں اسد واسطے در صورت اضافت ان کے مضافون پر سے علامت اضافت و جوباً ابدلاً اٹھالیجاتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر انکا بروز و ظہور نہیں ہوتا تو یہ دوسری شے کیلئے خود سہارا اور استند کی بن سکتے ہیں پس تست اور تش کو تو است اور تواس کا مخف سمجھنا چاہیے

آمدن کے فعل ناقص ہونے پر شواہد

مجرور متصل ضمیر ون کی مثالیں

ضمائر جمع متصلہ کا بجا منفصلہ ہونا

ضمائر منفصلہ کی مثالیں

تست اور تش کو است اور تواس کا مخف

جیسے ترا تورا کا اور مرا من را کا مخفف ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان ضما ئر منفصلہ میں آئیگا۔  
 ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا سے روم کا شعر ہے شعر نے خودی  
 نامہ بخودش خواندہ و اختیار از خود نشدش خواندہ۔ اسے تو اور خواندہ۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل  
 منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہنچانے  
 کے داستان میں کہتے ہیں شعر بگفتش بدان شاہ کشتہ پسر و پیام دوست ز زند بیدار گز  
 اے بگفت بدان شاہ۔ ولہ چو اورا بدیدش جہان شہر یار و نشاندش بر خویشتن نامدار و  
 چو اورا بدید ولہ چو شاہ آچنان دید برپاے جت و گرفتش سر و دست رستم بدست و اگر گرفت  
 سر و دست رستم۔ اسی طرح ضمیر متکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ  
 اخیر میں آئیگا۔ اور یہ ضما ئر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہیں کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف  
 بنجاتی ہیں بخلاف ضما ئر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہیں جیسے  
 مولانا جامی کا شعر ہے شعر کنیزان را بہ پیش او پیا کرد و بچہ دست سرو بالا شان دو تا کرد ولہ  
 ز شیرینی دما نشان در شکر خند و ز لعل در رہمہ بر مو کمر بند و جنگ سکندر و نورین فردوسی  
 فرماتے ہیں شعر نوازش کنون من با فزون کنم و ز دلتان غم و ترس بیرون کنم و سنائی شعر  
 از دست توشت برومانان خوردن و خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن و مولوی معنوی رح شعر  
 آتش گوید ہر دو عالم آن تست و جملہ جاہانمان طفیل جان تست و کبھی انکے مضاف پر علامت اضافہ  
 لے آتے ہیں یعنی انکو بجائے منفصل استعمال کرتے ہیں۔ مولانا جامی شعر میان شان چو دیدہ  
 فرق اندک و بعینہ ہر یکے چون آن در یک و کبھی تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل  
 مستعمل ہوتے ہیں۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ز چینی بخوید کسے مروی و کہ جز صورتے نیست  
 شان آدمی و اسے او شان آدمی۔ امیر خسرو رح شعر درو متاع من و با من بخوش و شان بزبان  
 آدمی و من خموش و اسے او شان بزبان آدمی۔ غالب دہلوی شعر با من این خشم و کین  
 در بے در بے و من چنان تان چنین در بے در بے و اسے من چنان شمش چین۔ دائر لغت  
 اعلم بالصواب۔

جدول ضما ئر مرفوع و مجرور منفصل

ضمیر متکلم مع الغیر  
 و کبھی لائی جاتی ہے

ضمیر متکلم مع الغیر  
 و کبھی لائی جاتی ہے

کبھی علامت اضافہ پر عمل کی جاتی ہے

بعض ضما ئر منفصلہ کی طرح  
 متبادلاً استناد مستقلاً نائب  
 مناب ضمیر مرفوع منفصل  
 مستعمل ہوتے ہیں  
 کے طور (صبر تاراں دفر  
 اشارہ و پیش توت  
 ای ایش علایق)۔ من  
 ای ایش بجائے ای ایش  
 بے نقصانے ضرورت  
 نہیں ہے۔

| واحد غائب | جمع غائب      | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|---------------|-----------|----------|------------|-----------|
| او - وے   | اوشان - ایثان | تو        | شما      | من         | ما        |

جیسے گفت اور یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت میں ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مجرور۔

### جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

| واحد غائب          | جمع غائب          | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|--------------------|-------------------|-----------|----------|------------|-----------|
| اورا - ورا - وکورا | اوشانرا - ایثانرا | ترا       | شمارا    | مرا        | مارا      |

جاتا چاہیے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُومی کا مخفف ہو اور اُومی میں یاے تختانی اُسی قسم کی ہے جو بعد مدّ تین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت میں آئیگا فروسی رح فرماتے ہیں شعر ہر آنکس کہ از راہ یزدان بگشت و ہمان عہد اُومی وہمان باد وشت و یعنی عہد او باد وشت ہر دو برابرست۔ ایضا در حمد سراید شعر از و شادمانی و زو مرمومی ست و ازویت فروئی زویت کمی ست و سعدی رح شعر چنویے خرومند فرخ نہاد و ندار و جهان تاجہانت یاد و اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اُومی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنویے مخفف ہے چون او کے غرض اُسی اُومی میں سے جب الف حذف کیا گیا و اوساکن رگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دیکھی کیونکہ وہ اخف الحركات ہے۔ سعدی رح شعر بگفت انچہ دید از کر مہاے وے و شہنشہ ثنا گفت برآل طے و اہل توران بہ نسبت او کے وے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں اسبطرح جب ضمیر منصوب اُورا پر سے الف گرا دیا جاتا ہے ورا بالفتح کہا جاتا ہے اسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے راثر این جو مخفف تور ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اُومی میں جیسے الف حذف ہو کر دمی رگیا اُسی اُومی میں سے و او حذف ہو کر اُومی بالکسر رہا جاتا ہے لیکن الف کا ضمیر بجاوت یاے تختانی کسرہ سے بدل دیا گیا چنانچہ اُسکی جمع ایثان مستعمل ہے۔ جامی قدس سرہ شعر نئی دہم کہ با ایثان چہ کین دشت و کہ زیر خاکشان آسودہ نگزشت و یعنی ان دونوں قسموں کے تخفیفی صیغوں میں یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف میں آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جسکا اخیر تخفیف میں آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جاے اور کاف نقصان۔

ضمیر واحد غائب دی کی تخفیف لفظی اور اسکی ضمیر جمع غائب ایثان کی تخفیف لفظی کی بہ نسبت

ضمیر جمع غائب ایثان کا بیان



حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول میں تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی میں تکمیل لفظی ہوتے  
حذف واو کو حذف انفراس لیے قرار دیا کہ یہاں یا سے بعد دراصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ  
ان دونوں تخفیفوں میں بمنزلہ جو ہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہو گیا اور نیز اشترک السند پر نظر کریں یہ  
امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے عربی میں ہو اور ہی پس او اور ای اوسی ہو وہی کا بدل ہو  
اور مے ہو زکا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اس طرح ہندی میں وہ اور یہ اوسی ہو اور ہی کا قلب  
ہے ان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہو اور ہی میں فرق ہے اور او اور ای  
میں اس قسم کا فرق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضمائر منصوبہ مفردہ میں سوائے او و اویرا کے حاضر و شکم میں صیغہ غفہ کا استعمال اکثر ہے  
صیغہ اصل شاذ و نادر برتے جاتے ہیں۔ سامعانی سہدانی کا شعر ہے شعر بسکہ حادث دل من  
بجوت باشد و نگزم گر ہمہ انگشت ندست باشد آگاہ ہو جائیں کہ ضمائر منفصلہ فائیدہ بحسب اصل  
ذوی العقول کی ضمیر میں ہیں لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیے استعارہ کر لیتے ہیں  
نظامی رح کا شعر ہے شعر می کو مرارہ بمنزل پردہ ہمہ دل برند او غم دل بردہ لیکن میرے نزدیک  
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اساتذہ اہل زبان سے دونوں موقعوں پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت  
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح شعر مہندس بسے جوید  
از رازشان نہ اند کہ چون کردی آغاز شان و مگر جب انہر کوئی رابطہ وغیرہ آجاتا ہے تو اس کے اتصال  
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر متقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہیں پس ان متصل ضمیروں کی طرح ذوی العقول  
وغیر ذوی العقول ہر دو میں بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہیں۔ سعدی رح شعر ترسد خردمند  
ازین بحر خون و کز کس نبردست کشتی برون و ولہ چو رخ ما بشیرینی اندودہ پوست و چوباش کنی  
استخوانے در دست و مثال وے کی ولہ در خرمی بر سر اے بہ بند و کہ بانگ زن از وے بر آید  
واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ ان مواضع میں متعل ہوتے ہیں کہ جہاں زبان اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے یہ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اول کو معنی خود کہنا  
میں پسند نہیں کرتا اس پر طرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہیں یہ خلاف تفحص ہے ظہوری شعر  
ہند غور ہر طرف داسے ز تارش و کران رو پر تو سی گرد شکارش و سعدی رح شعر ترا کے میشود ہنقیام و

اشترک السند  
اور ای اور او  
ہی اور وہ اور یہ

من رازشان  
ضمائر منفصلہ کا  
غیر ذوی العقول  
لے استعارہ کر لینا

ضمائر متصلہ  
کا ایسی جگہ استعمال  
جہاں اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے

کہ بادوستان خلاف ست و جنگ ہے سعدی رح شعر چمن نام مردم بزرشتی برم و گویم بجز غیبت مادم  
 اسی معنی میں ضمائر منفصلہ بھی متعل ہوجاتی ہیں۔ نظامی فرماتے ہیں شعر چو خاقان خبر یافت از کار او  
 کہ آمد سکندر یہ پیکار او و لہ بدانت مانی کہ در راہ او و بدان حوضہ چینیان چاہ او و خسرو علیہ الرحمہ  
 فرماتے ہیں شعر چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست و از در گے پرس کہ عیب تو چیست و نظامی رح شعر  
 چنان گرم کن عزم را یم تو کہ خرم دل آیم چو آیم تو و فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی  
 کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ از من ندیم ترا کتھڑاے و بیارائے این پردہ مادرے  
 غرض اس معنی میں تخصیص ضمائر متصلہ کی بجائیں کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہیں  
 مولوی معنوی قدس سرہ الغریز کا ارشاد ہے شعر گفت پیغمبر صباے زید راہ کیف صحبت اے  
 رفیق با صفا و گفت عبد امونا باز او ش گفت و کونشان از باغ ایمان گر شکفت و لہ او گریزان و اکا  
 اندر پیش و مید و دچو دید ویرانی ویش و لہ روغن اندر دوغ پنهان میشود و ہر چہ می سازی  
 تو اش آن میشود و لہ کہ اگر حق ست او پیدایش کن و در نیاشد حق زبون ماش کن و لہ دیدہ  
 عقلت بد و بید و ن جہد و طعن اوت اندر کف طاعون نہد و سعدی رح شعر اکیہ شخصے سنت حقیر نمود  
 تاد رشتی ہنر نہ پنداری و اور بعض مواضع میں لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے  
 ہیں جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر سخن بر بد یہ نیاید صواب و بوقت خودش دادہ باید جواب  
 اسکا بیان بحث حرف میں آویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ شانہ و

ضمائر منفصلہ  
 متصلہ کا لا بابت  
 جاننے

لفظ خود ضمائر  
 متعلقہ کی

مطلقاً ضمائر  
 متعلقہ کا لاحق

خاص خصوص  
 ضمائر متعلقہ  
 کی

جہاں سے  
 متعلقہ

ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہوں یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہیں فردوسی رح بشرن کے بحیثیت مجرمانہ  
 افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر نہ بینی کہ این بد کنش ریمت و فرونی  
 سگالہ ہی ہر منا و اے بر من و لہ من از بادشاہیت آباد ما و بزرگان فرخندہ بنیاد ما  
 اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم در صورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے۔ فخر المتاخرین علی حین  
 کا شعر ہے شعر صف مرگان تو گر سایہ بدیر یا فگند و خار قلاب شود و در بدن ماہی ما و در بدن ماہی  
 چوتھا موصول یہ وہ اسم ہے کہ اسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل پناے جس میں ایک ضمیر  
 اسی موصول کی طرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہیں بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا  
 کہہ سکتے ہیں نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُس کے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب پھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائد اور رابطہ کہتے ہیں۔ اسمائے موصولہ کہ وہ جسے عربی میں من و ما سعدی رح کا شعر ہے شعر اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی و مگر این پنج روز دریابی ولہ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت و رفت و منزل بد گیرے پر دخت و یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے عصر میں مرکب فعل ہیں لیکن ان کے بیچ میں فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہو گیا ہے اور ان کے درمیان سے ایک حرف وصل کہیے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا اے مخفی ایسا واسطے اصل اس کی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ ساخت عمارت نور ہے اس کی نظر بہت سی ہیں نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ معراج میں فرماتے ہیں شعر تن او کہ صافی تر از جان ماست و اگر شد بیک لفظ آمد و روست و اسے بیک لفظ شد و آمد یا شدہ آمد یہاں فاصلہ ظرف کا ہے ولہ در نشان یکے تیغ چون چشم گور و ہلارک در و رفت چون پائے مور و براہیخت آمد بران تند شیر و نشاید شدن سوے شیران لیرہ لیکن واو اور کا مخفی کے موضع استعمال میں فرق ہے در صورت واو دونوں فعلوں میں مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیے اسی طرح غیبت و خطاب و تکلم میں باہم موافق ہونے ضرور ہیں اور اے مخفی اس قید مطابقت سے پاک ہے لیکن فعل ملحق بہ ہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان میں نسبت عموم من وجہ کی متحقق ہوگی ملازمی کا شعر ہے شعر سینه واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد و بلیل از جان گزرد گل زگر بیان گزرد و جیسے زید نزد من آمدہ نشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلوں کے فاعل کا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نہ رہے گی۔ اس قسم کی تفریع اُردو میں بھی مع الفاصل و غیر فاعل دونوں طرح متعمل ہے جیسے کہتے ہیں کھا چکا لے بھاگا لادیا آگیا یہ سب بلا فاعل کی مثالیں ہیں اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر وہ آئی تو فاعل اُس کو پایا و آغوش میں آگے لگایا و آدم بر سر مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لئے۔ وہ مضاف ہے جانب کہ موصولہ۔ آمد معطوف علیہ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکہ صلہ۔ اور دونوں فعلوں میں جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائد و رابطہ۔ اور صلہ معہ موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکہ مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اُس میں ضمیر فاعلی

حرف وصل یا عاطفہ  
بینی واو اور کا  
مخفی کا باجی  
فرق امتیازی

ع  
عاطفہ کا مستند رکشا  
اُردو میں بھی ملتی ہے  
اور عاطفہ اور دال کے  
ساتھ بھی جیسے لکھنا  
جا لیا و جہر و لکھنا





مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے  
 بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہ ہوگا۔ مختصر عرض کرتا ہوں **س** خدا یا جہان پادشاہی ترست  
 ز ما خدمت آید خدائی تراست \* خدا یہ صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے از روئے لفظ مرکب ہے خود اور آ سے  
 جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقضی ہے واد حذف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف  
 اور و او مدہ کے بعد خاص کر افعال میں یاے تختانی جوازاً بڑا دیا کرتے ہیں اور ترکیب کے وقت  
 تحمل حرکت کے لئے **س** وجوہا جیسے آسی و گوی اور آگو اور آید و گوید اور یہاں بھی بوجہ ترکیب حرف ندا  
 زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل  
 التفات نہیں معہذا جب تک کہ اُسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ لحاظ اُسکی ترکیب سے اٹھا کر شے واحد نہ کر دیا  
 جائے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہیں ہوتے اسبواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے مساوی  
 سمجھے جاتے ہیں اور اسماء صفات میں کوئی حدوث کا قائل نہیں ورنہ واجب بھی اسم صفت ہے  
 والہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور ندا کے لئے فارسی میں اسی بالکسر کثیر الاستعمال ہے تو ما سوا اور  
 حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فهو اقطع  
 کی امثال میں جھپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف  
 اور حروف ندائیہ کے کہ ان میں بوجہ تقاضا سے صدارت یہ بات ممکن نہ تھی معہذا چونکہ شیطان  
 انسان کا عدو مبین ہے ہر طرح سے اُسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سوا  
 اسکے کہ اس خداوند غالب و قاہر جلّ و علا کے حریم حمایت و حملے حضور میں ہو کر پناہ گزین ہوں  
 دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پہلے ہی بصیغہ حاضر افتتاح کلام کیا اور  
 دعویٰ جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق تعوذ ہے  
 سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت میں بیان فرمایا۔ جہاں  
 بالفتح بمعنی عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت مشبہ کے بیان میں آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشاہی  
 بقاعدہ تبدیل بادشاہی سے پادشاہی کر لیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی **شعر**  
 پسران وزیر ناقص عقل \* بگدا ئی بروستارفتند \* روستا زادگان دانشمند و بوزیری بادشاہ افتند  
 فردوسی **شعر** چو دستور باشد مرا بادشا \* ازیشان سوارے نہانم بجا۔ بعد حذف ہا وقت الحاق

پادشاہی ترست  
 جہان پادشاہی ترست  
 جہاں پادشاہی ترست

واضح ہو کہ لفظ خدا کا  
 استعمال باعتبار تسمیہ ترکیبی  
 معنی واجب الوجود یعنی  
 ہے صیغہ فاعلی امر کے  
 شغریں اور صاحب حکم  
 کے معنی بن اسکا استعمال  
 عملی کی جاسی وجہ سے  
 معنی ثانی میں بلا اضافت  
 نہیں لایا جاتا غرض یہی  
 شعر بر وزن مفعول  
 کا بل خاصہ ہے سوئے  
 وال زایل خالصہ ہے  
 تغیر ۱۲ مسد

مین کا کلمہ مضاف  
 مسئلہ نہایت بظہر ہے  
 ردت یا جسے پانہ  
 لایت اور بادشاہی  
 جسے بادشاہی کہتے  
 شانی ہیں ۱۲ مسد

۱۲ مسد  
 انہر و ۱۲ مسد  
 پانہ شان گزین ہوئی  
 سستی ہر بیت کوئی ہد  
 ۱۲ مسد

یہ مصدری تخیل حرکت کے لئے ہنرہ بڑا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعویٰ ہے اور  
لفظ تراست میں راجحہ لام جارہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعویٰ پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ  
آخر میں خود فرمایا ہے۔ چو شد حجت بر خدائی درست و زما جار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا  
اپنے متعلق پر مفید حصر آید فعل ناقص بننے ہونے کے یا فعل تام بننے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ  
اس موقع میں اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعویٰ جہان پادشائی  
میں اسکو کیا دخل اور اسے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہیں کیلئے کہ وہ قریب ہیں تو حصر خدمت  
یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ماخلقت الجن والانس الا ليعبدون آیا ہی اگر شرک کا  
جنس عالی مراد ہیں تو بیشک کل مخلوقات کی خدمت گزار ہی ظاہر ہو گئی لیکن فقط سب مخلوق کی  
خدمت گزار ہی دلیل بادشاہت نہیں ہوتی۔ جواب ان باتوں کا یہ ہے کہ جب انسان سب اشرف ہو کر  
خدمت گزار ہو تو جمیع مخلوق اس کے ضمن میں تبعاً و قہراً آگئی اور زما کا تقدم متقاضی حصر ہے اور حصر مطلق  
یعنی حصر کلی وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ میں ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہیں ویسے  
ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور  
ہم عبودیت ہی کے لئے ہیں تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہو گا۔ مولوی محسنی  
شعر تاج ازان اوست و آن ماکرہ و اسے اوکر خدمت خود دارد گزرے پس ظاہر ہے یہاں مقصود اظہار  
عبادت نہیں بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہیں لیکن  
اس سے بالکل الگ خارج بھی نہیں غرض یہاں تک قیہ بات معلوم ہوئی کہ شرکائے جنس عالی یعنی مخلوقات  
میں سے کوئی لائق پادشاہت و حکمرانی نہیں۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لائق ایسی ذات چاہیے  
کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہ ہو سوسب سے پہلے اور سب احسانوں کا کشکول اعطا  
و جود ہے اس واسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اس کے وسیلہ سے ہیں تو بیشک وہی پادشاہ ہی  
جو خود آئندہ ہے اپنے وجود با جود میں وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست  
پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسکو کیا اس واسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جاب  
محکوم توجہ قومی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات میں جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو  
اُن تجلیوں کے الوان میں ملون پاتا ہے جیسے رنگین آنون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے

اس لفظ کا خدا اور آسمانی  
ہونا اور اس سے اس معنی  
قریبی کا استفادہ کیا  
اسناد سے مستفاد ہوا  
چونکہ اللہ تعالیٰ  
شعر آدھنے درجہ  
و منتظر تہیں ہیں  
اگر خود آید خدائی تراست  
اگر خدمت ہیں کی صورت  
تو خود اپنے سے روشت  
ہوئے

یعنی جس شے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اسی رنگ میں نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور اور اک سے یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تاہر وقت ہمیشہ نظر ہے لیکن اُس خداوند جل و علا شانہ کا خود موجود ہونا اور وکے وجود بخشش کو مستلزم نہیں تھا تو فرماتے ہیں ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ۶ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ۷ پناہ سے یہاں ماہہ القیام مراد ہے یعنی ماہہ القیام پستی و بلندی توہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی و بلندی کا تجھی سے ہے اور بلندی و پستی سے وصف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد ہوتے ہیں یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کر کے جمیع افراد مراد لیتے ہیں۔ غرض ہر ایک کا ماہہ القیام وہی ذات پاک ہے اسکا کوئی ماہہ القیام نہیں وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی کس امر میں وہ پناہ ہے نہیں بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لئے ہر امر وجود و بقا وغیرہما میں وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر میں وہی ماہہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی ہی ہوگا اور سب اُسکے وجود باوجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شے ہر امر میں اس درجہ کو اُسکی محتاج ہوئی تو پھر اُسکو ہست ہی کیا کہیئے حقیقت میں وہی ہست ہے تمام اُسکے آگے نیست ہیں اب ہمہ اوست کہیئے یا ہمہ از دست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی بات آئین ہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لئے تخصیص بلندی و پستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت و عبدیت یعنی خدائی و خدمت ادائی سابق الذکر ہے اور ہستی ایک صیغہ نہیں بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی۔ ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکہ وصلہ موصول کا اور موصول وصلہ ملکہ ہر دو تقدیر پر ہستدا اور توئی اسکی خبر کان اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر وصلہ اور خبر کے دونوں عائد خطابی ہیں اور موصول غائب ہو تقدیر ثانی میں عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ اس قسم کے طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ میں ہوئے ”یاران شعر مراد مراد کہ برڈ فرمایا لیکن اس ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باری تعالیٰ کو عین ذات مانتے ہیں

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لف و نشر  
معلوم کی طرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہیں تا طبع وقت پسند  
وسہل طلب ہر دو لطیف اندوز ہوں ۷۰ ہمہ آفریدی زبالا و پست ۷۱ توئی آفرینندہ ہر چہ بہت ۷۲۔  
آفریدن کسی شے کو عدم سے وجود میں لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق میں معلوم ہو چکا کہ ہر شے کا ماہہ القیام  
وہی ہے تو وجود و بقا کی پناہ بھی اُسی سے ہے اور جو ماہہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا  
تو اسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شے اُس  
شے کے اور حالات سے اقدم اور اصل عظم ہے۔ زبالا و پست سے ہمہ کے بیان ڈالنے میں اُسی  
عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہیں کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے اُنکے  
موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اسکو توئی آفرینندہ ہر چہ بہت کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض  
وجوہ ہر سب کا جن جن پر بہت کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندہ ہر چہ بہت  
خدائی تراست کے مساوی ہے اور زبالا و پست میں زکو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہیں اس صورت میں  
ہمہ کی عمومیت بقدر نہ زبالا و پست مقصر ماسواے بالا و پست میں رہیگی اور بالا و پست سے آباے  
علمی و امہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلاثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش  
ابوین و عالم مجربات و مرکبات ناقصہ میں رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہہ یا توئی آفرینندہ ہر چہ  
بہت اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقوبی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائیں سو برعایت اسی بالا و پست  
کے مشاہدات سے تمثیلاً ثابت کرتے ہیں ۷۰ توئی برترین دانش آموزناک ۷۱ ز دانش قلم رانده  
بر لوح خاک ۷۲ برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک میں لفظ ناک نسبت فاعلی کے لئے  
بمعنی آموزگار لیکن محقق استاد یہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغہ فاعلیت کے لئے آتا ہے جیسے زار و ستان  
مبالغہ ظرف کے لئے آتے ہیں یعنی بہت دانش سکملانیوالا ز دانش یا تو یون کہئے کہ بیان قلم ہے  
یا بیان قلم راندهن جو ضمن میں قلم رانده کے ہے۔ دانش حاصل مصدر دانشن بمعنی علم بقدر نہ آموز اور یہ  
اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل و علا شانہ عظمہ اَللّٰہِ جَوَاعِثُ بَرِّی و تَفَوُّقُ بَرِّکَ تَحَا  
پس لفظ برترین کا پاؤ اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے۔ برترین میں  
یا ونون مبالغہ صفت کے لئے یعنی اُس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن



برتری ہو گیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت میں ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کیت و تعداد میں یا کیت  
 و کیت ہر دو میں یعنی اور ول کو چن چیزوں کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام  
 کو بہت سی چیزوں کا اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از  
 خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہو کہ علم تھا مگر جیسا او  
 جتنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم حقائق و معرفت ذوات و خواص و اسماء اشیا  
 و اصول علم و قوانین صناعات و کیفیات آلات القا کیا گیا تھا نہ کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا  
 تو ہر چیز کی معرفت و علم دیا گیا تا کار خلافت سر انجام پاوے بلکہ تعالیٰ شانہ نے اپنے دست قدرت  
 سے اس کا لبد خاکی کے ایسے قواسم متباہنہ و اجزائے مختلفہ رکھے کہ جو متعدد الادراک معقولات  
 و محسوسات و تخیلات و مہومات کا ہوا یہاں تک کہ ہنوز روح پائین بدن میں نہیں پہنچی تھی  
 کہ بحر و عطسہ شکر الہی میں احمد شد فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علیہ السلام  
 لینا بقرنیہ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار  
 علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزاء قومی متباہنہ  
 و مختلفہ متعدد الادراک مراد ہیں یا یہ کہ علم آموزی و لوح خاک میں تخصیص حضرت آدم علیہ السلام  
 کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لئے یہ حکم ثابت کر دین۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 بالصواب غرض اس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی تر است کا مفاد ہے  
 حجت پوری ہو گئی تو دلیل پوری ہو گئی پس دعویٰ اسی کے ساتھ پادشاہی جہان کے خصل  
 کا ثابت ہو گیا تو کہتے ہیں ۵ چو شد حجت بر خدائی درست ۶ خرد داد بر تو گو اہی نخست یعنی  
 جب حجت تیری خدائی پر پوری ہو گئی تو عقل نے تسلیم کر لیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک  
 پادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے تخصیص خرد اس واسطے کہ وہ مدرک کلیات و جزئیات ہے  
 تطبیق دلیل و تصدیق دعویٰ اسی کا منصب ہے گواہی صفات و ذات خداوندی کی عین ایمان  
 ہے موجب سعادت دو جہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ نے شک قابل شاباش  
 و آفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے پیشہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ  
 شے ہے جو دلائل و حجج پر نظر کر کے اسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے

کہ وہ قابلیت بھی عطا کردہ لم پزلی ہو تو کس خوبی سے دونوں مضمون کو ایک عبارت میں ادا کرتے ہیں ۵ خرد را تو روشن بصر کردہ ۶ چراغ ہدایت تو بر کردہ ۷ یعنی ایک تو خرد کی طرح روشن بصر کے ساتھ۔ دوسرا روشن کنندہ بصر خرد اسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی و صورت اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردہ اور جب کہ خرد کو تابل مرج پایا اسپر توجہ تام کی صدر نشین بیت اُسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہیں دیتی۔ جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مگر گمراہی کی اندھیری مین سفہا سے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی مشہور یعنی راہ مطلوب نمودن یا بمطوب رسانیدن یہاں ممکن۔ بر کردن بمعنی بلند کرنے کے مجازاً اُسکو مطلق روشن کرنا کہہ دیتے ہیں اس واسطے کہ جو چیز جب قدر بلندی پر روشن ہوگی اسی قدر دور دور تک پر تو افگن ہوگی اسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہیں ہوتی ستاروں کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تو نے ہی اوپر سگادیا کہ مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہے کوئی شہر چشم اُسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تو نے روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی۔ یا بمعنی نزدیک بقدر مضاف الیہ یعنی برش کردہ یا برادر کردہ۔ یا بر کردن بخیر تاویل مطابقت روشن کرنے اور چراغ سگنانے کے معنی جبکہ ترجمہ مطابق ہندی مین بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی مین فرماتے ہیں ۵ جب بالا تھا سب کو بجایا ۶ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ۷۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے شہادت توحید مین جو مین ایمانی اعتقاد ہے حکم تیشنی ضروری ہے ایسے موقع مین ندامت چہ بمقابلہ ہمہ نیستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ شانہ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۵

جانتا چاہیے کہ لفظ ہر کو موصولیت مین کچھ دخل نہیں محض تعمیم کے لیے آتا ہے یہ بات شیخ شیراز کی شعر سے صاف ظاہر ہے شعر درگشور آباد بیند بخواب ۶ کہ دارد دل اہل کشور خراب ۶ ولہ حرامش بود نصرت بادشاہ ۶ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ۶ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہو اُسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونوں جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ہمہ آفریدی زبالا دہست ۶ توئی آفرینندہ ہرچہ ہست ۶ ولہ اے کارکشائے ہرچہ ہستند ۶ نام تو کلیہ ہرچہ ہستند

پہل لفظ ہر کو  
ہوئے عائد جمع  
کا مفرد و مجموع  
لانا جائز ہے۔

عائد کے صیغہ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ صیغہ جمع کا خود افراد ہی ہے اور جمع افرادی میں ہر ہر فرد جدا جدا امراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ محض نکرہ کا فائدہ دیتا ہے فرد ہی جنگ افراد سیاب و کخیسرو کے بیان میں پشتنگ کی ستایش کرتے ہیں شعر بلشکر چو نامدارے نبودہ بہر جاے چن او سوارے نبودہ اسے درہج جا۔ اور یہی کہ وجہ استفہام کے لیے بھی آتے ہیں عزی میں من و ما استفہامیہ قرار پاتے ہیں انور می کا شعر ہے شعر کہ ہر فرد ہر بامداد مطلع صبح کہ ہر فرد ہر شب بصد صبح شفق اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے لیے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ نحری کے سبب نظم کتاب میں فرماتے ہیں شعر زیک قافیہ چند زائد سخن و چہ خراک شاید زیک نخل بن و سیوہ سے لفظ چند حقیقت میں چہ و اند سے مرکب استخبار کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث میں مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذو العقول کے لیے اور چہ کا غیر ذو العقول کے لیے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجاز اس کا خلاف بھی آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمہ کا نیک نخت کیست و بد نخت چیت فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے لیے مجاز استعمال ہے یعنی بد نختوں کو لا یعقل شمار کیا نہایت ذلیل و خوار کیا کیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے اند و ختمہ مال و متاع سے بغیر نفع اٹھائے نخت کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔ اور نیز چیت حقیقت شے کے سوال کے لیے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی اول جیسے یہ شعر ہے چیت دانی باوہ گلگون مصفا جو ہرے حسن را پروردگارے عشق را پیغمبر ہے اس واسطے کہ مصفا جوہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعہ نہیں اسکی ادعائی ماہیت ہے ثانی یعنی ماہیت حقیقی جیسے انسان چیت زندہ گویا اور اصل اس لیے تختانی کی جو چیت و کیست میں ہے ہمزہ متوجہ ہے اور مانے غشی جو انہما می حرکت و اتمام کلمہ کے لیے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دی گئی اور کبھی بحکم ضرورت حرکت فتحی ہمزہ کی اس سے مبدلہ پر بحال رکھتے ہیں۔ مولانا سے روم قدس سرہ فرماتے ہیں شعر این دران حیران شدہ کان بر چیت و ہر چشندہ آن دگر را نافیست و ولہ رب اعلیٰ گردنیت اندر جلوس و بہر یک کرمی چیت این چابلوس و اور چہ ہست بھی یہاں بن سکتا ہے لیکن یہ مروی نہیں۔ اور یہی کہ وجہ اسماءے اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا شعر ہے پناہ بلند می دبستی توئی و ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی و بمعنی ذلک الذی

جمع افروسی کا  
بیان  
کا وضع سکین  
استعمال  
کہ وجوہ کا استفہام  
کے لئے استعمال

پن استخوان  
چو کا استخوان

استعمال سے نہیں  
تحقیقی و محامی  
کہ اور یہ ہے

کہ اور جی کا اسمائے اشارہ  
کبھی بیکھنور رست ہونے کی حرکت

اور بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظ الہی ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف۔ اور بعض مہرباش خجائے تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ عاقل ست سخن ناگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا ہے کہ جان آفرین لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائے گاہ پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یاے ملحقہ ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر اباز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی ملحق۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۵ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی متعل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بسیر و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہاد و تست و باہفت فرس پیاد و ولہ دولت کہ نشاند مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاطہ غنی رح کا شعر ہے ۵ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی تہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو جواب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۵ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہر زہ ہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۵ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمینست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

کو موصول قرار دینا بہین  
بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظ الہی ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف۔ اور بعض مہرباش خجائے تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ عاقل ست سخن ناگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا ہے کہ جان آفرین لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائے گاہ پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یاے ملحقہ ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر اباز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی ملحق۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۵ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی متعل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بسیر و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہاد و تست و باہفت فرس پیاد و ولہ دولت کہ نشاند مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاطہ غنی رح کا شعر ہے ۵ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی تہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو جواب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۵ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہر زہ ہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۵ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمینست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

دیکھا اسم موصول  
الذی اور ان پر بیان  
کے خلاف کی تحقیق

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دینا



شعر ہے ہر فن کے کہ کند پیروی اہل خرد بہ پیچ و جلائے بحال اور سدہ اسی طرح ہمہ کے مدخل پر یالاتے ہیں اسوقت اس ہمہ کو کل افرادی کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے سعدی فرماتے ہیں شعر چودست از ہمہ چلتے در گست و حلال ست بدون شمشیر و ست و جسطرح ہر کجی کل مجموعی کے معنوں میں بولا جاتا ہے سعدی فرماتے ہیں شعر وقتے افتاد فتہ در شام و ہر کس از گوشہ فراغتند و ولہ ہمہ کس بمیدان کوشش در اند و ولے گویے بخشش نہ ہر کس بر زندہ اور ہر کو موکہ ہمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں امیر خسرو شعر عالم بر حق نہ بتعلیم کس و ہر ہمہ زویافتہ تعلیم و ہر ولہ تخت پدر کز پئے پائے مست و ہر ہمہ دانند کہ جائے مست و نظامی شعر بجز مرگ ہر شکلاتے کہ ہست و بچارہ گرے چارہ آید بدست و کبھی اظہار کلیت افرادی کے لئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہیں فردوسی شعر زہر گونہ گونہ درخشان درفش و جہانے شدہ مسخ و ندو و بنفسش و البتہ بعد ضمائر کے ابد آیا نہیں لاتے۔ نظامی شعر تو کہ جو ہر نہ نداری جائے و چون رسد در تو وہم شیفہ رانے و شعر من کہ طرف کاہنکستم و حیدریم قلندرم مستم و نظامی شعر مالکہ جزوے ز شمع گردونیم و باتواز ہفت پردہ بیرونیم و ہمارے اس دعوے کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو قومی کرتا ہے چنانچہ خزانہ کش مصطفیٰ تحقیق آرائی سیہ مست بادہ ذبیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اردو قواعد میں لفظ جو کو اسمائے موصولہ میں شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب توصیفی جملے ہیں چونکہ اوصاف میں اصل افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر ایسا واسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت میں مفرد کے ہو جائے اور درمیان خبر اور وصف کے ممیز بن جائے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہیئے یا موصولہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ میں آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر میں شہر مابلبلان بلند نہ سازیم خاندراہ خوش کردہ ایم خاندان یک آشیانہ را و اے مابلبلان کہ بلند انحر۔ سراج المحققین آرزو نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے اوپر سمجھا اسکو بیان متدرج دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ مابلبلان مبتدا۔ بلند سازیم خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر بد خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور ایسی وجہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر ستارہ است در گوش آن بلال ابرو و رو

مذہب کی

ہر کام کی جو سی  
کے معینین استعمال

اور ملحق کیا ہونا۔  
ہر نئے نئے نیکو کام کیلئے

ضمائم کے بعد ابداً  
یا تو صیف نہیں لگاتے

اس کا نام بھی ہے  
موصولہ ہوئے پر از رو  
کے لفظ جو سے رائیہ

بجانب کو فروغ دینا زمین یہ کات  
کام میں حصہ دار ہوں

ان عربی میں صرف ایک خطیہ

بیان مطلقاً "خیر" و "شر"

کبھی اس کا

کو حذف بھی  
کرتے ہیں۔

25

آبِ حیات کے شجر

حسن بخورشید سے زندہ پہلو پہ ناپسند ٹھہرایا اس طرح اصلاح دی **س** زر وے حسن در گوش  
 آن ہلال آبرو پہ ستارہ است کہ بامہ میزند پہلو پہ مین عرض کرتا ہوں کہ جب اساتذہ کے  
 کلام میں اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات و تسویلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسیؒ  
 فریدون کے محل کی تعریف بزربان قاصد سلم و تور فرماتے ہیں **ش** شعر چو رستم بنزدیک ایوان فراز  
 سرش با ستارہ ہی گفت راز پہ اسے ایوان کہ سرش **ش** الخ اور ان اشعار مذیلہ میں امام فن تحقیق  
 صاحب قول فصیل کی یہی رائے ہے **ز**ین شعر زہر بلبل صدائے برنجیز و صید زاع اولیٰ پہ  
 ہمارے کو نہ بخشد دو لے ازوے گس بہتر پہ اسے ازہر بلبل کہ الخ صائب شعر ہر کس نشانہ برین  
 پر شور پشت دست پہ از جہل زو بخانہ زنبور پشت دست پہ اسے ہر کس کہ نشانہ الخ مولوی معنوی قدس  
 شعر از جنون نے گشت ہر جا بد جنین پہ از جہل آن کو رچشم دور بین پہ اسے ہر جا کہ بد الخ۔ تان  
 جب کہ اس کا کاف کو موصولہ نہ کہیں بلکہ آن مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا ماول تسلیم کر لیا  
 جائے وہ اشعار مشہدہ مزلورہ متاؤل یعنی محذوف الموصوفات سمجھے جائیں گے جیسے  
 شعر اے کہ بچاہ رفت میں مناد محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اُسکے قائم مقام اسی طرح شعر  
 کہ دار و دل اہل کشور خراب میں بادشاہی کہ دار و الخ اسی طرح شعر کہ ہنگام فرصت ندر و نگاہ میں  
 ندیے کہ ہنگام فرصت الخ اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساحت۔ میں ہر کس کہ آمد الخ محذوف مانا  
 پڑے گا۔ اور علی الخصوص ادب کے دونوں شعروں کے کافون کو تعلیلیہ تدرار دینا اور ارجاع  
 ضمیر فاعل کو سیاق و سباق کے حوالے کر دینا یعنی یہ معنی کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ  
 رعیت کا دل دکھانا اور نصرت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع و محل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل  
 مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ در صورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان الخ اور  
 دوران کہ فرس نہادہ الخ اور اسی کی امثال میں در میان موصوف و صفت کے باعتبار تنکیہ  
 و تعریف باہم مطابقت نہ ہے گی سو یہ کچھ نہیں کہ سوا سطر کہ یہ امور اور یہ دقائق خصوصیات کلام  
 عرب سے ہیں اور در صورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو ماول بمقدور بنانے  
 کے لئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جائے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلاً شعر اے کہ بچاہ رفت و  
 در خوابی۔ میں منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اُسکی صفت میں جملہ جو قوت میں

فردوسیؒ کا تذکرہ  
 قافان میں قافانے ہیں  
 میزبانان تابعدار کند  
 سران سواران ہی کہ بندہ  
 اسے کل تاب دادہ کند  
 کہ سران سواران باد  
 سے بست ۱۲ صفحہ

کاف کا ذکر الخ موصولہ  
 لے کی گشت پر  
 اشعار مثالیہ میں تاویل

کاف سے موصول  
 ماننے کی صورت  
 میں اختصار مع  
 مطابقت موصوف  
 و صفت میں جہت  
 و تعریف و تنکیہ

نکرہ کی ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو در صورت موصولیت کا بیان ہوا معہذا یہاں سرے سے وہ شبہ ہی نہیں پڑتا کہ واسطے کہ ورود بعد لحوق وصفت ہے یعنی موصوف مع الصفت مناد کیا معنی کہ اس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفہ غفلت ہے یعنی کہتے ہیں اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجھ کو مہلت ملجائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یاد رہے کہ اسماء اشارات اور اسماء موصولہ اس لئے مبہمات کہلاتے ہیں کہ جب تک انکا مشار الیہ اور صلہ بیان نہ ہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہ ہوگا۔

پانچواں وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چاروں معروفین میں کسی ایک کی طرف ہو اور افاضہ تعریف کا مضاف الیہ سے مضاف میں بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کہے کہ بابا دوش گفتگوے داشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شہر توئی آنریندہ ہرچہ بہت و ولہ اے کارکشائے ہرچہ بہتندہ نام تو کلید ہرچہ بستندہ جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے استاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کروں سو اسوقت مثلاً لامر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک محقق ہے مختصر سا یہاں لکھ دیا جاتا ہے۔

### الاضافۃ المعنویۃ

جانتا چاہیے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلموں کو متعین اور سیکدر مستحکم کرنا اور حکم یکانگی کا لگانا منظور ہوتا ہے اسد واسطے معنوں میں بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کر لیا اور احکام لفظی میں بھی امتزاج کو شمار کر لیا معنوی اتحاد و مثلاً اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرف ہے مضاف میں بھی اسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہیں نہیں گیا ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی

وجہ اسماء موصول  
اور اسماء اشارات  
کے مبہم ہونے کی  
مغنی پانچویں شعر

معنوی اضافت  
کا بیان

اضافہ یعنی آوردہ

اضافہ یا تہ تشبیہی

اضافہ تشبیہی میں  
من حیث الیہ والاؤ  
مطابقت شرط ہےایک جنس کے  
دوسری جنس کی  
میں نام لکھنا

ثابت نہوگی تو وہاں اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو میں نسبت تہائیں کی تحقیق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہیں۔ مضاف الیہ یا تو مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اس اضافت کا اضافت بمعنی برودر نام ہے جیسے سوار اسپ و آب کوزہ و سخن امروز و وعدہ فردا اور اگر باہم ظرف و منطوق کا علاقہ نہیں ہے تو اضافت بمعنی برائے و مرہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہوگے۔ اگر اول ہیں یعنی باہم علاقہ تشبیہی کا رکھتے ہیں تو چاہیئے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف میں اضافت ہیانیہ کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جائے جیسے گل رخسار چشم ز گرس۔ مثال اول میں جزو انانی مشبہ ہے ثانی میں مشبہ بہ اور نقارچی رعد میں انسان بہما مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس میں اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہاں اضافت تشبیہی میں اضافت جمع کی جانب مفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع متنع ہے لیکن استادوں کے کلام بلاغت نظام میں جو وارد ہے جیسے ملاظہوری کہتے ہیں شعر گل ترا نہاے تر بر شاخار صوت و صدا ماینده۔ بلبل شیراز گلستان میں چبکتی ہے شعر کلاہ شگوفہ بر سر اطفال شاخ نہادہ۔ سو وہ مفرد یعنی گل اور شاخ ان امثلہ میں اسم جنس ہیں انکی یہ نشان ہے کہ واحد اور کثیر سب بولے جاتے ہیں اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسموں کی اضافت میں کی جاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع میں اختلاف رکھیں جیسے مردان مرد و جانان و بانو بانوان صورت اولیٰ میں مضاف الیہ اور ثانی میں مضاف اسم جنس ہے یعنی مردان مردان و جانان جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہو شعر بگردان لشکرش آواز کرد کہ اسے نامداران و مردان مرد و افراسیاب کا غار میں چپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہیں شعر کجا آن دلیران و مردان مرد بہ پیش ستادہ بروز نہر دہ فرہیز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو رضی کرنے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر دزان پس گویند پهلوان چنین گفت کاے بانوے بانوان بہ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہیں کہ یہ لوگ اپنی شہری اور دیہی کی وجہ سے مردوں کے مرد بن گئے۔ یعنی اور مرد انکی گرمی شجاعت کے آگے ہنر نہ عورتوں کے سرد بن گئے جیسے نخل آفاق کہتے ہیں۔ نظامی شعر عروسی چنین شاہ را بندہ باوہ بران نخل آفاق فرخندہ باوہ



اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانوں کے کثیف ہیں تو یہ جانین باعتبار ان جانوں کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ میں ہو گئیں ایسے ہی بانوسے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر فقط جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ وسلم نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ذات واحد پر ائمہ کا اطلاق آیا۔ نظامیؒ سکندر کے دعوے پیغمبری کے سفر کے بیان میں فرماتے ہیں حجر گزین کرد بہر مردے از کشورے و مردانگی ہر یکے لشکرے و اور ایک طرح بھی تاویل کر سکتے ہیں کہ مضامین فرد جمع کے معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ مضامین الیہ جمع کے تعدد سے سمٹ کر شے واحد بن جائے پھر پاس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ میں اگر شخص واحد بن گئیں۔ اور یہ اس شخص واحد کے لئے بمثابة جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا واضح کرتا ہے شعر عقل عقل و جان جان اے جان توئی عقل و جان خلق را سلطان توئی و گویا یہاں اضافت مجازی ہے۔ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانوں سے بنی ہے پس معلوم ہو گیا کہ باعتبار معنی ان میں محل بالمواطات درست نہوگا گو کہ باعتبار صورت محل مواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جان جان میں در نہ جب کہ اضافت در صورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہیں در صورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبوں میں موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت میں ایراد موصوف سے وجود مہتمم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اسی کی تاکید کر دیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہیں واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہاں ان باتوں سے کچھ بحث نہیں اور اضافت حقیقی میں یہ تکلفات نامنتظر ہیں اسکی ترکیبیں ایسی تاویلات سے دور ہیں جیسے غلامان زید و فلک ثابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر مضامین مضامین الیہ باہم مشبہ بہ نہوں بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہاں فکر کو جی ہی جی میں حیوان کے ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤں اُسکے لئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دے کر اُسکے لئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارہ تخلیلیہ کہتے ہیں اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متباہن اہمون میں

اضافہ تلبی  
اضافہ ابی

اضافہ واقع ہو۔ جن میں تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہوا سکو اضافہ بمعنی مرو برائے کہتے ہیں  
یہ کئی قسم پر ہیں۔ اول تلبیکی یہ بھی یا تو اضافہ ملک کی ملک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے  
غلام زید و خداوند خانہ و خداوند مرخانہ را۔ دوسری اضافہ ابی سعدی  
کا شعر ہے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش ۛ بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیست ۛ اسے سعد  
بن ابو بکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسی شہر از ایران بیامد کہ گویلتن ۛ فرہیز کاؤں آن انجن  
نظامی ۛ شہر نو آئین ترین شاہ آفاق بود ۛ نیازادہ عیص اسحاق بود ۛ اسے عیص بن اسحاق  
بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جائے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا  
مخذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافہ کی تخصیصات میں سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے  
کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافہ بمعنی مرو برائے  
اضافہ حقیقی کے لقب سے اس واسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب میں علیٰ درجہ کی اور اصل اضافہ  
ہے اور جو مقصود کہ اضافہ سے ہے وہ اس میں پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ غلام زید  
میں مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اسی وقت ہوگی کہ جب متکلم اور مخاطب میں وہ غلام  
معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہیں چلتا کہ واسطے کہ ممکن ہے  
زید کے ہزار غلام ہوں پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے  
ہیں کہ فلاں غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ میں باہم حل درست ہوگا تو ان دونوں میں چار نسبتیں متحقق ہونگی اول  
مساوات خواہ مرادفت میں جیسے مردم آدمی و زر طلا و طلا سے زر۔ خواہ صدق میں جیسے مردم گویا  
و دریائے آب و پستان شیر۔ دوسری اضافہ خاص کی عام مطلق کی طرف جیسے شنبہ روز چو نہ  
امر مہتمم اور مقصود اہم اضافہ کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف میں  
پیدا کریں اور در صورت مساوات یہ امر ممکن نہیں۔ بصری میں اضافہ کی ان دونوں قسموں کو متمتع  
جانتے ہیں لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا شعر وجود مردم دانا مثال زر طلاست ۛ کہ ہر کجا کہ رود  
قدر و قیمتش داند ۛ نظامی ۛ شہر بفرمان او زر گر چہ دست ۛ طلا سے زر بر سر نقرہ بست ۛ  
ولہ بحر جان ز پیروزہ بنشانگرد ۛ طلا سے زر افگند بر لاجورد ۛ اور یہ شعر فردوسی کا شعر

پس آگاہی آمد با فراسیاب کہ آتش برآمد ز دریائے آب و ولہ چنان دیدم اے سرو زمین خوب  
 کہ بودی یکے بیکران رود آب و نظامی و شعر چنان پشہ را بینگ عقاب و کم از قطره دان پیش  
 دریائے آب و فردوسی کیخسرو کی داستان میں دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہیں شعر چنین است  
 کردار این چرخ پیر وستاند ز فرزند پستان شیر و متاول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ ز رطلا و طلا سے زر  
 سے یا تو زر و طلا سے خالص مراد ہے اس واسطے کہ نسبت جمیع فلزات کے سونا قیمتی ٹھہرتا ہے اور سونا  
 بھی باعتبار باغلی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زریا طلا میں جو مضاف واقع ہے اور اُس زریا طلا  
 میں جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ مطلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے  
 تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے در صورت اضافت زر جانب  
 طلا سکہ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہیں محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر کو ذیل  
 کہنہ و نوجم در دلم و ہجوزر قمار سفید و سیاہ و سرخ و اور طلا سے زر در صورت اضافت طلا  
 جانب زر سونے کے ورق مراد ہیں۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت میں مصرح ہیں اور اسی طرح دریا و رود  
 کبھی خشک بھی ہوتے ہیں کبھی جاری بھی رہتے ہیں یہاں مضاف الیہ کی ملابت سے اُس  
 بات کا جملہ دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن میں آب موجود ہے اس طرح پستان کبھی دودھ سے  
 پر ہوتی ہیں کبھی دودھ اُن میں نہیں ہوتا چنانچہ شیخ علی حزمین خرابات میں قحط کا حال بیان  
 کرتے ہیں شعر بطے چہ پستان نے شیر شد و ز خشکی چو بیکان گلو گیر شد و تو حضرت کے قبل  
 انہیں پستانوں کا چھنجانا ہے جن میں بچہ کے لئے دودھ موجود ہے حتیٰ کہ یہ ہے کہ یہاں دعوای  
 مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہیں جسکی تاویل کی جائے ہاں اس شعر کی تقریب پر ایک بات  
 یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب عالی نے جہاں آبرو سے متاخرین حزمین کی خرابات اور حضرت  
 سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ  
 حزمین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہیں ہے بوستان سے پانسو  
 برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اُس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے  
 نتیجہ میں صرف کی ہے کوئی کرشمہ اسکی ثنوی میں ایسا نہیں پایا جاتا جسکو دیکھ کر جی پھڑک اٹھے  
 پہلا شعر شنیدم کہ در عہد بہرام گور و نمود از قضا قحط سالی تلہور و ہموار اور صاف ہے اُس میں

اضافت اُن میں  
 میں جو مضاف اور  
 مضاف میں ساوی  
 میں متبع ہے  
 ز رطلا و طلا سے زر  
 و دریائے آب  
 وغیرہ متاول ہیں

صاحب حیات سعدی کے  
 محاکمہ پر جو دریاہ بوستان  
 و خرابات کی کیا ہے  
 موقوف نامہ کی راہ

کوئی خوبی قابل ذکر نہیں۔ دوسرے شعر (چو صحراے محشر زمین تفت گرفت بہ دروینہ آسمان کت گرفت) میں زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف لٹے بالجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر میں قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادات خود تمثیل کے محتاج ہیں اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہیں کھل سکتی۔ تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان بہ بحال لب تشنہ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان میں شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر خبر شد بدین پس از روز بیت کہ ابر سیہ دل برایشان گریست بہ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے اب کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسناد دون باتین ٹپکتی ہیں اور حزمین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونوں معنی ویسے صاف نہیں نکلتے۔ چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات بہ بہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے ۵ چنان آسمان بر زمین شد بخیل کہ لب تر نہ کرد ز زر ع نخیل بہ مگر شیخ کے بیان میں اتنا لطفت زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرت ناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی حل جاے۔ پانچویں شعر (ز خشکی در اندام خاک دو توہ بہ عروق شجر شد چور گہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہیں شعر کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ زمین کی خشکی کے سبب درختوں کی رگیں پہاڑ کی رگوں کی طرح سوکھ گئیں تھیں پس اندام اور دو توہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کچھ دخل نہیں ہے۔ چھٹی شعر (ز تاب فرو زندہ مہر بلند بہ زین مجمر و دانہ بودش سپند بہ) میں صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگلیٹھی کی طرح جلتی تھی اور تخم جو اسپر ڈالاجاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فرو زندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلاف ہیں۔ ساتویں شعر (بطرے چو پستان نے شیر شد بہ ز خشکی چو پیکان گلو گیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضائے مقام ہے۔ نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کر دے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے۔ انتہی ہے۔



میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار میں غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ میں انصاف کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زد کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدھ وقت کے سنے ہوئے سخن کے دل پر بھی چڑھتا ہے پسندیدہ اور ابلغ نظر میں آتا ہے اس میں شک نہیں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں کتابوں کی مقبولیت یعنی گلستان بہستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو ان کے مقابلہ میں تصنیف ہوئیں ہرگز نصیب نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کیا کلام مایہ بلاغت و پائے فصاحت میں اس حد کو نہیں پہنچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیوں کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی میں بلا زور رعایت نہ کی کسی خوشامدی کی تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہاں تک کہ خوشامدی شاعروں کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح میں مبالغہ کرنا پسند نہیں کیا اور صاف کہہ دیا شعر مرطبیج زین نوع خواہاں نبود و سرمدت پادشاہان نبود پس ایسے شخص کے لئے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی نریرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اسکی تاثیر کی کشش سے کیا دل سرتابی نہیں کر سکتا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کلام اسکے مقابلہ میں ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعروں کی نسبت یہی کہیں گے کہ بغیر معان نظر محاکمہ کر دیا گیا چنانچہ ہم نے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اس محاکمہ کی نقل کر دی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جائے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتوں کے آغاز میں ہے شعر شنیدم کہ در وقت نزع روان و بہ ہر مرچین گفت نوشیروان و دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحراے محشر کی طرح تپنے لگی سب نباتات جو اُس پر تھی جگر خاک سیاہ ہو گئی زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہو گئی زمین کی اس حالت سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جسکے دل میں حشر و نشر کا اعتقاد ہنگامہ رستخیز کی دہشت راسخ نہیں قیامت کے شداؤد سنے سنے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برائے العین مشاہدہ ہو

عوام تک نے ساختہ اپنے روزمرہ میں کہتے ہیں قیامت کی گری بڑی ہی ہے یہاں تک کہ بعضی نے  
 و بعضی امر غریب یہ لفظ کناہ ہو گیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر دی زانی بہ کلف بر سر نشیست  
 و فتنہ بنشست چو برخاست قیامت برخاست و کسی استاد کا شعر ہے شعر آفتاب از آشم انگارہ و  
 صبح محشر از گریبان پارہ و اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا شعر مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ  
 ہجران کا و طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا و پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف اللہ بالشہول  
 قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ  
 جب گد اگر کسی کے آگے ہاتھ پھارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُس پر رحم کھائے گا  
 یہی مہربانی اور ترحم سبب عطا و بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ سبب سبب کا تابع ہوتا ہے  
 اور جہاں سبب کا وجود ہی متحقق نہ ہو وہاں سبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس میں بڑی بلاغت ہے  
 کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کر دی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پھارنے پر رحم تک نہ کر نیکو بتلانا  
 بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس میں ڈالتا ہے یہاں ہی مناسب ہے نہ گریہ و عطا کی نفی اور  
 کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں فرمایا ہے ”اگر سیمہ دل برایشان گریست“ گریستن و عطا کا ثبوت  
 انسب ہے کیا معنی کہ یہاں شہر مدین کے قحط زدوں پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل  
 سخت جانوں کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکے رو دینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر  
 کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی میں سرے سے  
 علت شے کی نفی کر دینی جیسے حزن کہتے ہیں البلیغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ عطا  
 کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ میں نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُس کو رحم آیا ہو مگر ناداری یا کسی  
 وجہ سے عطا نکلیا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب و اثبات میں ہے وہاں اگر فقط ثبوت علت  
 یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے نہ شک اتنا بلیغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا حاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ  
 فرمانا کہ شیخ کے بیان میں اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرتناک ہے  
 بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی چلی جائے ”مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر چلنا بتفاد  
 ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے ”بہد زمین سوخت طفل نبات“ نبات تخم کو نہیں کہتے جس لغت میں  
 چاہیں دیکھ لیں ہر درخت اور ہر پودل کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہیں تو کھڑی کھیتی بھی

اطلاق نبات کا ہو سکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ نام تمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان  
 مراد ہیں گویا اسی نے رحی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہیں کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلائے کے  
 ایسی سیدہ دلی کہ در رحم نکلیا یہاں تک کہ ننہ ننہ واجب الرحم بچے جنہر ہر کوئی ترس کھاتا ہے فسوس  
 ہے کہ گہوارے میں جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ مان البتہ تخم کا زمین میں جلجانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے  
 جہاں کہا ہے ”زمین مجھ ودانہ بودش سپند“ انشاء اللہ تعالیٰ اُس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اسکا پہلا  
 مصرعہ ”بخیلی نمود ابربر کائنات“ اسکے قبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ سحاب کی دیلی  
 اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ میں اور کس صورت میں ہونا معلوم تھا یا اسقدر بر سے کہ گاؤں بہ جائیں  
 کھیتیان گل سٹر جائیں یا اس درجہ بارش بند ہو جائے کہ تخم زمین میں جلجائے جسے ہوے پودے  
 جلکر خاک ہو جائیں اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما  
 ہو سکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کر دی کہ وہ نامہربانی بخل کی زئی میں نمودار ہوئی مان شیخ علیہ الرحمۃ  
 نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و بخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا  
 تر ہوتا۔ اور حزمین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوخت لازم لازم تشنگی ہی کیون نہ بخیلی کے  
 ضلع کو نبھانے میں قاصر ہے ایسے قصور تو سب میں موجود ہیں۔ پانچویں شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب  
 ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودھے اور ہر بادل جلکر خاک ہو گئے کوئی یہ خیال نہ کرے  
 کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے  
 خشک نہوئے ہوں اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت  
 سوکھا نہیں کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کر دی اور کہہ دیا ”ز خشکی در اندام خاک دودہ“ عروق شجر  
 شد چور گہاے کوہ“ یہاں عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ اور پے گین اور پتون کی نسین مراد نہیں چنانچہ  
 اس معنی میں اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہیں عروق الصفر بھی سطح  
 عروق الاصف۔ بیخ کبر عروق الطیب زر نباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ بھی  
 اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بیض بوزیدان کو کہتے ہیں وہ بھی سفید سفید جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ  
 بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑوں کی جڑیں کہیے یا رگین جو زمین کے اندر اندر  
 پھیلی ہیں بعض جگہوں پر کنواں وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہیں جیسے

۴  
 اے طفل لازم بالذم  
 بخیلی نمود ابربر کائنات

رگ ابر پارہ ابر کو کہتے ہیں جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہوں۔ اندام جسم کو کہتے ہیں جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شے کا بطرح کثیف اور گارٹ ہے جسمو نہیں دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف میں نہیں ہوتا بوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد متحیل ہو جاتا ہے چنانچہ عطرت کسی شے کی بطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن میں شریک کرنے سے اُس مدت تک نہیں ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اسقدر پانی کی شرکت سے نہیں ٹھہرتی اسی طرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت ہے اسی طرح پانی کی رطوبت کا طول مکث بطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ میں رکھ دینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے میں رکھتے ہیں تا خشک نہو اگر زیادہ دنوں تک رکھتا ہو ریت کو پانی میں ترک کے بانوں کو اُس میں دبا دیتے ہیں پس لفظ اندام سے اسی امر پر تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دو تہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے یاریگ کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دو تاہ ریت سے زیادہ دیر تک وہ شے تر رہے گی تو اس شعر میں بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہیں کہ درختوں کی جڑیں جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہنچ گئی تھیں جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پہاڑ کی رگوں کی طرح خشک اور ہم رنگ خاک ہو گئی تھیں اب انصاف کرنا چاہیے کہ اندام اور دو تہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کیونکر کہا جائے کہ دخل نہیں غرض بڑے بڑے درختوں کی جڑوں کا جو زمین کی تہ در تہ میں ہیں سو کھسک سخت پتھر بن جانا فقط بارش کے بند ہو جانے سے نہیں دہوپ کی تیزی آفتاب کانے نقاب زمین کو انگلیٹھی کی طرح تپانا اسپر اور غضب کر دیا اور بارش کی امیب پر جو تخم زمین میں ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ میں یہ فرمانا کہ ”فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلافت ہیں“ حیرت میں ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اور زیادہ اس کے لئے بلندی اور اوج گرائی ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار



آنے کو کہتے ہیں۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہنچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے بہ نسبت دن کے حصوں کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہیں اور اوج گرائی اس معنی میں نیچے کی معمولہ متداولہ کتب میں موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرہ میں دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہو گیا کہتے ہیں کیونکہ کہیں علم ہیأت میں دائرہ نصف النہار کی تعریف میں غایت ارتفاع الشمس ان وصولها الیہا مصرح موجود ہے۔ ہاں اگر مطلقاً بلند کی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجائش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہیں طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہیں اور تخم کا سپند کی طرح جل جھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہ ہوئی اور بہت عرصہ سے نہ ہوئی پس جس قدر بارش سے بعد ہوگا قحط بھی اُس قدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین میں جل جانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں کہ شدت خشکسالی میں کم و بیش پیش آتے ہیں اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہیں گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر محکم ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خورگ ہو جاتے ہیں اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہیں کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیان جو بسبب تھکن و تسددِ انجرہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھیں خالی پڑی رہیں چونکہ چمڑے کی تھیں سوکھ سوکھ کر بوڑھی ہو گئیں کی سوکھی ہوئی پستانوں کی طرح جا بجا سے سکڑ گئیں گلے اُنکے تنگ ہو گئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلافت مقتضی سمجھی جائے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلافت مقتضی سمجھنا چاہیے کس واسطے کہ یہاں بھی یون کہہ سکتے ہیں کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے ہاں جب تک کہ اس مقدمہ کو یہاں مسلم نہ کر لیں کہ عشق

کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے ”این خمار از خوردن گندم بود“ جب خشک سالی کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادہ عشق فنا ہو گیا اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ میں ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر مادہ کے ممکن نہیں۔ اور یہاں عشق سے عشق حقیقی مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اُسکو قحط زائل نہیں کر سکتا اُسکا مادہ تجلیات ذوالجلال والجمال غراسمہ ہیں جو قلب بشر میں چمک جاتی ہیں باقتضا کشمکش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ماسوا گستہ با جمیل جلیل پستہ کر دیتی ہیں کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و بین سمجھتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے مادہ کو فنا نہیں کر سکتی چنانچہ مسلم ہے شعر عشق آن باشد کہ کم نگر دو ۛ تا باشد از ان قدم نگر دو ۛ عشق کہ نہ عشق جاود نیست ۛ باز چہ شہوت جوانی ست ۛ معہذا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یار ان فراموش گرد عشق۔ یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ نے الحقیقت مکمل تھے مگر مکمل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمل نہیں کہتا بلکہ رند اور بزرگ کار ہی سمجھتا ہے غرض جیسے وہاں ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا ہونا ہے یہاں خشکی صراحی کا سبب میوہ اور اناج سب کا گم ہو جانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہی لطیف ادا و طرز بیان دو وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَأَنَّهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَوْتُبُ اِلَیْهِ۔ کجا بود مطلب کجا تا ختم ۛ میں اپنے مقصود سے کس قدر دور جا پڑا اور پرہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو اسموں میں جنہیں باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام مطلق ہو بصریٰ میں کے نزدیک متنوع ہے اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اضافت اُسجگہ متنوع ہے کہ جہاں مقصود اضافت کا حاصل نہو اب ظاہر ہے کہ جہاں مضاف مضاف الیہ سے خاص مطلق ہو گا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کجا نہ جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھولینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت میں تصحیح اضافت کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے رہا دو مساویوں میں اضافت کا امتناع اس میں محجوب کلام ہے اس واسطے کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا سہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت اضافت کیلئے

کافی ہے ان جہان کہیں یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت نے شک و شبہ متنع ہے اس واسطے کہ تعریف و تخصیص و توضیح میں جو صحت اضافت کے شروط ہیں عطف منع خلو کے لئے مانا گیا ہے۔ تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ کتاب گلستان پیل محمود جانب غربی۔ نظامی در شعر عراپیل بارازو مقصود نیست کہ پیل تو چون پیل محمود نیست کہ یہ اضافت بھی بمعنی مرو برائے ہے لیکن عرف میں اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں اور بعضے توضیحی و تخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ یہ موثکافیان زبان عرب کا حصہ ہیں چونکہ عربی میں موصوف و صفت کے درمیان باعتبار تعریف و تنکیر مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ و علم الفقہ و جانب الغربی میں مثلاً وہ مطابقت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی میں ترکیب اتصافی و اضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارہ غربی روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہو کہ بنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بزرگی و عفو و کرم پیشہ کن و زخردان اطفالش اندیشہ کن و چوتھی مضاف مضاف الیہ میں باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت میں یا تو ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا در صورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد۔ نظامی در شعر ہے شعر زماند ران ناید الا دو چیز و یکے دیو مردم دگر دیو نیز و لہ ازین دیو مردم کہ دام و داند نہ نہان شو کہ ہم صحبتانت بند و چنانچہ عربی میں شیاطین الانس کہتے ہیں جیسے اس آئے وافی ہدایتین و کذا لک جعلنا للکل نبی عدو و اشیاطین الانس و الجن یوحی بعضہم الی بعض نہ خراف القول غر ورا۔ اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زر انگشتر و فولاد و خنجر و سنگ صنم اضافت حقیقی بمعنی برائے و مر ہوگی حزین کا شعر ہے شعر از بتکہ تا کعبہ رہے نیست برہن و سدرہ خود

اضافہ موصوف  
جانب صفت

محمود نام پیل نیست کہ  
سراپیلان بود و دراز  
اور اراپای خراب ہن  
کعبہ ہر او بر در بود  
در شرح سنگداری

اضافہ صفت  
جانب موصوف

اضافہ بیانیہ  
منع از

بیان اس اضافت کا  
جس میں مضاف مادہ  
مضاف الیہ کہتے

ساختہ سنگ صنم را و اور بعض وقت بغیر اس علاقہ کے کہ مضاف الیہ مادہ مضاف ہوا  
 بمعنی از آجاتی ہے۔ طغرای شہیدی شہر دل آزاری بود کردار ناصح و نباشم از چہرہ بیزار ناصح  
 اسے بیزار از ناصح۔ تین عرض کرتا ہوں کہ یہ تو زلیح اقسام مضاف کی جو بمعنی مرد و درواز کی  
 گئی ہے باعتبار ان کے مفہوم محل کے ہے ورنہ سب کو ایک قسم یعنی مضاف بمعنی مر بنا دے سکتے  
 ہیں اس واسطے کہ صحت مضاف کے لئے اونی ملا بہت کفایت کرتی ہے جیسے دست در یخ  
 و بلیناس شہ و شبستان خرم مضاف بادی ملا بہت ہے سعدی و شہر بہ تندی سبک دست  
 برون بہ تیغ و بدنجان برداشت دست در یخ و نظامی و شہر بلیناس شہ نیز گنجے تمام و ہم از  
 مشک پختہ ہم از مشک خام و بنر و جہان داور خویش برد و جہان داور سی بین کہ چون پیش پردہ  
 وصیت سکندر وقت وفات کے بیان میں ہے شہر ہواے کزد سنگ خار اگداخت و چونیری  
 تن بود با ما بساخت و کنون در شبستان خرو پرند و چونیر و نمادہ شہم در دست و غرض موقوف  
 کو اپنی طرف اور انگشت کو اسکے زر کے ساتھ مثلاً جو ایک اختصاص ہے صحت مضاف کیلئے  
 کافی ہے والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر ایک دوسری کے لئے اصل اور مادہ نہیں ہے اور بہم  
 نسبت من و متحقق ہے تو یہاں بھی یا صفت کی مضاف موصوف کی طرف ہوگی جیسے ویرگان  
 سپاہ و ہندی تیغ و تقویم خرد۔ نظامی و شہر جو ہندوے بازیک گرم خیر و معلق زنان ہندی تیغ تیز  
 فروشی بہرام کی سیابان کی لڑکیوں سے شادی کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں شہر درگ ہفتہ  
 آمد بہ نچیر گاہ و خود و موبد و دیرگان سپاہ و جامی و شہر ز تقویم خرد بہر وزیم بخش و براقلیم  
 سخن فیروزیم بخش و استشہاد اس شہر کے ساتھ اس وقت ہو سکتا ہے کہ ز تقویم کی زاکو بیانیہ  
 قرار دین اور مصدر کو بمعنی مفعول لے کر مع اسکے مضاف الیہ کے بہر وزی کا بیان بنائیں  
 یعنی خرد مقوم و او کی تشدید اور فتح کے ساتھ۔ اور اس مصدر مضاف کو بمعنی مفعول لینے سے یہ  
 مضاف مضاف لفظی نہیں بنجاتی اس واسطے کہ اول تو مضاف لفظی کے لئے صیغہ صفت کا  
 مضارع کے معنوں میں ہونا شرط ہے اور جو اسم فاعل و اسم مفعول کہ مصدر کی صورت میں  
 آتا ہے وہ ضرور دوا می و استمراری معنی پاتا ہے دوسرا ہر اسم فاعل و اسم مفعول مضارع کے  
 معنوں میں نہیں ہوتا اس واسطے اس قسم کی ترکیب کو کلیۃً مضاف لفظی کا حکم نہیں لگا سکتے یا مضاف

بہر نسبت مادہ  
 مضاف بمعنی از  
 کہ پہلے خوار و برون باوکی  
 مضاف الیہ  
 بنیان مضاف  
 مادہ ملا بہت

بیان مضاف  
 جانب موصوف

اضافہ کا  
اس میں  
جانب صفت

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین مسجد جامع - آسمان دنیا -

مگر یہاں بھی میری وہی گزارش ہے کہ ان مثالوں میں باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت کا قائل ہونا اور پھر تکلف متاؤل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و محلی باللام ہونے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب میں یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوٰۃ الاولیٰ سماء الدنیا غرض فتدان مطابقت نے جو شرط ترکیب وصفی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاؤل کرنے پر مجبور کر دیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاؤل یعنی در میان ایک اسم کو جو واقع میں مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ مسجد الو الجامع اور جانب العزیزی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْعَرَبِیِّ مِّنْ جَانِبِ الْجَبَلِ یعنی الطور العزیزی۔ پس غور کرنا چاہیے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرا ہے اس زبان میں ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنی ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لئے جدا شناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے حالانکہ خود کلام عرب میں جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلی باللام ہوتا ہے تو اسکو بغیر تاویل مرکب توصیفی مانتے ہیں چنانچہ لفظ دنیا بروزن فعلی مؤنث ادنیٰ جو دونوں یعنی نزدیک شدن سے مشتق ہے دونوں طرح کلام عرب میں متعل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے الحیوة الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمعة الدنیا والسماء الدنیا ووسرا بمقابلہ آخرت کے اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہو جائیگا اگرچہ یہ نام بھی نظر قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا اَتِنَا فِی الدنیا حسنة + وَاکْتِبْ لَنَا فِی هَذِهِ الدنیا حسنة و فِی الآخرة مین اور اسی غلبہ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی بلا تاویل درست ہو جاتی ہے جیسے ثواب الدنیا و حوت الدنیا و سماء الدنیا و مجمع البحار مین ہے الجمعة الدنیا ای القریۃ الی منا فعلی من الدنو وہی اسم لهذه الحیوة لبعدها الآخرة عنها والسماء الدنیا القریۃ من ساکنی الارض و یقال سماء الدنیا بالاضافة - متہی الارب مین ہر و السماء الدنیا



این آسمان لغزها من ساکتی الاض و کذا اسماء الدنيا بالاضافه اسی طرح و مکرر السی و لا  
یحیق المکرر السی۔ اول اضافت کے ساتھ بتاویل مکرر العمل السی دوسرا تصاف کے ساتھ آیا ہے  
غرض جب زبان فارسی میں ترکیب توصیفی کے لئے کوئی جدیدی شرط نہیں بلاتامل ان مرکبوں کو موصوف  
صفت کہنا چاہیے اور بلا ضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف میں پڑنا صواب نہیں  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنوں میں استعمال  
کیا ہے نظیری کا شعر ہے شعر ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت و دیدہ نے معرفت  
را در دو دنیا نور نیست و اے درد و عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جس وقت ترکیب انصافی اور اضافی ایک جگہ  
جمع پڑتی ہیں۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہیں توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے  
منفصل کر کے بعد مضاف الیہ کے ملتی کرتے ہیں اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے  
ہیں جیسے نام فرخ نوشیروان سعدی شعر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل و کز بہتیش  
بروے زمین یک نشان نماند و اور کبھی تابع عرب کے ہو جاتے ہیں سعدی شعر پسران وزیر  
ناقص عقل و بگدائی بردستارفتند و روستا زادگان دانشمند و بوزیری پادشارفتند و اے  
پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کر دیتے ہیں تا اتصال مضاف  
کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسی جلد دوم شاہنامہ کے اخیر میں بیان  
کرتے ہیں شعر کہ این نامہ شہر یاران پیش و بہ پیوندم از خوب گفتار خویش و یعنی از گفتار خوب  
خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے  
بیچ میں جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ در میان موصوف صفت کے جیسے نظامی کے اس شعر میں  
شعر سپیدہ برد رومی از چشم درد و برد تیغ من سرخی از روے زرد و اے سپیدہ رومی۔ ان  
مواضع میں صاحب مہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک یہ تکلف ہے  
دوسرا یعنی فاصلہ در میان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ میں کوئی خصوصیت  
است رابطہ کی نہیں است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بنجاتے ہیں۔ فردوسی پشتک اور  
افراسیاب کی گفتگو کے بیان میں لکھتے ہیں شعر چہ دستور باشد مرابا دشا و از ایشان سوارے نامجا  
اے دستور بادشاہ مرابا شد سعدی شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار و ہر قدر فقریت معرفت کو دکا

دینا یعنی سلطان عالم

ترکیب اضافی و  
انصافی ایک جگہ  
جمع ہو جائیں تو  
اتصال لکھو و تا

اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مرہ چون ابر بہ ہنگام وصال پہ گل بہار آمدہ وقت ست  
سے آشا میہا پہ اے وقت سے آشا میہا۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ  
کو باقی رکھتے ہیں جیسے سعدی کے اس شعر میں شعر سنگ بد گوہر اگر کاسہ زرین شکند بہ قیمت سنگ بفرزاید  
ز کم نشود بہ اے قیمت زر۔ نظامی رح شعر میں رنگ طاؤس و پرواز او پہ کہ چون گر بہ زشت آمد آواز او پہ  
اے چون آواز گر بہ۔ کبھی بقرینہ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہیں جیسے شعر دیدہ  
سعدی و دل ہمراہ تست بہ تاننداری کہ تنہا میروی پہ اے دل سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف  
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس میں  
قیاس کو دخل نہیں یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اُسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت میں  
مخل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا میں عیب اور عجز کا  
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادوں کے نثر کلام میں یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف  
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہیں جیسے کوتاہ خرد مند گلستان کی تیسری حکایت میں منثور ہے  
نثر گفت اے پدر کوتاہ خرد مند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احکام لفظیہ میں امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی میں کل کلمات مبنی علی سکون ہیں اور یہ بھی  
ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت و مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر  
مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علی سکون رکھے جائیں لفظوں میں امتزاج ہی کیا حاصل ہو  
جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسی طرح اب بھی رہتی تو بناے سکون مضاف کو  
جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اٹھا کر بجائے اُسکے جنبش کسری رکھ دی جبکہ علامت اضافت  
کہتے ہیں تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کی قدر لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی میں حذف تنوین اور  
نون کا اس امتزاج کے لیے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے  
فَلَمَّا ارَادُوا اَنْ يَمْرُجُوا الْكَلِمَتَيْنِ فَمَرَّ جَا لَيْتَسْبِيْهِ الْاُولٰٓئِ مِنَ الثَّانِيَةِ التَّعْرِيفِ وَالتَّخْصِيصِ  
حَذْفُ اَوَّلِ الْاُولٰٓئِ عِلَاقَةً تَمَامِ الْكَلِمَةِ گویا اس وقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ  
کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بن گیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شد و مستثنیٰ ہیں اور ان میں بھی دو طرح  
کے ہیں ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہیں لائی جاتی جیسے چون دہر و ہرہمہ سعدی

بیان حذف مضاف

بیان حذف مضاف الیہ

مضاف الیہ کی  
مضاف پر تقدیم

اس طرح صفت  
کی موصوف پر تقدیم

اس طرح بیگانگی پر مبنی ہون  
دو جانب تعلق اضافت و مستقل  
ہو رہی شعر خواندہ نہ  
آواز او پہ کہ چون گر بہ زشت آمد آواز او پہ  
بجائے سکون مضاف کو  
شعر باہم نظر کران  
مہر خاک و ہرہمہ

بیان ان مضافوں کا جن پر  
علامت اضافت نہیں لائی جاتی

کاشعر ہے شعر من تکسیر ملک دنیا و پشت کہ بسیار کس چوتو پرورد گشت و ولہ ہر کہ شاہ آن  
کند کہ او گوید و حیف باشد کہ جز نکو گوید و لیکن یہ شعر اسد اللہ خان غالب کا شعر ساز از دم نایست  
چون نے زمزمہ ماہ اسے ماہمہ بیچ تو واسے تو ہمہ ماہ متاؤل ہے۔ اور آن مضافون پر بھی علامت  
اضافت نہیں لائی جاتی جنکے مضاف الیہ میں فصل واقع ہو گیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ و وقت  
می آشا میہا و دفتریت معرفت وغیرہ میں اور یہی حال موصوف و صفت کے فاصلہ اور حذف  
علامت اتصاف کے بارہ میں سمجھنا چاہیے جیسے سپیدہ برد رومی میں۔ دوسرے وہ مضاف ہیں  
کہ جنکو اکثر بغیر علامت اتصاف کے استعمال کرتے ہیں یہ امر بھی مضاف کی خصوصیات سے  
ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب اور سرور ابن اور نبیرہ اور سپر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی  
سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے ز رحمت و کند در کار درویشان دعاے و ولہ زبان درد بان  
خردمند چیست و کلید در گنج صاحب ہنر و ولہ ز صاحب غرض تا سخن نشوی و اگر کار بندی  
پشیمان شوی و امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سر چشمہ۔ سر حلقہ بمعنی سردار جماعت سر داستان  
بمعنی عنوان داستان سر دفتر سر سورہ سر طوق اس حلقہ کلان کو کہتے ہیں جو سرے پر زنجیر کے  
ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہیں جو ملمع کر کے گنبدون پر نصب کرتے ہیں۔ کلم کا شعر ہے شعر  
گر حلقہ دامست و گر حلقہ زنجیر و سر حلقہ کہ امست بغیر از من دیوانہ و میرزا رضی دانش شعر  
تا ہست حرف زلف تو سر داستان ماہ پیچیدگی برون نرود از زبان ماہ میر محمد افضل ثابت شعر  
بخون رقمزدہ طغرائے خط پیشانی و بزرگ سرخی سر سورہاے قرآنی و سعید اشرف دریای کی تعریف میں  
لکھتے ہیں شعر خروشان موجہایش چرخ تسخیر و در گرداب چون سر طوق زنجیر و طاہر وحید سیر کے  
گنبد کی تعریف میں کہتے ہیں و شعر ز سر طوق گنبد بگردون رسید و چوپیرے کہ اور اپر اندر پردہ  
لفظ ابن کا جیسے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش و بنام سعد ابو بکر سعد بن رنگیت شعر  
خدیو عرصہ عالم محمد شاہ بن تعلق و کہ در بزم جہاندار می سکندر زبیدش چاکر و اور لفظ نبیرہ فرودی علیہ الرحمہ  
کے اشعار میں شعر نبیرہ فریدون شبان پرورد و زلف بلند این کے اندر خورد۔ شعر نبیرہ فریدون  
پیوند شاہ و کہ ہم تاج دارند وہم جا نگاہ۔ شعر نبیرہ سماعیل پیغمبرست و کہ پور براہیم نیک اخترست و  
شعر نبیرہ شنگے فریدون نژاد و نباید کہ پیچے تو سر راز داد و اور لفظ پس جیسے پس عمر و پیٹیرہ وغیرہ

بیان ان مضافوں کا جو کثر  
علامت اتصاف نہیں لائے

جو کثر بغیر علامت اتصاف کے استعمال کرتے ہیں

صاحب میرزا نظامی  
شعر گویش خوانند  
صاحب سرپردہ دلایت  
ستان بکار آفتاب گہر  
ہمنہ

ملک شرفی شعر دیرینہ ہمدے کہ دلم ز خمدار اوست ۛ مارا برادرست تر اگر سپر عم ست ۛ کسی استاد  
 کا شعر ہے شعر آن سپر ہشیرہ سید عماد خوشنویس ۛ آن برادر زادہ شمس الحق شیرین ادا ۛ میر معز  
 فطرت شعر دلم بردہ ز کف بانان سپر نے رحم بزانے ۛ متاع آرزو ازان کے مطلب گران سازے ۛ  
 اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجن میر بار میر چوپان میر دہ میر دیوان میر سامان میر سپاہ  
 میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل  
 میر میدان اساتذہ کے کلام میں متعل ہیں چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک میں بحیثیت  
 وزن عروضی کچھ فرق نہیں تو ان الفاظ میں فک و مثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان  
 کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گرجانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے  
 جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند باب زندگی از ما خرید ۛ منصب  
 میرابی سرچشمہ آئینہ را ۛ اسی طرح میر آتش داروغہ تو پخانہ ۛ آرزو کا شعر ہے شعر لشکر اہل سخن را خرم  
 آرزو میر آتشم شیخ آذرست ۛ اسی طرح میر آخر داروغہ صطبل ۛ محمد سعید اشرف شعر بسکہ در طلبش  
 آمد باخت اسب خویش را ۛ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار ۛ امیر خسرو شعر رفت امیر آخر و آورد زود ۛ  
 ہرچہ در اطراف جہان باد بود ۛ اسی طرح میر آتش بمعنی خوان سالار ۛ اسی طرح میر انجن ۛ اور لفظ عاشق  
 کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بنا گوش عاشق پلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت  
 عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نعمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میر ساند خوشہ اش  
 خود را بہ ابراز شوق برق ۛ مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت است ۛ صائب اصفہانی شعر چون سبزو  
 تاہست نم از زندگی در پیکرت ۛ دستگیری کن مے آشا مان عاشق بادہ را ۛ ولہ ندارد صفحہ دوران  
 چون من عاشق بنا گوشے ۛ ندارد حسن خط چون من غلامے حلقہ در گوشے ۛ فوقی یزدی شعر بدین  
 خمیشان عاشق پلاؤ ۛ ز خر پلوے شان ہمہ حرص گاؤ ۛ ولہ چون عاشق جماعے کو در ان روز کہ  
 بر فر باد او میرود و صد گوز ۛ ظہوری شعر درین انجن کبیت عاشق سخن ۛ کہ عشقے نورزید باشعریں ۛ  
 صائب شعر سرخی پیچہ بترک سر ز تیغ آبدار ۛ انقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا ۛ ولہ عالم  
 روشن بچشمش زود میگردد سپاہ ۛ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ۛ ظہوری شعر بنازک  
 دیہاے خواری کشان ۛ بلبہاے خاموش عاشق فغان ۛ ولہ بعصیان عشق باز بہاے ماچیت ۛ

چرا عفت چنین عاشق گناہ است + شغائی شعر گلین مہر و وفار امرغ عاشق نالہ ام + لب بے بندم  
 ز افغان تا گلے بر شاخ ہست + صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمہ مائزہ کرد + نالہ بلیل کجا تنہا  
 بفریادم رسد + کلیم شعر ز دستش آنچہ ناید انتقام ست + کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست + اور لفظ نیم کا  
 جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہاں بھی میر کی طرح لفظ  
 نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی تک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے  
 نیمروز نیمشب نیمقطرہ نینان نیمرخ - سعدی رح شعر ظالمے را خستہ دیدم نیمروز + گفتم این فتنہ است  
 خوابش بربودہ بہ + نظامی رح شعر چو نیمشب از تو جویم پناہ + بہت تاب فضلہم برافروز راہ + عنی شعر  
 بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز میماند + پس از پیا کہ شیدن بساغر از لب یار + سعدی رح شعر نیم نالے گر  
 خورد مرد خدا + بدل درویشان کند نیمے دگر + اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول  
 شب یعنی پاس اول شب - نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم + بہ تسبیح نامت شتاب آورم +  
 حاجی محمد جان قدسی شعر چوں سز زلفش بدستم افتد از خود میروم + ہچو طفلان اول شب خواب  
 مے آید مرا + اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا - میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا نندیشی امروز +  
 ازان فردا کہ پس فردا ندارد + اسی قبیل سے ہین پدر زن برادر زن شاہجہان - ولی نعمت  
 ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب - نظامی رح شعر زیارتگہ اصل داران پاک + ولی نعمت  
 فرع خواران خاک + ولہ دگر بارہ دولت درآمد بکار + ولے دولے باغن گشت یار + میر صبحی بازندانی  
 شعر تو کافر نمتے صبحی دگر نہ + بخون دل تنعم مے توان کرد + صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان  
 باشد گران پیکان + زبان شکر گرد زخم مارا در دہان پیکان + نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد +  
 کہ با آن ولی عہد بند عہد + جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ + آفتاب مکرم  
 طس آلہ +

ع  
 کہ شتاب اضافت کے ساتھ  
 طبرستان کی شاعر  
 فریدون کی کتاب میں  
 نقل کیے زبان تو جہاں  
 ہست

ع  
 ولی عہد اضافت کے ساتھ  
 جیسے نظامی کا شعر  
 بیکو نہ عین جہاں بود  
 از بابل ولی عہد بود

ل  
 خزان الیہ کی خصوصیت  
 کہ کہ اضافت کا لانا

یہاں تک وہ امر بیان ہوا کہ تک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب ادون  
 مضاف الیہ کا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرہ اضافت تخفیف میں آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب  
 یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہوں انکے مضاف پر سے اکثر کسرہ اضافت کو گرا دیتے ہین - جامی رح  
 شعر بنامیزد چہ زیبا صورتے بود + کہ صورت کاست اندر معنی افروزہ + نظامی رح شعر چو ایزد بن نعتے



در فردوس سپاس ایزدم چون نباید نمود و اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ میں  
 دول بالضم کوزہ آب کو کہتے ہیں کمال اسمعیل شہر چو دول این یکے ریسمان در گلو و چو چرخ آن  
 یکے کندہ بر ہر دو پا و۔ اور یہ بھی جان لیبا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام  
 رکھ دیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اس وقت مغلوب ہو جاتا ہے اسمیت غالب ہو جاتی ہے اس حال  
 میں اس کا مقطوع الاضافہ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ غوک  
 جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہیں کمال اسمعیل شہر خنک کیسکہ  
 رات کو پہن کر سونے کے بستر سے  
 ازین بادہ مست و بیخبرش و بغل گرفتہ مجلس بجامہ خواب کشید و ابوالبرکات منیر شہر شب چو دل سر  
 میکنند حرفے زور و ہجر دوست و گریہ شخون میزند افسانہ در خون میرود۔ ملاشانی تنکو شہر رے تو  
 رایتے ست کہ گیسوے پر غمش و شخون روشنی لب تاب میزند و اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہوں وقت  
 علامت اضافت ظاہر کر دیجاتی ہے فردوسی سکندر اور فور کی جنگ کے بیان میں لکھتے ہیں۔ شہر  
 خروش آمد از دشت کاے دوستان و سرمایہ مرز بندوستان و باقر کاشی شہر در دول ماشینی  
 نیست و مکش اسر داستان مارا و قلی میلی شہر دوران بکلید مرہ نوشا نگہ عید و بکشاد سر طوق اسیران  
 رہا کرد و امیر خسرو شہر میلے نجسرت نشد اسے آب زندگی و بانکہ سیل آب جزا ندر نشیب نیست و  
 طغرا شہر بہ پہلوے مسجد یکے تال آب و بود پاک چون چشمہ آفتاب و سعدی شہر نگونید از سر  
 بازیچہ حرفے و کران پندے نگیرد صاحب ہوش و حافظ شہر اسے صاحب کرامت شکرانہ سلامت و  
 روز می تفقدی کن درویش بینوارا و بابا افغانی شہر چہ عیش از مستی یک ساعت شب تیرہ روزان را و  
 کہ آتش از غم فردا بود و جامہ خوابش و سعدی شہر سپر نوح بابدان بنشت و خاندان نبوتش گم  
 شد و نظامی شہر ازان پیش کار و شب خون شتاب و چو دراج در وہ صلاے کیاب و اسکا مقابل  
 روز خون بھی آتا ہے۔ حکیم نزاری قہستانی شہر کم ایک خبر دارت کہ چونت و شب خون مصلحت یاروز  
 خون ست و ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض موقعوں میں ان الفاظ میں اثبات کسرہ اضافت کا  
 ہوتا ہے مگر کم ایسا سطر ہم نے پہلے کہہ دیا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال  
 کیے جاتے ہیں اس طرح جب ضمیر متصل کیسے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابان  
 کتابتان کتابان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان میں گزر چکی۔ اب منوجب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب غنائی ہے  
 وینغ ناوی بین سی  
 شے کا نام مرکب ہے  
 بعض غلویت کا کہتے ہیں  
 بعض کو مقطوع  
 الاضافہ کہتے ہیں  
 مرکب از دو لفظ ہر دو  
 شے کے جمع سے  
 وینغ ناوی بین سی  
 شے کا نام مرکب ہے  
 بعض غلویت کا کہتے ہیں  
 بعض کو مقطوع  
 الاضافہ کہتے ہیں

جن الفاظ کو کہتے ہیں  
 کہ ان الفاظ میں  
 کتابت کتابان  
 کتابتان کتابان  
 کتابم کتابتان  
 کتابان اسکی تحقیق  
 ضمیر کے بیان میں  
 گزر چکی۔ اب منوجب  
 یہ الفاظ بشرط وقوع  
 طرف

مربک اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر متعل ہوتے ہیں تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ اور جن مضافوں کے اخیر میں نون بعد مدہ ہو جیسے شبان کمان یا ہائے مخفی یا یائے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی متعل ہو جاتے ہیں مگر اکثر نہیں بہت کم تو یہاں بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت میں ہوگی۔ خاقانی شعر ضمیر من امیر آب حیوان و زبان من شبان وادی امین۔ بدر چاچ شعر روے زمین چو تیر شد راست ز نوک کلاک توہ جز کچی کہ در کمان ابر و طاق دلبرست۔ سعدی شعر ہما ند سالہا این نظم و ترتیب و زما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے و اے ذرہ خاک۔ نظامی شعر گر فتم ہمہ آہن آری ز روم و در آتشکہ ماچہ آہن چہ موم و اے آتشکہ ما۔ خاقانی شعر جملہ بدین وادری برد غنقا شند و کوست خلیفہ طیور و اور مالک رقاب و اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گر خدا خواہد کہ پردہ کس ورد و میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدی شعر اے کہ شخصے منت حقیر نمود و نادار شتی بہر نہ پنداری۔ اے درشتی بہر۔ مولوی معنوی شعر پیر پیر عقل باشد اے پسر و نے سفیدی موے اندر ریش سر و اے سفیدی موے نظامی شعر بھی چہرہ باغ چندان بود و کہ شمشاد بالالہ خندان بود و بہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یا اے تحتانی تخیل کسرہ کے لئے زیادہ کیجاتی ہے جیسے داناے راز۔ اس بارہ میں الف مقصورہ اور مدودہ ایک حکم میں ہیں۔ عربی شعر مصر ویران کرد رو در وادی امین نہاد و رود نیل شوق یعنی گریہ موساے سن و شعر بخدا کہ جرعدہ تو بحافظ سحر خیز کہ دعائے صبح گاہ ہے اثرے کند شمارا و مگر جوق جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یا اے تحتانی کا واجب نہیں رہتا جیسے عصاش دعاش مصرعہ حسن زیباش خیل عشق آورد و انیسر و شعر مور کہ بر سقف و دہے قیاس و پاش بلغر و چو در افتد بطاس و در صورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور با وجود جانب ضمیر متصلہ اضافت نہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے اس شعر میں شعر نثار مجلت از چرخ گوہرے با و کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہی نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا واد مدہ کلمہ ثنائی کے اخیر میں واقع ہو جیسے بوخو رو و وغیرہ بامتوالی الحركات کے جیسے رفو سیو گلو نگو وغیرہ تو یہاں بھی الف والے

مضافون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرہ اضافی کے لئے یاے تختانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل۔ روے زمین۔ موے سر۔ اور سوے آب۔ گلوے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کے ساتھ اور بغیر یا کے یہ دونوں امر جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے بوش روش بولیش رولیش اور سبوت گلوٹ سبوت گلویت۔ حافظہ شعر لطف باشد گریوشی از گدا ماروت را پتا بکام دل بہ بیند دیدہ ماروت را پتاے روے ترا۔ اگر کلمہ غیر ثنائی متوالی الحركات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرہ اضافی پر کفایت کریں جیسے رفیع کے اس شعر میں شعر تو ان بمعنی وحدت حسن یار رسید ہلال ابرو او مطلقیت در توحید۔ مصرعہ در پہلو من نشست آن شوخ پشاہی سبز واری شعر دوروزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی پچو عمر بالب ساغر گزشت و گیسو چنگ خواہ کلمہ ثنائی اور متوالی الحركات کی واؤ کی طرح یا تو صرف یاے تختانی ملتی کریں جیسے خواجہ کرمانی کے شعر میں شعر برآرندہ تیغ صبح از نیام کشايندہ چین زا بروے شام حکیم زلالی شب کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر ز تنگی آن چنان پیچیدہ در ہم پکہ موئیدہ ہر و گیسوے ماتم یا بعد الحاق یاے تختانی بوجہ عدم تعذر ثقلت توالی ماقبل یا کو اذ احرک حرک بالکسر و مبناسبت یا کسرہ دیتے ہیں پس یہ کسرہ کسرہ اضافی اور یا یاے اشباعی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر میں شعر طلب کرو خاقان آفاق را پکہ گرہ باز کرد ابروے طاق را پکہ نظامی شعر درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ پخورم گردہ گردان بید ریغ صائب شعر بید مجنون گیسوے ماتم پریشان کردہ است پتا کر قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تختانی و بغیر یا دونوں طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضمائر متصلہ کے قبل کی طرح اسکو بھی حرکت فتح و بجائیگی جیسے ابروش ابروت پہلوش۔ پہلوت ابرولیش پہلولیش۔ ابرویت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثلث دفع کرنے کے لئے اخف الحركات یعنی حرکت فتح و بجائے جیسے پہلوش ہندوش۔ حافظہ شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا پکہ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا پکہ غرض یہ واؤ واؤ مدہ ثنائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی میں ممتاز ہے مگر لفظ سنو حکم شذوذ جمیع احکام میں شریک و متوالی الحركات

ہے جیسے مصرعہ۔ زمان زمان سو من کن بعین لطف نگاہ بہ نظانی ہر شعر سوے مخزن آوردم اول  
 پیچ کہ سستی نکردم دران کار پیچ و ولہ تو اے پہلوان کا مدی سوے من و نگہدار پہلوز پہلوز من  
 والد تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ اور اگر حرف اخیر یاے تختانی مدہ ہو بوجہ عدم تعدد ثقلات کسر اضافی  
 پر کفایت کرنا اور نظر بر اخوت الف و واو مدین یاے تختانی کا بڑا ناہیہ دونوں امر جائز ہیں اول جیسے  
 حافظہ کے اس شعر میں شعر ساقی بہ نے نیازی یزدان کہے بیارہ تا بشنوی ز صوت منغنی ہو لغنی  
 طالب آملی۔ شعر آہم کن اے شرم بہ نزدیکی آن کو شاید بلفط یار ز من دست لبشود بہ دوسرا امر  
 یعنی یاے تختانی کا زیادہ کرنا اس میں پھر دو باتیں ہیں ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو  
 بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہیں نظامی ہر  
 شعر کسے را کہ قہرے تو از سر فگندہ بہ پامردی کس نگر و دلبندہ اسکو شباع نہ سمجھیں۔ دوسرا یہ کہ  
 یاے اول کو اسی حالت سکون میں رکھ کر یاے ثانی کو بحکم اذا حرکت بالکسرہ دیتے ہیں اور  
 اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کر دیتے ہیں۔ حافظہ شعر خنک چو گانی چرخ  
 رام شد در زیرین و شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن بہ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس  
 قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا  
 ہے جس طرح اُن ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اس یاے  
 ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کر دیتے ہیں مولوی معنویؒ ہر شعر صد گمانت بود در پیغمبریم و باچنین بڑا  
 ابن خلق کریم و مگر یہ کم آتا ہے۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا یاے مخفی ہے تو چونکہ اس میں صلاحیت  
 کسرہ قبول کرنے کی نہیں تھل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے بندہ خدا  
 مجھ سے پوچھیے تو وہ یاے تختانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل  
 میں آتی ہے اسوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تختانی کا واقع ہو جاتا ہے۔ مولوی معنویؒ کا شعر ہو  
 شعر لیک میگوم حدیث خوش نہی بہ برا امید آنکہ تو کنعان نہ بہ ہستی دبیر شعر باروے چو نو بہار  
 باخوے دئی و با ما چو خار و باو کر کس چوئی و بخت بد ما ہی کند سست پئی و در نہ تو خین سخت کمان نیز  
 ایک لطیفہ ذرا غور کرنے کے قابل اور حظ لینے کے لائق عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں کہ واضح حرف  
 و صورت حکیم مطلق جلت حکمتہ نے معنی لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت قویہ

ایہ حروف مضاف کا آخری ہوتا  
 علامت اضافت کی ہوتی ہے

مخفی پایا جاتا ہے

مخفی ہمزہ ہلکے  
 ہمزہ ہلکے ہمزہ ہلکے  
 ہمزہ ہلکے ہمزہ ہلکے  
 ہمزہ ہلکے ہمزہ ہلکے  
 ہمزہ ہلکے ہمزہ ہلکے

رکھدی جس طرح تہہ میں اس رسالہ کی مہر میں ہو چکا ہے پھر شکل حروف میں کیونکر اہمالِ تناسُب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ میں یہ کیوں نہ ملی وہ کیوں نہ ملی اور حکم آیہ وافی الہدایہ لَا یُسْعَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا بنا سبت و بلا سبت وضع کر دیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہم کو اپنی منہ سمجھی سے مناسبت پر پئے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض میں منہ نہیں کھولنا چاہیے پس ان حروف کی یہ خاص خاص شکلیں اور صورتیں بھی ضرور خاص خاص مناسبتوں کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان دقائق غامضہ پر ہمارے نظریہ نہ پہنچے مثلاً اس شکل (د) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم میں نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اس کے بالائی سرے کو نکال دیجئے دیکھیے (ک) کامل واو ہے۔ اور جو اس کے انحناء کو لحاظ نہ کریں ایک مثلث کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہو چنانچہ غالب فرماتے ہیں مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس میں کیفیت ان تینوں حروف علت کی بالقوة موجود ہے تو حالت فتحی میں الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی میں وا کی شکل لیتا ہے حالت کسری میں یا بنجاتا ہے جیسے مامون حومن ایمان۔ آدم بر سر مطلب اور وہ گڑ کی سی شکل جسکو ہائے مخفی کہتے ہیں میرے نزدیک کوئی حرف جو ہر کلمہ کا نہیں بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگاروں نے کلمات فارسی میں باقبل ہائے مخفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میا بنجیوں نے مکتبوں میں اسیکور واج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے۔ میرزا غالب کا شعر ہے شعر شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ در نور دگزارش زدہ ہا کردہ انداز نشاط عربہ ہا لیک در بعض جا نہ در ہمہ اش لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش دیکھیے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ گا جادہ اور عربہ اور ترجمہ کوڈ الہ ہے۔ یہ الفاظ عربی کے ہیں انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہاں اختلاف روی کا قائل ہونا محکم ہے۔ ان ہائے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۃ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہائے اور حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رہ یعنی طریق بفتح ماقبل و کہہ یعنی جبل بضم ماقبل و وہ یعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسواسطے کہ اول سے الف ثانی سے واو ثالث سے یاء تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے۔ راہ و کوہ معروف ہیں مگر وہ اخیر





ما قبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود بن لکھتے ہیں شجر صراحی بر قدح چون کبک قہقہہ ۛ  
 زرد گوشتش کہ اسے گلہ سہ خہ ۛ اور پُہ ۛ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہوا  
 کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے شجر بودت فرو نادرسی ہیچکہ سر ۛ چو حلاوا  
 خوری زود گوئی کہ پُہ ۛ شجر چہ میگنم و در چہ پردا ختم ۛ کجا بود اشہب کجا تا ختم ۛ آدم بر سر مطلب چونکہ  
 نامے مخفی نامے ظاہر کی شکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے  
 علم ہیأت میں جب دو اُروقی کی پیائش کرتے ہیں ساٹھ پر اگر سہ لکھ دیتے ہیں حالانکہ باعتبار حساب  
 جمل فقط اس کے ساٹھ ہوتے ہیں اگر یہ شکل واقع میں مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ بنجاتے لیکن مادہ  
 تاریخ میں اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل مکتوبی پر ہے اصلیت  
 اور واقعیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے مشد جو کہ اصل میں دو حرف ہیں یہاں ایک ہی اعتبار کیا جانا ہر  
 اسی بنا پر تا عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل میں لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی میں نا بن جاتی ہے اسکے  
 اعداد میں فضلاء موخین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی میں اس  
 طور پر واقع ہو کہ تلفظ میں بھی تا ہی پڑھی جائے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لئے جائینگے اور وہ جملہ  
 تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہ ہو مگر وہ کلمہ جس میں یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے  
 رحمۃ للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شجر نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۛ و زحومان چرا غافل  
 نشینی ۛ اسی طرح جنۃ النعیم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس صنعت میں فقط مکتوبی  
 کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی میں اگرچہ ایک  
 ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کی جاتی ہیں اور انکے عدد میں لئے جاتے ہیں  
 اور عبد الرب عبد الرحمن میں الف لام اگرچہ ملفوظ نہیں مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکیس لئے جاتے  
 ہیں راے مشد و ایک ہی شمار کی جاتی ہے فقط دو سوا اسکے عدد لئے جاتے ہیں اگرچہ بولنے میں  
 دو رہے بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی وغیر عربی میں ہا کے لئے مختص ہے  
 میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ غیر عربی کے لئے یہ اختصاص ثابت کر لوں گا ہے مگر عربی میں یہ شکل تا اور  
 ہا دونوں میں مشترک ہے لیکن ماہ الامتياز اور جدائشاس اوپر کے دو نقطوں کا وجود اور عدم ہے جیسے  
 حا اور خا اور زٹا شکل میں مشترک نقطہ سے ممتاز ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی میں ہا

تاہم در جو حالت  
 وقفی میں نا بن جاتی  
 ہے بحساب جملہ  
 اسکے عدد کی تحقیق

خدائی پادشائی کی  
 ہمزہ کی عدد دیا  
 یعنی چالیس ہے۔

بنجاتی ہے تو اس وقت اسپر لفظ بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لئے جائینگے جیسے علیہ الرحمہ  
 ورب الکعبہ اور آیات کریمہ قرآنی میں جو باوجود وقف لفظ دیے جاتے ہیں باعتبار ما کان حالت  
 اصلی کے لئے ہے تا نو آموزوں کو تہجی کے وقت دقت نہ پڑے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی  
 ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس میں یہ تلمے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ  
 وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنة منوٰۃ سے نکالی ہے اور اس تاہ جنس کے  
 چار سو عدد لئے ہیں بہت درست ہے اور اسپر غلام علی آزاد جیسے نے بدل اویب بلند اندیشہ فضل  
 نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت  
 کی عبارتوں میں جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تاکا لانا اور  
 اسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام و ضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی میں واقع ہو محب  
 الاملا سے عجی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لئے جائینگے جیسے صاحب خبر الواصلین  
 حضرت شیخ اشیرخ عقد سلسلۃ الاولیاء رحلۃ العلماء والفقراء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین بہروردی  
 قدس سرہ کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر آنکہ شیخ اشیرخ عالم بود و زبکہ اولیاء اعظم بود و  
 عمدہ واصلین شہاب الدین و قدوہ کاملین شہاب الدین و سال نقلش بگفت ارض و سما و ساکن اوج  
 جنیت والا و ملا حیدر زہنی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر تاریخ وفات فایضاً  
 مرحوم و کرندہ تم کہ شد پیر حجت و اصل و اور اگر حرف قوی حرکت کے لئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف  
 ہے علامت بننے کو کوئی متعصب سمجھے تو عربی کا فون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حرف کے علامت  
 حرکات ہونے کے امتناع کو اٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ  
 قواعد نگاروں کے کلام سے بھی اشارہ یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جو اہل الحروف ہست  
 کے استعمال کے بیان میں تحقیق کرتے ہیں کہ است الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہاں کلمہ  
 متحرک الآخر ہو اب اگر بائے مخفی بھی کوئی حرف مستقل جو ہر کلمہ سے مان لیا جائے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی  
 کہاں رہا۔ فارسی کے استاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب و ہلومی و فرش کاویانی میں ضمیر خطاب  
 ت کے بیان میں لکھتے ہیں جبکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہاں کلمہ ہمزہ غیر اصلی  
 مخفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لئے لایا گیا ہے تا پدید آید کہ ہامی انہامی حرکت را وجود

حرف حرکت سیلئے  
 علامت بن جاتا ہے

اعتباری است نہ وجود حقیقی لاجرم جزو سلطت ہمزہ بحرف دیگر نمیتواند پیوست " اور مفت فلز زم کی سائز  
جلد بین مصاد جعلی کے بیان میں لکھتے ہیں " از اندیشہ اندیشیدن وہاں منظر حرکت را حذف کردند "  
اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہا منظر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا  
حاصل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہائے تختی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا لفظ اضافہ  
کہ اسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اسکی حرکت لازمی کو چھپ نہیں سکتے مگر حروف لازم الحركات پر ایک الف  
متحرک زیادہ کرتے ہیں جو کہ حروف علت میں سے ہر جسے ہمیشہ دعامول اور زیادتیوں میں کام لیا جاتا  
ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس ہا کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد  
پربنت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا نسب ہے پھر اس الف زائدہ پر کسرہ اضافت لایا جاتا ہے  
اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف میں ہمزہ کہتے ہیں اور اگر یاء وحدت یا تنکیر یا تعظیم یا خطاب کی  
اس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط میں کوئی صورت اسکے لئے الگ نہیں ہوتی یہی ہمزہ اسکے ادا کی  
خاطر کفایت کرتا ہے جیسے لفظ بندہ کا سعدی کے اس شعر میں شعر علت محض است اگر لطف جہاں آفرین  
خاص کند بندہ مصلحت عام را یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی یاء مجہول ہے جو  
اور اسموں پر ان معنوں کے لئے دخل ہوتی ہے لیکن ہمزہ ماقبل یا صرف تخیل کسرہ کے لئے واجب  
کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے  
اسواسطے کہ کردہ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر یاء معروف ہے اور  
است والی گردان میں ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہاں بھی ایک الف  
متحرک اور یاء ساکن صورت ہمزہ کے لئے ہوئے ہیں۔ اور عربی کی تاوات جو حالت وقفی میں ہا و تنگی  
ہیں گو اس قسم کی علامت حرکت نہیں ہیں لیکن عمومیت احکام کے لئے انہیں کے تابع کر دیا جیسے  
روضہ رضوان ترجمہ قرآن اور ان چار حرفوں یعنی الف اور واو اور یاء مدہ اور ہائے تختی کے سوا  
سب جگہ مضاف پر کسرہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الحمد لله والمنته اضافت معنوی کا مختصر سبب بیان کلمہ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہوں  
ملاحظہ فرمائیں گا۔ کیا کیا جاے خاطر کی تشویش اور طبعیت کی کاہلی یہ دونوں امر ایسے ماتم دھوکہ میرے  
پیچھے پڑ گئے ہیں کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرماوے ۛ

آپ اس کے کہہ  
بہن اس کا  
کہہ بھی تا ہے  
جیسی چو کہ  
کجاں مگر بھی  
کہہ لے چاں  
نخل کرت کیلئے  
ہوئے زیا کہہ کیا  
کہہ کہہ ماضی  
اضافی کا کہہ  
ہو میں نہ نخل  
نہیں ہوتا کہہ  
اسے اسی کہہ  
برکات نہیں  
کہہ ۱۲



## الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولوں کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنوں میں ہونا شرط ہے جیسے نویذہ نامہ و کشہ غم اور غیر معمول کی طرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہیں بنتی جیسے خواہندہ مغرب و دانا سے طوس سعدی رح فرماتے ہیں نشر خواہندہ مغرب و وصف بزازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا انہی بعض نخون میں یا بے نسبت کے ساتھ خواہندہ مغربی آیا ہے اب ترکیب تصانی ہوگی اور جو لوگ کہ مغربی یعنی زر مغربی کے لیتے ہیں اسوقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز ہے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھیں بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنوں میں پایا جائے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولوں کی طرف ہو جیسے۔

مصرعہ آفرینندہ ہر چہ بہت۔ غرض ان دونوں صورتوں میں اضافت معنوی ہوگی سمجھنے یہاں اضافت لفظی میں اس امر سے بحث نہیں کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی میں تخفیف ہے اس واسطے کہ زبان فارسی میں معرفہ اور نکرہ کے احکام نخونی نہیں کھلتے یہ تمام و زبان عربی میں خدا داد ہے جیسے رجل اور الرجل میں تعریف و تنکیر کا فرق ہو گیا بخلاف فارسی کے اُس میں ایسا کوئی تفرقہ اور جدا شناس نہیں اور ہم نے فقط اپنی تحقیقات میں یمن و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی توزیع کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفون میں سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر میں شعر

اے دوست اگر جان طلبی جان تو بخشم ۛ از جان چہ عزیزست بگو آن تو بخشم ۛ۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہو گیا فلان دوست ہے کس واسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے تاں اگر کوئی اندھا نہ اکرے اور کہے اے جانو اے میرا ہاتھ پکڑ لے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار میں گھرا ہوا یا کنوئین میں گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہنچو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کس واسطے کہ یہاں کسی کی تعین نہیں۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ میں جنکا بیان بحث حرف میں آئیگا میں ابوعلی کا تابع ہوں اُنکے حرف ہونے میں مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماء افعال ہونا تحقیق مقام کو

معنی اسم فاعل و مفعول  
مفعول و صفات مثبہ  
نام تفسیریں ۱۱

تعیین  
لا اے  
میرا کرنا ندا کو  
معرفہ نہیں بنانا

خداوند کی تعریف



اور اس کے معنی اقبیل یعنی متوجہ شو کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ افکا فاعل انہیں اسماءے منادا کو  
 مابین یا کوئی ضمیر اسماءے افعال میں مستتر سومیرے نزدیک انہیں اسماءے منادا کو اسماءے افعال  
 کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استعارہ ضائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمہ مذکور کو بنحو انہم کے قائم مقام  
 کرنے کی ضرورت رہی نہ اس کے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحو یون میں اس کا رواج ہے۔ کہ واسطے  
 کہ خات عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو انکو کہیں فاعل اور  
 کہیں مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی میں نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی  
 اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہیں تو منطوریہ ہوتا ہے کہ اُن غائبوں کو  
 مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کر لیں اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر  
 ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظروں سے مستور ہو یا منہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن  
 آواز نہ کرنے والے کی اُس تک پہنچتی ہو تو اُسکو تعین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے  
 جیسے کوئی سامنے رو برہ اپنے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہ ہو یہاں خوب ہوشیاری اور توجہ  
 دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال  
 ندا کا ہے یعنی حقیقتہً ندا اسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اسکی پکار کو سنے اور  
 جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازا ہوتا ہے جامی فرماتے ہیں  
 شعر دریا سے فلک با من چہ کردی ؟ رساندی آفتابم را بزر دی ؟ اس سے معلوم ہو گیا  
 کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سن نہیں سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر  
 بیٹھے ہوئے اپنے شوق میں مطلوب کو ندا کرتے ہیں گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کی جانب  
 ندا ہوتی ہے شوق و عشق میں منادا سے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہیں ہوتا فقط اُس  
 تصور اور خیال کے ساتھ دل پر دازی کی جاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق میں حاضر رہتی ہے اسی طرح  
 منہ منہ میں پکار لینا کہ اسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہنچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آہ  
 ندا کا لفظوں میں مذکور ہو نہ حقیقی کہلاتی ہے جیسے یازید۔ اگر مذکور نہ ہو نہ اے تقدیر می کہتے ہیں  
 جیسے شعر نظامی بسا صاحب آوازہ ؟ کہن گشتی و ہجران تازہ ؟ یعنی اے نظامی الخ اسی طرح  
 کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہیں کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا حقیقی

ندا مجازی

ندا غائب حقیقی  
تقدیر کا بیان

ذکرین نکتہ

آئندہ اس کے بعد  
کے نکتہکی نکتہ کی طرف  
مناد کا عدم ذکریعنی حالت مذاہن وہ اسم جسکو مذکر ہے  
بتا اور باعتبار استعمال عرب کے صیغہ فاعل ہے اور فاعل میں صیغہ حاضر لکرتا ہے

نکتہ اسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے شعر  
 اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست + یارب یہ بینم آنرا در گردنت حامل + کبھی جل جہنم  
 اپنے خشم و غضب کا مورد بنانے کے لئے جیسے کہتے ہیں شعر شاہد معنی عیان و ما بصورت  
 ملتفت + اے درون جہل خون اے روئے نادانی سیاہ + یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی  
 پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہو جاے اے نادانی تیرا کالامنہ کبھی  
 اس غصہ اور طال میں ایسا مضطر اور عجول ہو جاتا ہے کہ آگہ ندا کے ذکر کیے تک صبر نہیں ہوتا  
 خان آرزو کا شعر ہے شعر گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من + بفلک ترا رساندم کہ گے اثر کردی  
 اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعظیم مناد منظور ہوتی ہے تو بھی مناد کو ذکر نہیں کرتے اسکی جگہ اسکی صفت کو قائم  
 کرتے ہیں تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہو جاے اور عذر ترک مناد ابھی مسموع صاحب کا  
 شعر ہے شعر چہ بخونا خدا گردیدہ اے از خدا غافل + چونکہ یہ صفت جملہ نہیں مصدر بکاف رابط  
 نہیں سعدی رح شعر ہے پسندیدہ حیث بردر ویش + از براے قبول منصب خویش + تا دل بادشہ  
 بدست آری + حیث باشد کہ حق بیازاری + یعنی اپنے نفع کے لئے غریب مسکینوں پر ظلم کرنا پوشا  
 کی خوشامد میں حق جل و علا کو ناراض کرنا نے شک تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ  
 میں ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کیسی غطت اور بزرگی کی وجہ سے بھجواے نامش بزرگان گفتیم از  
 بخیر دیت مناد کو ذکر کرنا جیسے سیاوش اپنے قتل کے وقت خدا سے عذر و جل سے التجا کرتا ہے۔  
 شعر سیاوش بنالید بر کردگار + کہ اے برتر از گردش روزگار + اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا بُرا  
 یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہیں پہنچتا تیری ذات پاک اس سے برتر ہے بجائے مناد اس  
 خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایما کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ اس طرح  
 تعجب و تحسّر و تمنّا کی محویت میں مناد کا ذکر کرنا بھولتا ہے انکے مسئلہ آگے آتے ہیں غرض اس قسم کے  
 نکات معنوی بیان کیے جائیں یہ دستور نامہ کا ہیکیور مہیگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپکی لطف اندوزی  
 کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کر دیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا سے غائب معرض خطاب میں آتا  
 ہے اسبواسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندائیں وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہو  
 لیکن یہ نکتہ فریاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت مذاہن وہ اسم جسکو مذکر ہے ہیں بزرخ یعنی

مین میں حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اُسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اس واسطے اس حالت  
توسطی میں استعمال ہر دو صیغوں کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اُسوقت بخوبی مبہن ہوتا ہے  
کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہوا واقع ہو لیکن عربی میں صیغہ غائب کا استعمال اکثر  
ہے حاضر کا کتر اس واسطے کہ جب کو ہم پکارتے ہیں وہ غیبت حقیقی یا مجازی میں ہو گا اگر یہ بات  
نہوتی نہ کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اُسکو نہ اگر غیبت سے نکال کر خطاب میں دخل  
کرنے کے لیے ہوتا ہے تو جب تک نہ پوری نہوگی وہ غیبت سے شرف خطاب میں نہیں آسکتا  
یعنی عین حالت نہ امین وہ پورے طور سے مخاطب نہیں بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نہ رہا  
لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کر کے احکام غائب کے اُسپر جاری کئے جاتے ہیں یا یہ کہ منادا  
اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماء ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہیں تو یہاں بھی لفظ کے اعتبار سے منادا  
غائب ہوا پھر اب غائب کی طرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعمال حالت نہ امین غائب ہی کہتے  
ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب منادا حالت نہ امین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گویا ایک اطلاق کے درجہ میں  
آگیا تو اُسکے لیے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج میں مطلق کا کوئی وجود نہیں تو ناچار اُسکو  
فرد کامل کی زمری میں لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا سالہ زمرت افشار میں ہمنے مہرین کر دیا ہے  
یہ مختصران توطیہ اور تمہیدوں کی گنجائش نہیں رکھتا جیسے ارشاد و ہدایت بنیاد ہوتا ہے یا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اٰمَنُوْا اٰمَنُوْا تَبٰی کا شعر ہے شَعْرًا یٰکُمَنْ تَحْکُمُ فِیْ نَفْسِیْ فَعَذَّبْنِیْ ۚ وَ مَن فَوَادِیْ عَلٰی قَتْلِ  
یَضَافَرُہ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولیٰ کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب  
کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبت سے حیر خطاب میں کامل طور سے نہیں داخل ہوا تو گویا اب تک غائب  
ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب  
پورا غائب نہ رہا گویا مخاطب بن گیا اور یہ کلام عرب میں بہت کم ہے شاعر کہتا ہے شَعْرًا مِّنْ اَجْلَالِ  
یَا اللّٰہِ تِمَمْتَ قَلْبِیْ ۚ وَاَنْتَ بِخَیْلَةٍ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ۚ مگر فارسی میں صیغہ حاضر ہی کا بیشتر استعمال  
ہے جیسے شعر ہے کہ یہ کہ از خزانہ غیب ۚ گہر و ترسا و طیفہ خور داری ۚ مولوی معنوی فرماتے ہیں  
شعر گوش نہ اسے تو طلب گار صواب ۚ بشنوائن اشکال و بہت راجواب ۚ اور غائب بھی مستعمل ہے  
مگر کتر جیسے نظامی ۚ حمد میں فرماتے ہیں شعر ہے جہاں راز، ہیج سازندہ ۚ ہم نوا بخش ہم نوازندہ ۚ

وہاں غیبت منادا

وہاں غیبت منادا

وہاں غیبت منادا

وہاں استعمال حاضر منادا

غنیو بت مناد  
کہ اس کے لئے  
الفاظ میں مراد  
اور مناد کا اشتقاق  
تو بتا کر اگر وہاں ہی  
جائے تو غنیو بت مناد  
کہ اس کے لئے  
الفاظ میں مراد  
اور مناد کا اشتقاق  
تو بتا کر اگر وہاں ہی  
جائے تو غنیو بت مناد

اور نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ عربوں نے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت کی معنوں کی رعایت  
یہ ہے کہ پہلے سے اسکو غنیو بت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غنیو بت  
اسکی ناقص رہ گئی تو اسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت  
لفظی یہی ہے کہ مناد اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صورتی کی جانب ضمیر خطاب  
کا پھیرنا مکروہ سا ہے۔ یہ کہ عربوں نے ماکان کا اعتبار کیا فارسیوں نے مایول کا واسد تعالیٰ شانہ اعلم  
بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا وایا وائی بالکسر وائرے یہ سب صدارت کو مقتضی ہیں جیسے یارب۔ اہل  
فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہاے وائے کے لیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ درود مصیبت کے  
وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اسکو معنوں میں ہاے ووائے کے کر لیا اسی بنا  
پر صائب ہمنہانی نے اپنے شعر میں اسکی جمع یاربہا تراشی ہے شعر چہ مخونا خدا گردیدہ اے از خدا  
غافل و ندارد این سفر باد مرادی غیر یاربہا و اور یاربے تنکیر کا ایسوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا  
مولوی معنوی رح فرماتے ہیں شعر نیز روزے با خدا زاری نکرد و یاربے نامدا ز روزے بدرود سوئی  
شعر ترسی کہ پاک اندرونی شبے و برآرد ز سوز جگر یاربے و مثال ایکی فردوسی کا شعر ہے شعر ایاشاہ  
محمود کشور کشاے و گراز من ترسی ترس از خداے و اوراے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم میں  
مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہیں اور عجم بالکسر جیسے اے کریم اوراے تحقیر کے موقع میں مستعمل ہوتا  
شرف شغائی کا شعر ہے شعر اے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا و لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان  
اور الف ندائیہ منادا کے اخیر میں لاحق ہوتا ہے جیسے شعر کریم یا بخشتاے بر حال ما کہ ہم اسیر کمنہا و  
اب سنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغناء ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ فردوسی  
نخاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہیں الممنوع اجتماع الکی التعریف الاستغناء حاصل یا خدا لیکن بعض وقت  
استماع مح کے موقع میں زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس  
جتلانے کے لئے جو منادا پر ندا کیجاتی ہے متاؤل ہے یعنی یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادا نیت  
دوبار لائے جاتے ہوں بلکہ حسب طرح کلمہ ندا کر رہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بثرن و ہون  
میں لکھتے ہیں شعر بدادار گفت اے جہان داورا و سنو گر بدین خستہ دل بنگرا یعنی اے داوارا  
جہان داور۔ بثرن کا محل شہا ہی میں منیر کے ساتھ داخل ہو کر گھیرا جانا بیان کرتے ہیں شعر چنین گفت

مناد و بکلمات  
ندائیہ کا مکرر لانا  
اس قول سے صرف  
ہو گیا اس امر کی مقصد  
ہے کہ استغناء ممنوع  
ہے قطع نظر کے کہ  
ایک منادا پر دو ادا  
ندائے جابین بیان



کالے کردگار امراد رانی نخواست بدن ایدر یعنی اسے خدا سے کروگار۔ چنانچہ کلمہ ندا اسے کاجوہدار کو مقضی ہے مناد با حرف ندا سے موخر واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عربی کے اس شعر میں شعر اور اسے نہ سزا ہے تو ہمیں تعریف ست ہے کہ عظیم ست عدلیت چو خداوند عظیم یعنی اسے داور اسے شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق میں الف کو جو منادا کے اخیر میں ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہیں بلکہ ایک زائد محض سمجھیں جب طرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرا میں ہے یا اس قسم کا زائد سمجھا جائے جو مذہبہ اور استغاثہ کی خصوصیات سے مدصوت کے لئے لایا جاتا ہے یا جب طرح عرب یا غلاہی کی یاے متکلم کو الف سے بدل کر یا غلاہا کہتے ہیں اور فارسی میں بھی بعض مقنین نے ملاذا معاذ کے الف کو متکلم کا مانا ہے اگر فارسی میں الف متکلم کا ثابت ہو جائے یہاں مناد پر الف متکلم کا خاصہ کہہ سکتے ہیں یعنی اسے کروگار اسے کردگار میں پس بہر حال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارہ تکرار کلمہ ندا صاحب صوت فاروقی کا اعتراض نے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و مذہبہ کا دربارہ استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ و مذہبہ کے لئے واجب بھی لاتے ہیں میر غیث ہمدانی محوی کا شعر ہے شعر وافر یاد و عشق وافر یاد اہ کارم بیکے شوخ نگار افتاد اہ گرداد من شکستہ داد داد ادا ورنہ من و عشق ہرچہ باد ابادا۔ اور مذہبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال و فوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے پر ان ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ میں سیاوش کی خبر موت سنکر پیران و سیکا زاری کرنا شعر ہبگفت زار اسے سزاوار تاج ہے کہ چون تو نہ بیند دگر تخت عاج ہے مقتل میں سیاوش کو موے کشان لیجاتے ہوئے دیکھ کر فرنگیس ندبہ کرتی ہے شعر بگفت این درو سیاوش بدیدہ دورخ را بکند و فغان بر کشیدہ کہ شاہا دلیر اگوا سرور اہ سرافراز شیرا کند آوراہ بایران بروم بگذاشتی ہ سپہدار را باب پنداشتی ہ کنون دست بستہ پیادہ کشان ہ کجا افسر و گاہ و گردن کشان پرستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا شعر ہی گفتم رستم ایانا مدار ہ ندیدست دوران چو تو شہر بارہ اسطرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لئے بھی ندا کرتے ہیں جیسے قتل سیاوش کے بیان میں فردوسی کہتے ہیں شعر بزدوست و ریش شہنشاہ گرفت ہ بخواری کشیدش خاک اشک گفتم نظامی شعر شہ ارملک عالم گرفت اسے شگفت ہ من آزا اگر فتم کہ عالم گرفت ہ حسرت میں جیسے مصرعہ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ ہ تمنا اور آرزو میں جیسے شعر مرا اسے کا شکے مادر نرادرے

تجید حسرت آرد  
استغاثہ بیکہ ندا



اگر زادے کے شیرم نہ اڑے : در حقیقت خصوص ان مواقع میں منادا محذوف ہوتا ہے معلوم ہو جائے کہ مشکلم اپنے تعجب و تحسّر و تمنّا میں ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دھیان نہیں رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا تو اے عربیہ میں ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث میں درج کرنا اُس زبان کی ترکیبوں کی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے شعر بدادار گفت اے جہان داورا : سزو گر بدین خستہ دل بگرا۔ اور تہدید جیسے شعر ایا شاہ محمود کشور کشاے : گر از من نترسی بترس از خداے :

### المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار و حاصل مصدر کا جدا شناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہوں جیسے رفتن و زدن یا صادر نہوں بلکہ اُس غیر کے ساتھ تخصّص افعال و قیام کا علاقہ رکھتے ہوں جیسے زیتن و مروں و بودن و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہیں کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہیں بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہ صفت اُس سے نکلتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ میں اپنے اکثر خیالات کو اس مقام میں بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہوں لہذا امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض میں لاتا ہوں۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر میں تین درجے ہیں ایک مطلق مصدر جو درجہ میں لا بشرط شے کے ہے یعنی اُس میں نہ اعتبار وجود و ساخت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لاشے کے درجہ میں ہے یعنی اُس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے یعنی اُس میں نسبت جانب فاعل کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر میں ماخوذ نہیں بتخلّات فعل کے ایسوجہ سے فعل کو از روئے عمل اصل قرار دیتے ہیں اور مصدر کو فرع مان از روئے اشتقاق اُسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس میں نسبت فاعل کا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجهول یہ درجہ بشرط شے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا جاتے ہیں وہ مصدر مطلق ہے جس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج میں اپنا ذاتی اور اصلی وجود

مصدر تین درجے

فعل از روئے عمل  
مصدر کے تین درجے  
۱۔ مصدر از روئے عمل  
۲۔ مصدر از روئے اشتقاق  
۳۔ مصدر از روئے عکس

نہیں رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن میں ہو گا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن یکہ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی وغیرہ وضعی لیکن مصاد جعلی ہوں یا اصلی ان سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال و صفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جسے گفت گفته گوید گوئی گویندہ اور کرد کردہ کنند کن کنندہ مشتق ہیں ورنہ ناقص التصریف و مقضب کہلاتا ہے جیسے آخن و سخن اسکی بحث مضارع مسموع نہیں مگر فارسی میں کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہیں دیکھا گیا البتہ عربی میں موجود ہے جیسے أَفْكَلُ أَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اسکے معنی ہیں جیسے کہتے ہیں أَخَذَ أَفْكَلٌ إِذَا اِرْتَقَدَ مِنْ بَرٍّ أَوْ خَوْفٍ اسی لئے تعریف مصدر میں اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی و تقدیری ان دونوں میں عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ امور سماعتی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں۔ مصدر کی علامت فارسی میں نون ہے بعد تا کے یا وال کے بشرط حصول صیغہ ماضی بعد ازالہ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن و آبتن بوزن دانستن و خوشتن بوزن رشتن مصاد نہیں گو کہ ان کے اخیر میں نون بعد تا یا دال ہے مگر بشرط (حصول صیغہ ماضی بعد حذف نون) نہیں پائی جاتی تو بحکم اذافات الشرطیات المشروطہ یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہیں لازم یا متعدی یا مشترک لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن شجر آخر ویدم کہ در وفا و مہرت ہر دول سوزم نسوزد دامنے ہا سے دل را سوزم شجر در خم زلفش دل دیوانہ دار و پیچ و تاب ہر چون کشاید زلف کشاید گرہ از کار ما ہا سے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہیں۔ معروف و مجهول۔ معروف وہ ہے کہ جس میں فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردن زید کار را و گفتن او سخن را۔ مجهول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد و مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفته شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردہ شدن کار و گفته شدن سخن۔ یہاں یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف و مجهول کے لئے استعمال کرنے میں اہل عرب کے ہم قدم بھی ہو جاتے ہیں جیسے نظامی رح دارا کے مارے جانے کے داستان میں لکھتے ہیں شجر چو در نسل ما کشتن آید نخت ہ کشدہ نسب کرد ہر ما دست ہ

مصادر ناقص التصرف

مصادر معدوم المشتقات

فارسی میں علامت مصدر

مصادر مکین حال لازم متعدی مشترک

مصادر معدوم

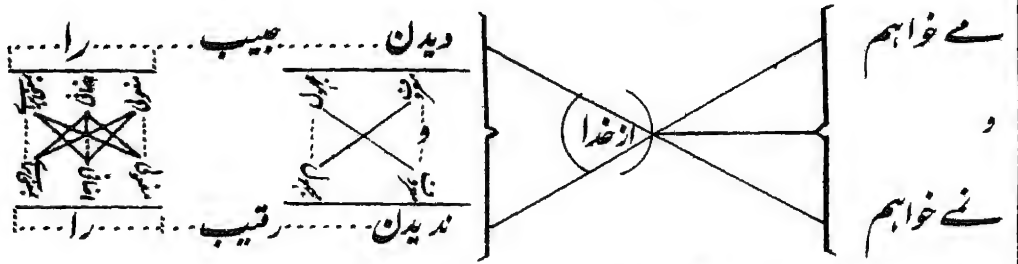
مصادر مجهول

فارسی میں فعلی کچھ معروف و مجهول کے لئے ایک ہی صورت

منی شعر مشہور و نام  
از خداوند یکتا و نام

سعدی در شعر اگر عاشقی خواہی آموختن و زکشتن فرح یابی و ز سوختن و اسے کشتہ شدن۔ نظامی  
شعر بخود گم شوم خلق را رہنما ہے و ہمایون ز کم و دیدن آمد ہما ہے و اسے کم دیدہ شدن۔ اسی طرح لفظ  
دیدن کا اس مشہور شعر میں شعر می خواہم از خدا و منی خواہم از خدا و دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را و  
لیکن یہ سدا سوت واقع تر سمجھ میں آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لغت و نشر غیر مرتب لائے جائیں یعنی شعر  
کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ رقیب کو نہ دیکھوں اور خدا سے میں نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو  
یعنی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کو دیکھے اس شعر کے معنوں میں اور بھی احتمالات ہیں چونکہ وہ اکثر  
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہیں اسوقت جو کچھ میری سمجھ میں آئے لکھ دیتا ہوں اگرچہ بعض معنی  
مفید استناد نہوں غرض شاعر کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ حبیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
مجلو دیکھے (اس صورت ثانی میں را اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور رقیب کو میں نہ دیکھوں یا رقیب مجلو  
نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو نہ دیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونوں صورتوں میں را اضافی  
یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونوں مصدر و ن کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہیں اگر دونوں  
مصدر مثنیٰ للمفعول یعنی مجہول بنائے جائیں یہ معنی ہونگے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں دیکھے جانے  
حبیب کو یعنی میں اسکو دیکھوں اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
نہ دیکھے اور خدا سے نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور  
نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے  
جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اسکو نہ دیکھے یعنی یہیں کوئی غرض نہیں کہ کوئی غیر شخص رقیب کو  
دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ مصرعہ ثانی می خواہم کے متعلق کر دیا جائے  
اور می خواہم کا مفعول مقدّر مانا جائے یعنی می خواہم غیر ازین چیز سے دیگر۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ  
خواہم و می خواہم کے دو متضاد صیغوں سے جو تعلیم مفہوم ہوتی ہے اس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور  
کل خواہش یعنی مقصود و محض مضمون مصرعہ ثانی کو ٹھہرا لیں تقریر اسکی اس طرح کی جائے کہ میں چاہتا ہوں  
جب اور نہیں چاہتا ہوں حبیب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیر۔ اسکے سوا خدا سے کچھ  
نہیں چاہتا۔ یا اس تمیم سے مستثنا کا محض مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرعہ ثانی  
میں مذکور ہے چاہوں تو اپنے خدا سے اور نہ چاہوں تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

ہنیں چاہتا۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لغت و نشر مرتب و غیر مرتب و غیر اس جدول  
مذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔



پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا  
گیا ہو یعنی وہ اپنی وضع اولیٰ میں مصدر ہو اسی سبب سے اسکو وضعی بھی کہتے ہیں جیسے  
کردن و رفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اولیٰ میں بذات خود مصدر نہیں وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے  
وضع ثانویٰ میں جا کر وہ مصدر بن گیا ہو اسی وجہ سے اسکو غیر وضعی بھی کہتے ہیں اور وہ ترکیب بحسب استقرا  
اسم پر علامت مصدر و آن کی لگانی اور انکے بیچ میں ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تحتانی دخل  
کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہیں اس سے کہ جامد ہوں یا مصدر ہوں یا مشتق۔  
اور اسمائے جامد بھی عربی کے ہوں خواہ فارسی کے پھر اس میں بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم  
جامد سے ترکیب مسوع نہیں اگرچہ قیاس اسکو بھی متقاضی ہے اول جیسے مکیدن و مدیدن و ابابکرین  
و عمریدین یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطری کا شعر ہے شعر مدنیہم پس از  
مکیدن نہ کبس حیلہ و نہ مکیدن نہ مرقد پاک نبی طوفیدیم و عمریدیم و ابابکریدیم و ثانی یعنی فارسی  
کے اسمائے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن ویر کرنا۔ پرہیز سے  
پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی شعر شکوہید دارا ز زری چنان و  
صدر ابر و تیر ترشد عنان و ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی شعر سپاہی کہ سکار خواتندشان  
و پلنگان جنگی گمانندشان و اسطرح چراغ سے چراغیدن بمعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے  
جو آواز شمشیر و تیر و کمان وغیرہ ہے ترنگیدن بنالیتے ہیں اشیرالدین اومانی کا شعر ہے شعر زکوب  
گر ز ترنگیدن حسام بود و فضا سے معرکہ بھون دکان آہنگ و اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہوں خواہ  
فارسی کے خواہ ہندی کے اول جیسے طلبیدن و فہمیدن و طلوعیدن و سیریدن میر تقی شیرازی کا  
شعر ہے شعر شد موی سپید و خبرم نیست ز غفلت و چون خفته کہ غافل ز طلوعیدن صبح ست و طاشانی

تعلیف مصدر  
اسکی وضعی  
تعلیف مصدر جعلی

مصدر جعلی کے  
اعلام سے ترکیب

مصدر جعلی کی اسکا  
جامد فارسی کی ترکیب

مصادر عربیہ سے  
مصدر جعلی کی ترکیب



شعر جهان در سایہ خورشید میں معمور و من محروم : بکام غیر سے سیر و عجب سیارہ دارم : ثانی  
یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت میں امر حاضر کی آتے ہیں جیسے روئیدن و  
کوبیدن و خسیدن و کا دیدن و گسلیدن و کا ہیدن و آوردیدن و در ہیدن و آگنیدن ۔ نظامی رح  
شعر چو ماشورہ ہندوانی بزرگ : میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ ۔ ظہوری شعر نکاسیدہ یک جواز بود خوار :  
ز خلوت نشینی بگو سود خویش : جامی رح شعر بکوہ قاف رفتن پابرہنہ : وز انجاسنگ صدین آوردین  
سعدی رح شعر بگوشش فروگفت کاے ہوشمند : بدانگے ز جانے رہیدم زبند : ثالث یعنی مصدر  
ہندی کے ساتھ ترکیب یہاں بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہوں جیسے ماریدن و چلیدن ۔  
استاد عنصری کا شعر ہے شعر اگر مارے و کڑوے بہت طبعش : بصحراش چون مار و کڑوم مارے :  
خسرو شعر از چل چل تو پائے من زار شد کچل : من خود نمی چلم تو اگرے چلی پچل : میر خجالت صبا  
گل کشتی کا شعر ہے شعر عالمے را بکشی گز بچفای چلدت : ہر چہ خواہی بکن اسے شوخ ہاے چلدت  
لیکن الفاظ ہندی کی ترکیب اکثر مطالبہ میں مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل  
نہ ہوں بلکہ توافق و اشتراک سائین کی وجہ سے فارسی میں بھی مستعمل ہو گئے ہوں مثلاً چل چال کا  
مخفف ہو جبکہ حاصل مصدر چال آتا ہے سعدی رح شعر بیانا درین شیوہ چالش کنیم : ہر خصم را  
سنگ بالش کنیم : بطرح فعل رابطہ ہے ہیند زبان درسی اور ہندی میں مشترک ہے حافظ رح کا شعر  
ہے شعر ساتی اگرت ہواے ماہے : جز بادہ میار پیش ماشے : مولانا سے روم قدس سرہ القیوم  
فرماتے ہیں شعر گفت یارب گر ترا خاصان ہیند : کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند : اور یہ مصداق  
فارسی کے ہوں خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہیں اگرچہ جداگانہ مستقل افزائی  
حالت میں کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہیں دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری  
مولوی معنوی کے شعر میں شعر بر جہید و سنگ پران کرد و چوب : جملگان بگر نختند از بیم کوب :  
اسی طرح لفظ ہندی کی ترکیب میں جیسے ماریدن میں مار چنانچہ کہا جاتا ہے خدا کی مار سخت ہے  
اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان میں معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر ان تکلف  
سے اس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے میں عرض کرتا ہوں  
کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہیں رکھتا اب اس ترکیب خاں

مصادر فارسی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر ہندی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

بیان آن مصادر  
جو ہندی اور  
فارسی میں مشترک  
ہیں

اس کا مخفف  
ہندی میں ہے لفظ  
شعر اور کچل  
شکل و عاجز شود  
یائش خوسندہ آورد  
غیر میں نیز ہوتو  
بیان خیر ان ہندی  
پند



کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس میں صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس تحصیل امر جدید ہوئی تحصیل حاصل اس صورت میں کہ یہ خود مصادر امر صورت سے مجہول ہیں تو انکو مصادر مضارعی کہنا خوب نہیں۔ اسماء مشتق کے جعل میں سوائے مشتقات فارسی مسموع نہیں آئیں بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن و کشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہیں اگرچہ ہم نے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بہ نسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی کیا مکنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی ہی دن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائیں کوئی معنی والفظ نہیں بنتا فقط اس جعل خاص کی علامت ہے۔ بخلاف نگہداشتن و کشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ یہ دونوں اسم مصادر ناقصہ جزو مرکب کی خبر ہیں فافہم و لا تغفل۔ غرض صیغہ حالیہ کی ترکیب جیسے خورائیدن گریائیدن خندانیدن خوابانیدن۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی۔ سعدی رح شعر بہ زمی و آہستگی کردہ چیرہ طعاش خورائید درویش سیرہ اور مشہور شعر ہے ع بخندانم بگریانم جہان راہ صائب شعر بہ بیداری چہ خواب کردیارب بانظر بازان کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چشمست اور اس میں تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یا سے دعامہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے خوابانیدن و رواندن جسکا مخفف راندن مستعمل ہے و نشاندن و رواندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف میں دعامہ جو ایک حرف زائد ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل نون کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے خوابانیدن سے خوا بنیدن اور اس سے خوابنید و خوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے۔ فردوسی رح روداہ دختر مہراب اور زال زر کے عشق کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سیہ مرہ برزگسان ورم و فروغ و نزدیچ دم و اسے فروغ و خوابنید۔ نظامی رح شعر درین رہ چو سن خوابنیدہ بسے ست و نثار و کسے یاد کا بنجا کسے ست و لیکن خاص اس مصدر میں جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامد خواب سے مجہول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا۔ واضح ہو کہ لفظ خواب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار سے وہ اسم جامد ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے اصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے

صنعت کا یہ  
محکم ترین  
مستند ہے

سپاہی  
مہاجر علی بن شہید  
ہفت قدم آتے ہو  
وشکیہ اور صبا  
تو صاحبِ فائزین  
مہاجر علی بنین  
ننگہ شہن کر نشین

اس جیل خاص  
کے لیے جو عالمہ  
تقدیر ہوگا  
شرط ہے۔

بحث میں یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حاصل بالمصدر اصل اور منشاء سے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔

صہبائک مصطفیٰ نازک خیالی دریائے نوش خستہ ان نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خوابیندہ کے نون کو نازنین کے نون کی طرح زائد مانا ہے۔ آپ غور کریں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب جعل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہیں یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر و جملیہ میں عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت لزوم کے باب میں پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیندہ کا زائد مانا جائے تو بمعنی و لفظ عین خوابیندہ ہو جس کا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیندہ کو کہیں متعدی متعلی ہوتے نہ سنا دیکھا۔ اگر بحسب رائے بعض متقنین اس کو خفتن کے امر سے مجہول کریں تو بھی اس میں بقائے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذافات الشرط فافات المشروط خوابیندہ خوابیندہ کا ایک جعل نہ ہوگا ایسے نازک خیال نظر اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چو من خوابیندہ بے ست) کوئی اور مثال جس میں اس مصدر کا کوئی فعل متعلی ہو شاید نہیں ملی جس سے امر تعدیت لزوم بخوبی آشوبہ واضح ہوتا خوابیندہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ مجہول کا ہے اور مجہول قوت میں لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ والمتمہ میں نے اس امر کے ایضاح کے لئے شعر فردوسی رکھا سیہ مژہ برنگسان دژم ۛ فرو خوابیندہ و نزد ہیچ دم ۛ پیشکش نظر تحقیق جو بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدر و ن پر بائے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہے افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے شہر ہے شہر ہے چون برآرد دہمات کس ۛ کہ نتواند از خود براندن گس۔ ولہ چہ پنخواہی از طارم افراشتن ۛ ہمیت لب از بہر بگذاشتن ۛ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں شعر کنون چارہ بایدم ساختن ۛ دل از کار گیتی بپرداختن ۛ ہاں شاہنامہ میں کاؤس کو سودا بہ کے قریب دینے کے داستان میں جو لبودن کا لفظ آیا ہے اُس میں باجوہر کلمہ ہے اور وہ مخفف ہی بیسودن کا یعنی چھوٹا شعر نذیر از سیاوش چنان تیر بوی ۛ نشان لبودن نذیر اندر دے۔ دوسری جگہ اس کا مشتق بھی مستعمل ہے شعر بتان را بشاہ نو آئین نمود ۛ کہ بودند چون گوہر نابود۔ اور بیسودن میر معری کے شعر میں شعر سینہ نرزش چو بیسودم نریر پر نیان ۛ گفتم این سینہ نریر پر نیانی دیگرست ۛ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ

نہیں صہبائی نے  
نویسنده کے نون  
نازنین و نازنین  
کے نون کی طرح زائد  
مفصل مانا ہے  
نیک نہیں۔

مصدر سے  
زائد جن کلام سے  
لئے بہت کم  
لاحق ہوتی ہے

بے نون میں با  
جو ہر کلمہ کی ہے  
زائد پرین

مصادر کے اخیر  
میں الف زائد بھی  
حسن کلام کے  
لیے لایا جاتا ہے

جو بیان مصادر کے لئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ بھی سن لو جیسے افعال میں  
الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر میں الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا۔ فردوسی بزم  
و گرگین کی داستان میں لکھتے ہیں شعر ہر گرگین چنین گفت پس بیزنا کہ من پیشتر سازم این رفتنا  
و کہ چہ با شد مرگفت ازین کشتنا مگر کام بد گوہر اہریمنا

## الحاصل بالمصدر

بیان حال المصدر

واضح ہو کہ مصادر مثلاً زدن زید و کوفتن بکر میں معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو  
کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جس کا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ  
قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہیں اور یہ حالت  
دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام  
مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے  
ساتھ اعتبار کر لے جائیں یعنی زتمندہ و کوبندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس  
زندہ و کوبندہ کی ذات متصف یاں حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل  
کہتے ہیں جیسے زندگی و کوبندگی۔ مولوی معنوی رحمہ شعرا و بفرمودست مان این بندگی نیست مارا  
از خود این کو بندگی ہے اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی  
زدو کوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے  
تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن در صورت اضافت مصدر معلوم بسوے  
فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے  
پس زدن زید و کوفتن شدن بکر اور زندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت میں قید خارج اور  
تقسید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان میں فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار  
کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکون تغائر ہے۔ غرض حاصل بالمصدر میں بھی دو اعتبار  
معروف و مجہول کے کئے گئے ہیں معروف جیسے گفت عالم و آفرینش خدا و جنبش افلاک و رفتنا  
اسپ اور مجہول جیسے دوخت جامہ و تراش قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یوں کہا جائے دوخت  
جامہ و تراش قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کی معنی

بیان مصدر  
معروف و مجہول

حاصل بالمصدر  
معروف و مجہول کا اعتبار

کہ دو زندہ اور تراشندہ تو در زمی ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہیں توہ وختگی : تراشیدگی  
 اُسکا نام ہوا یہ جامہ مصدر مجہول ہے اور یہ بات نفس مساحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر و ن یا  
 ت نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اُسکا حاصل بالمصدر نام رکھیں حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی میں  
 جسکو ہم حالت کہہ آئے ہیں اور وہ منشاء انتزاع معنی مصدری ہے پس یہ معنی جس صورت میں پائے جائیں  
 وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت میں مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیوں نہ ہو مان اُس حالت کے لئے اُس مرتبہ  
 میں تعلق القاعی ووقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی  
 تعلق القاعی حاصل بالمصدر کا زئی مصدر حقیقی میں ظہور می کے اس شعر میں شمع زخمش سرمہ پر در چشم دیدن  
 و زسازش حلقہ در گوش شنیدن یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پر یعنی منور ہوتی ہیں۔ ثانی یعنی تعلق  
 وقوعی حاصل بالمصدر کا زئی مصدر حقیقی میں جیسے نظامی کے اس شعر میں شمع نشست از بار بارہ کوہ دش و بدید  
 ہمایون بر رفتار خوش یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنی از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر میں ہماری  
 تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر میں سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا شعر  
 ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل  
 بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت اسبب مصدر ہے تو وہ محصل مصدر ہونا حاصل بالمصدر  
 بنا بران فرا نہ فاضل سیال کوئی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ میں لکھا ہے والحاصل بالمصدر  
 الهيعة القارة المترتبة عليه اي على المصدر انتهى۔ اول تو حاصل بالمصدر کا  
 مصدر پر مترتب ہونا صواب ہے چنانچہ ہم نے عنوان بیان میں اتباعاً لاصدر الشريعة  
 و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاء انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی  
 باطل ہے اور بعض فضاء نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیف میں داخل کیا ہے وہ بھی  
 باطل ہے۔ کہو اسطے کہ بعض حالات میں سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی میں  
 حركة کہتے ہیں سو علوم حکمیہ میں مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی  
 سمجھ میں آتی ہے کہ حاصل بالمصدر میں باعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
 واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیأت اور کئی ترکیبوں میں رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیأت

حاصل بالمصدر  
کی تسمیہ

حاصل بالمصدر کا مصدر  
کی تسمیہ میں  
مستعمل ہونا  
ہے



ہیأت میں جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شہر میاں دیکشت  
 بہ آورد گاہ بہ مسازید جستن سوے رزم راہ بہ تہوری شہر بہ ادایش اور سپید نہا بہ عاشق گفتش  
 شنید نہا بہ اور اس صورت میں حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زمی میں آتا ہے مجنی مفعول بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں گفتش کا لفظ بمعنی گفتار اے سخن اور نظامی شہر بہ خون  
 خامست نوشیدیم بہ ہمہ چرم خامست پوشیدیم بہ اے چیز کیہ فعل نوشیدن من براہ واقع ست  
 آن خون خامست و لباس من چرم خامست۔ دوسرا صورت میں مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک  
 مفروضہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہوں۔ اول جیسے نظامی  
 حمد میں فرماتے ہیں شہر بکلم آشکارا بکلمت نہفت بہ شناسندہ حیران از وقت گفت بہ امیر خسرو شہر  
 آنکہ بہ بدگفت گرفت خود نیک نگوید کہ نیاید ازو بہ سعدی شہر گفت عالم بگوش جان بشنوہ ورنہ نہ  
 بگفتش کردار بہ یہ حاصل بالمصدر بمعنی مفعول کہ ہے یعنی گفتہ عالم اسے سخن عالم اور نیز بیان ہا  
 مفعولی کی تخفیفاً حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے انستن کی اسم فاعل مانندہ پر سے اے  
 فاعلی کو تخفیفاً حذف کر کے مانند کہتے ہیں اور بعض وقت اے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہیں  
 فردوسی فریدون کی داستان میں لکھتے ہیں شہر بہ بالاچو سرود برخ چون بہار بہ بہر چیز مانندہ  
 شہر یار بہ مثال مذکور میں اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی  
 اضافت کر سکتے ہیں۔ فردوسی شہر زشب نیمہ گفت سہراب بودہ و گر نیمہ آرمیش و خواب بود یعنی  
 بزم رستم میں آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا۔ اس طرح حاصل بالمصدر خورد اس معنی میں مستعمل  
 ہوتا ہے جس پر خوردہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام۔ نظامی شہر بفرمود کارند خوانہاے خوردہ  
 ہمیں نقلد انہاے ناویدہ گردہ اے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ بیان خورد حاصل بالمصدر اپنے  
 معنوں میں ہے اور اضافت کے لئے اونی ملابت کفایت کر جاتی ہے۔ ثانی یعنی دو صیغے جو  
 بصورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہیں جیسے سعدی فرماتے ہیں شہر انگشت تعجبی جہانے بہ  
 ازگفت وشتو ماہندان بہ ایسا ہی آمد و رفت یافت و آمد نظیری شہر جز رفت و آمد نفی نیست  
 بود ماہ جاوید زیت ہر کہ ازین یک دو دم گوشت بہ اور نیز ان دونوں ماضیوں میں فصل روابط  
 کا بھی جائز ہے نعمت خان عالی شہر عالی تو از کدام طرف حرف سے زوی بہ روزے کہ دادو

جملہ المصداک  
 ماضی کی زمی میں  
 آتا ہوا اسکا  
 مفعول مستعمل ہونا  
 اور اسکی جانب مفعول  
 اضافت

حاصل بالمصدر  
 دو ماضیوں کا مرکب

حاصل بالمصدر  
 رابطہ کے ساتھ



بستد نازو نیاز بود و شعر زو سخن بر لب نظیری خوش و عشق در گفت و در شنود آمد و تیسرے امر واحد  
 حاضری صورت میں اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ میں بالکل اُن مصادر کا سا ہے جو بصورت  
 صیغہ ماضی آتے ہیں اول یعنی افراد جیسے نظامی فرماتے ہیں شعر گریزند گان را در ان رستخیز و نہ رو  
 ربائی نہ راہ گریز و سعدی شعر اگر گنجے کنی بر عامیان بخش و رسد بر کتدے را بر سنجے و یہاں مصدر  
 بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق۔ نظامی رح در بیان مناظر  
 حکماء ہند با سکندر فرماتے ہیں شعر دو پر کار برز و جهان آفرین و دین آفرینش در ان آفرین و  
 اے دین آفریدہ و در ان آفریدہ اے دو جهان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اے مقبول و مختار و  
 برین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خرچہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدی شعر تو اضع کند ہوشمند  
 گزین و ہند شاخ پر سیوہ سر بر زمین و مولوی معنوی شعر چون برید اوداد اور ایک برین و ہجو  
 شکر خورش و چون انگبین و لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدین کی بحث امر بقیاس گزیدین بالضم  
 و آفریدین برین آتی ہے یا نہیں سو عرض کرتا ہوں کہ اسکے امر میں بر و برین دونوں قاعدے  
 جاری ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان بحث فعل میں آجائیکا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس  
 بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ طاہر وحید قاش فروش کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ شعر  
 مرا نیست غیر از غم تو خورش و ز دنیا مرا بس بود یک بریش و اے یک قاش اور ثانی کم مستعمل ہے  
 جس سے برین و بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامی شعر ولے باید اندیشہ را تہر و تہند  
 بریش نیاید شمشیر کند و اے برندگی نیاید الخ اسے طرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر  
 آگندن بمعنی پکڑ دین سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب میں لکھتے ہیں۔ شعر ہمگفت اگر خنجر  
 زین کنم و ز مشک سیہ فروش آگین کنم و ثانی مرکب ترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہیں  
 شعر اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین و از شمع سپر سید کہ در سوز و گداز است و اسی طرح  
 در سوز و گداز فصل رابطہ کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت میں جامی  
 شعر بظاہر با ہمہ گفت و شنوداشت و ولے دل جاے دیگر در گرد و داشت و یہاں شنود کا خفیف  
 مرخم کہہ نہیں سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا واد مفتوح الماقبل ہے ایسا  
 گفتگو یہاں بوجہ کثرت استعمال و او فاصل حذف کر دیا گیا اور ایسے ہی شست و شو بخت و پز

ماضی بالصدر امر  
ماضی کی زبانی میں

ماضی بالصدر مفعول  
امر حاضر مفعول  
کے معنون میں

بریدین بمعنی قطع کا  
امر برین بمعنی آگند

حاصل بالمصدر  
ماضی اور امر  
کی صورت میں

حال المصدر حاضر  
ہنی مطلق کی صورت  
چشم و غیرہ  
بالمصدر صورت  
کے الحاق سے

الف و ا و ا ل  
چشم بالمصدر  
بنی الفاعل  
و المفعول ہوا و ا ل

اور بعض وقت اسکا عکس یعنی امر اور ماضی کی صورت میں مولوی معنوی <sup>۱۳۵۰</sup> شہر اندرین اندیشہ  
تسلویشش فرود کہ جز اور نیست اینجا باش و بود و پانچواں صیغہ ماضی کے اخیر میں الف و را کا  
لحق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار کبھی اس ترکیب میں مصدر بنی للمفعول بھی آجاتا ہے  
جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں شہر کس بخبان پر چہرہ گرفتار مباد و پیکر اس  
بہ چین قوم گرفتار مباد و اسے گرفتہ شدن مباد۔ اور محتمل ہے کہ الف و را نسبت کے لئے لایا گیا ہو  
اور صیغہ لمحق بہما حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو بنی للفاعل آتا ہے کبھی بنی للمفعول  
یہ دونوں امر لفظ دیدار میں مثلاً بخوبی متحقق ہیں اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیے دیدار سے  
مستورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار نیزہ ویزن  
کی عاشقی کی دہستان میں فروسی کا شعر ہے شہر فرستاد مردایہ را چون نوند کہ روزیر آن شاخ  
سر بلند و نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست و سیاوش مگر زندہ شد یا پرست و اور جب اس نسبت کو  
مصدر معروف پر مانیے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ۔ فروسی پیران کے قتل  
کی داستان میں لکھتے ہیں شہر بدیدند کشتہ بدیدار خویش <sup>۱۳۵۰</sup> سپہبد براور جہاندار خویش و  
اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر میں مذکور ہوا ہے شبہ میں نہ پڑ جائیں کہ اس  
میں الف اور را نسبت کا نہیں کس واسطے کہ وہ لفظ متاؤل ہے کیا معنی کہ وہاں مصرعہ ثانیہ میں  
لفظ گرفتار مخم واقع ہے یعنی اس کے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہو گئی ہے جیسے  
تلاون و ناوار سے الف فاعلی حذف ہو کر مخم ہی اکثر متعل ہوتے ہیں بعض وقت بلا ترخیم  
الف بھی آتے ہیں اسکا بیان مشتقات میں بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی  
نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتار می بھی متعل ہے اور یہ  
کل ترکیبیں سماعی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں اور اسمائے جاہد پر اکثر اس کلمہ نسبت میں  
سے بہ نظر تخفیف فقط رالمحق ہوتا ہے جیسے انگشت و زیور۔ اور زیور میں واو باے موحده کا مبدل  
ہے جیسے سیب سے سیو۔ بعض مقننین نے زیب اور کلمہ نسبت در کے ساتھ مرکب مانا ہے  
جیسے ہنر و مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدہ بتر باے موحده حذف ہو گئی۔ میرے خیال میں یہ بات  
آتی ہے کہ ہنر و میں در کوئی نسبت کا کلمہ نہیں بلکہ در مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

پس ہنر و سرور و آور صیغہ فاعل مرکب از اسم و امر ہے یعنی ہنر آور و آور سر اور چنانچہ سر آور دہ  
 بھی کہتے ہیں اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔  
 چھٹا صیغہ ماضی کے اخیر میں یاے معروف کا لائق جیسے کاستی و پند آشتی۔ پیشواے سخنوران شیولے  
 طوس فرماتے ہیں شہر و نیکن نہ ہنگام پند آشتی ست و کہ ہنگام مہر و گہ آشتی ست و ولہ تو شاہی  
 کنی کے بود راستی و پدید آید از ہر سو کاستی و اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزد  
 جروی قلعہ کی تعریف میں کہتے ہیں شہر کو تسخیر قلعہ در ولی و کاسمان ہست ازویکے منظر و در بندگی  
 چودست شاہ جہان و در کشادی چودست این چاکر و سالوان امر کے اخیر میں الف کا بڑھانا  
 جیسے رہ بالکسر سے را بمعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان میں لکھتے ہیں شہر  
 گراید و نگہ از جنگ این اژدہا و بریدہ پے و پوست یا ہم رہا و ولہ اگر یا ہم از جنگ این اژدہا و بدین  
 روزگار جوانی رہا و آٹھواں امر کے اخیر میں شین مجہد ماقبل مگسور کے لگانے سے جیسے دانش و  
 و کنش و آفرینش۔ کنش بمعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلا  
 فرمایا۔ فردوسی گودرز کے ماتھے سے پیران ویکے قتل ہونے کی داستان میں فرماتے ہیں شہر  
 سرش را ہی خواست از تن برید و چنان بد کنش خویش تن را ندید و اور آفرینش نظامی کا شعر ہے  
 شہر ہر اندیشہ کان بود در ضمیر و خیالے بود آفرینش پریر و اے خلقت پریر۔ اس ترکیب کا  
 حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے ہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی و  
 شہر آفرینش نثار فرق تو شد و بر مجین چون خسان ز راہ نثار و یہاں آفرینش بمعنی آفریدہ مراد  
 اس سے دنیا ہے اور سعدی کے اس شعر میں شہر و گرنغز و پاکیزہ دارد و خوش و شکم بندہ خوانند و  
 تن پرورش و صرف خور حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی  
 خوراک خود اگر نغز و پاکیزہ دارد اور اچنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلا تکلف درست  
 بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہیں کہ خورش بمعنی حاصل بالمصدر نہیں آتا یا شین مصدری  
 شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہیں بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلا تکلف معنی لفظ کے بن سکے  
 پھر تکلف میں کیوں پڑیے اور خورش اس معنی میں بھی آتا ہے جس پر فعل خوردہ کا واقع ہوتا ہے  
 یعنی ماکول و طعام نظامی شعر بٹہ گفت نوشا بہ بکشاے دست و بخور این خورشہا کہ در پیش بہت

حاصل بالمصدر صیغہ  
 ماضی مطلق کے اخیر  
 میں یاے معروف  
 کے لائق سے

حاصل بالمصدر امر حاضر  
 اخیر میں الف کا بڑھانا

امر حاضر کے اخیر میں  
 شین ماقبل مگسور  
 کا الحاق

شین ماقبل مگسور  
 حاصل مصدر  
 مفعول کے معنی  
 میں بھی آتا ہے

شین ضمیری کا  
شین مصدری کو  
ساتھ قافیہ واقع ہونا

زندانِ سخن  
میں سے سخن  
اور سخن کو سخن  
رہنے مجاز ہیں

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لئے یہ کسرہ ماقبل  
شین ماہ الامتیاز جد اشئاس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور  
علامت اور لازمہ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر ضمیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا  
لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اس کا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔  
مگر استادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے  
گئے ہیں کفر گیر و کاٹے ملت شود و جیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر میں مثلاً لفظ  
دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہاں کہا ہے شعر روز و شب دریچہ مشرق و مغرب  
بازست و ورنہ از تنگی این خانہ نفس میگیر و اور نظامی نے صحف متحرک الاوسط کو اپنے  
اشعار میں ساکن باندھا ہے جہاں فرمایا ہے شعر کہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیر و کہ از جھن  
پیشینیان درس گیر و اور میر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر  
میں متحرک باندھا ہے شعر تاکہ بیگیتی مدوست از طرب و تاکہ بجام نصرت از ظفر و از طرب آباد  
مدد برمد و و از ظفر آبا نصر بر نصر و ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی  
اور دیگر اساتذہ کلام نے شین مصدری کسور الماقبل کو اپنے اشعار میں مفتوح باندھا ہے خاقانی  
شعر حاتم کرم و نظام بخشش و بل ہر دور کا بدار بخشش و نظامی شعر سنان کش یکے نیز و  
سی ارش و بہ آب جگر یافتہ پرورش و لیکن یہ امر کہ کسرہ شین مصدری تابع فتح شین ضمیری  
کے ہو گیا ہے یا فتح ش ضمیری تابع کسرہ شین مصدری کے ہو گیا ہے اہل زبان کے لہجے سے  
واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اسیکو ہے کہ حرکت مصدری میں تصرف کیا جائے اس لئے  
کہ ایک اور موقع میں بھی اسی حرکت مصدری میں تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذہ سخن نے  
اپنے اشعار میں بحکم ضرورت شین ضمیری کسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیوے  
طوس فردوسی کے اس شعر میں شعر تو این را دروغ و فسانہ مخوان و بیک سان تو روش زمانہ مدان و  
یا سرے سے یہ بحث عجوب قوانی کے حوالہ کر دی جائے مگر اس میں اتنا نقص ہے کہ استادوں کے  
کلام میں عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہر حال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف  
فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہیں چنانچہ نور الدین احمد عروضی نے مثال اصراف کی



شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کر کے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ باند کا بہ  
 ساتھ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر میں شعر و مفت خراس نیست باندہ رخساری از زبان بن بہ  
 اور عالم مفتوح الام کو ظالم کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے شعر چو خواہد کہ ویران  
 کند عالمے و ہند ملک در پنچہ ظالمے و اور اس عیب خاص کا نام سدا شبا ع ہے۔ مگر یہاں بھی میری  
 وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتح سے بدل کر مقوس  
 کر لیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ میں برابر مفتوح المعین کے قافیہ واقع ہیں اور تفریس کے  
 لئے یہ ضرور نہیں کہ حروف ہی کی تبدیل ہو کرے تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس  
 اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہیں لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے  
 اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ یک فنی در ہر فن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ  
 اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعرون کو شاید اپنے مدعا  
 کا بنایا ہے فردوسی شعر بر فتند شادان دل و خوش منش و پراز آفرین لب زینکی و ہش و لمہ زداوار  
 نیکی و ہش یاد کرد و بدم پوشتہار پراز باد کرد و ہش کانش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ  
 واقع ہونا دھوکے میں ڈالتا ہے اگر غور کیجئے دھوکے کی کوئی بات نہیں چنانچہ ہم نے اوپر ثابت  
 کر دیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہاں بھی  
 برعایت لفظ منش و ہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل  
 ہے جسکو قواعد نگاروں نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی  
 دینے والے خداوند کی تعریف میں تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی و ہش کی شین  
 زائد سمجھی گئی اس لئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہیں ہوتی اور مصدری معنی بھی یہاں  
 درست نہیں بیٹھے تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع میں نہیں ہے کہ خواہی خواہی اس شین کا  
 ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداسے مطلب  
 میں اس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہیں ہوتا اسی پر قیاس کر کے زائد  
 فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمائیے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہر بار ہر دو کون  
 اپنا انتساب کیے جانا بندہ کے لئے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی  
 کفایت کرتا ہے

مین بین مصدری کو لفظ قبل  
 کو زائد بھی مانا ہے۔

۱۵  
 سرانجام تحقیق آرزو  
 اپنے سالک و پیغمبر  
 قیام عالم غلط و غور  
 سر حقیقی سے نقل ہے  
 مین یکے از شاعرین  
 بالغ کیفیت پر بند  
 سرایت چنانچہ جوانی  
 گفت فنی است در میان  
 غلط العالم غلط العام  
 انہی اول غلط العام  
 ہے ہی ہی ہی ہی  
 اثبات تفریس سے لے کر  
 فتح عیب سے لے کر  
 جس طرح ہے تفرین  
 عرض کیا واللہ تعالیٰ  
 تکرار باصو



فخروعت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ یہاں شکم اپنی ذات کو متشبہ نہیں کرتا جسکی حکایت کرتا ہے  
 اسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت و سعادت لذت حاصل  
 کرتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوۡبِ۔ تو ان اسم اور صیغہ ماضی واحد غائب کی صورت میں نظامی شعر  
 بجان برو خود ہر کسے گشت شاد و کس از کشتن کس نیامد و باد و دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل میں نظامی  
 شعر بخون ریز من لشکرے ساختی و بشیخون کنان سوے من تاختی و گیار ہوان جو اسم جامد کہ معنی صوفی کہتا  
 ہو اسپر الف کا پڑانا جیسے ہین سے پہنا فراخ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اسے خرو پینا بین و  
 کم زرد شمع پیش او دیا بین و بار ہوان اسمی جامد و غیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔  
 لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اسکو صفت کے معنوں میں لیکر پھر یاے مصدری لاحق  
 کرتے ہیں جیسے صفا و سلامت خود مصدر تھی انکو بمعنی صاف سالم کے لے کر زیادتی یا صفا  
 و سلامتی کہتے ہیں اور مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا  
 بمعنی صاف صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم نہ انتم و کہ چون آئینہ روشن  
 برو شکر نے ماند و اسیطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے شعر بزم ما نور عکس می روشن داد  
 شمع اگر مرد سر شیشہ سلامت باشد و اے سالم باشد اسکو از قبیل ذی عدل سمجھنا چاہیئے۔  
 اسواسطے کہ یہاں عدل اپنے حقیقی مصدری معنوں میں ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض  
 اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنوں میں لیکر اسپر یاے مصدر لے آتے ہیں۔ سعدی شعر  
 تا تل در آئینہ دل کنی و صفائی بتدریج حاصل کنی و امیر خسرو شعر دوپ تاش دولیون پر زورست  
 و بسختی و صفائی چون بلورست و ملاشانی نکلو شعر چہ فراغ بالی آنرا کہ تو سر وہی ز بندش و چہ سلائی  
 کسے را کہ تو شنوی سلامش و اسیطرح خلاص بمعنی رستگار محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر عقل نگار د  
 ملا یکدم زور و سر خلاص و رہزنی کو تا مر اساز و ازین رہبر خلاص و در قیامت کن خداوند اسلیم خستہ را و  
 ز آتش و وزخ باب روے پیغمبر خلاص و پھر اس صیغہ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے  
 معنی مصدری حاصل کرتے ہیں۔ جلی خراسانی کا شعر ہے شعر زفر طریم حمت شاہ دین عجب نبود و  
 کہ در خلاصی ما کرد و فاذ بخیر و ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم شد مرگ و مردیم و لے  
 نیاز مندیم و صائب شعر نیت نے سر گشتگی ممکن خلاصی زین محیط و تابا سائل از و صد گرد آ

چند اسم  
نہی ملحق  
چند اسم  
شخص  
پر الف کا الحاق

چند اسم  
و غیر جامد  
کے الحاق

اہل عجم  
صفت کے معنوں  
میں لینے ہیں

سے باید گزشتہ اگرچہ یہ صیغہ عربی کے مصادر ہیں اور استعمال انکا عربی میں معنی مصدری ہیں ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیے گئے ہیں اب اسپر بایے مصدری کا الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی میں بمعنی صفت نہیں مستعمل ہوئے اُن پر یامی مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظار می - حضور می - زیادتی - غلطی - فضولی نقصانی وغیرہ ہیں اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے۔ چونکہ کلام فصحاے عجم کا اس قسم کے تصرفات سے ملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متادل سمجھنا چاہیئے۔ ظہوری شعر و انتظار می اشک حنائی بودم و رسید وقت رشوق نگارے گریم و شعر حضور می گرہمی خواہی ازوغائب مشو حافظ و متی ماتلق من تھوی دع الدنیا و امہلما و صائب شعر برخاک غنی را بمر دم درویش و اگر زیادتی بہت حسرتے تا چند و ولہ بر جسم آن قدر کہ فردیم ہچو شمع و شد مایہ زیادتی اشک آہ و حافظ شعر مژہ سیاحت ارگرد بر خون ما اشارت و ز فریب او میندیش غلطی مکن نگارا و شعر از فضولیہا خود صائب نجالت مے کشم و منکہ باشم تا کنم تلقین کہ رحمت کن مرا و نظامی شعر گہر خیر چہار اندو گوہر چہار و فرو شدہ را با فضولی چہ کار و خاقانی و شعر بہر ناسازی در ساز و دل بر ناخوشی خوش کن و کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی و درویش والہ ہروی شعر زنگ عسکی فکر جز بہجت تو و غیرہ سخن ارتنگناے نقصانی و پس بنظر ظاہر عربی کے اس شعر پر بعد جلوہ حسن کلام من اندو و قبول شاہد نظم کمال نقصانی و طاہر البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنائہنیں تو اور کیا کہا جاے محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیے اس یا کو نور مانی ارغمانی فلانی بہمانی زبانی کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ میں معروف و مجہول کا امتیاز نہیں رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بتغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ متادل ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا مدخل جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو صفت کے معنوں میں لے کر یاے مصدری اُس پر دخل کرتے ہیں جیسے خلاصی وغیرہ میں اور کبھی اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجدید کر لجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ میں اسکی نظیرین موجود ہیں جیسے حور خور کی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کر کے بطریق فارسی الفت و نون جمع کا اسپر لاحق کرتے ہیں جیسے شعر حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الہ فصحاے عجم اس قسم کے

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْظُّوْاۡبِ اگر وہ اسم مصدر نہ ہو تو اس کے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغہ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُس پر لائق کرتے ہیں جیسے خرو بوم کا مشہور وصف حماقت و نخوت ہے تو اس لفظ بوم و خر سے احمق و منحوس مراد رکھ کر خری و بومی سے احمقی و منحوسی کے معنی لئے جاتے ہیں مولوی معنوی رحمہ اللہ شعر نم نہ بار و ابراز شومی او ہ شہر شد ویرانہ از بومی او ہ اسید طرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انصلاح کیا جاتا ہے فقط انکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمى بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمى بمعنی جو انمردی زلیخا سے زلیخائى بمعنی معشوقی۔ جامی رحمہ اللہ شعر زلیخا از زلیخائى رسیدہ ہ و زان صورت بمعنی آرمیدہ ہ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہیں غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہوں یا غیر اعلام اُن میں عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خر و شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُن کے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب منحصر اُسی نوع میں نہ رہا بلکہ جن میں یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق نے غائلہ درست ہوگا اور اعلام کی تنکیہ میں بھی یہی سر ہے جیسے شعر چونکہ نے رنگی اسیر رنگ شد ہ موسیٰ باموسیٰ در جنگ شد ہ شعر قرنہا باید کہ تا ز فضل حق پیدا شود ہ بایزید سے در خراسان یا او یے در قرآن ہ اگر وہ خود صیغہ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہیں جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہائے مخفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاد الاساتذہ ازکی الجہانزہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی رحمہ اللہ اور صاحب قوانین دستگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہائے مخفی جیسے ولسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ میں زائد محض بھی مانا، اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزارنا ہے فردوسی شعر مرا پوئیہ بود کم بود خواست ہ بدل سوزگی جان بھی رفت خواست ہ انوری شعر انوری اگر خرد گیہا میکند ہ تو بزرگی کن برو خردہ گیہ ہ سعدی شعر برو تا ز خوانت نصیب و ہند ہ کہ فرزند گانت نظر در رہند ہ میر معزی شعر اندر وہن قمریگان ساختہ بر لب ہ و اندر گلو سے فاختگان دوختہ طنبور ہ یہ امر پسند نظر تحقیق نہیں کیا معنی کہ ولسوزگی ولسوزہ اور بابے مصدری سے مرکب، ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمعیل کا گواہ عاقل ہے شعر مجر آسا سوز دار پائے کشد در دامن ہ زانکہ ولسوزہ خلق ست و چون مجر ہ پس کاف عجمی اسی ہ مخفی

اعلام و غیر اعلام  
سے جتنی بھی  
رہا ہے جائے ہیں  
ان کی دلالت  
عام ہو جاتی ہے

جن اساتذہ کبار  
ولسوزگی و خردگی  
و فرزندگان و قمریگان  
کے کاف کو زائد محض  
رہا ہے

کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت میں آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ عمومیت خاصہ صیغہ صفت ہے اس پر اے تسمیہ لگا کر معنوں میں یک گونہ خصوصیت حاصل کر لی پس دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہو سکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اس شخص کو کہیں گے جو اوروں کے حال پر رحم کھاوے۔ غیر ونگی مصائب پر اپنا دل جلاوے جس طرح خود مراد سے خود مرادہ امیر خسرو دہلوی شعر فرمان نبرد زانکہ ہستند : ان غایت ناز خود مرادہ : اس طرح خودگی میں کاف فارسی ہائے مخفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنی ریزہ بہر چیز و اسباب فردیہ و عیب ان سب معنوں میں مستعمل ہے معنی اول بیسے خردہ قلم اے ریشہ قلم خردہ مینا اے ریزہ مینا سے شکستہ اور معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بندہ وغیرہ کم بہا چیزوں کے بیچنے والے کو کہتے ہیں اور معنی ثالث یعنی عیب اس شعر کے مصرعہ ثانی میں خردہ گیر موجود ہے اور انتساب شے کے لئے اول نے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت میں مذکور ہوا پس باعتبار معنی اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرہ ہم مقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اس پر اے نسبت کے لگانے سے یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائیں اس کے عیب سے درگزر میں باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومانگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کریں اور باعتبار معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہیں یعنی معیوب ہیں آپ بزرگی کریں اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی میں کاف فارسی خردہ کی ہائے مخفی کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ اگر غور کیجئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہیں یہاں بزرگی عمر کی نہیں باعتبار خلق کے ہے اسکے لئے تقابل خرد کا ضروری نہیں۔ امیر خسرو شعر خردہ نگیرند بزرگی کنندہ و نہ چنان نیست کہ گرگی کنندہ : شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے شعر اگر من ناجو ان مردم بکردار : تو بر من چون جو ان مردان گزر کن : اور فرزند گان میں کاف عجبی نہیں کاف عجبی تصنیف و ترجمہ کے لئے لایا گیا ہے یعنی بقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا کر طفلکان کی طرح فرزندکان کہلایا۔ صاحب فرش کا ویانی مرزا غالب دہلوی ریدک و کودک کے کاف کو بھی اسی قسم کا تصغیر فرماتے ہیں فقط رید و کود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

ریدک و کودک  
کاف تصغیر کا

کاف تازی بہارسی و آخر اسماعنی تصنیف و بہ چون مردک و کووک و ریدک ہمانا کو و و رید ترجمہ  
 طفلست انتہی۔ مگر نقط رید و کو و کو یعنی طفل کسی استاد کے کلام میں نظر نہیں آیا البتہ رید و کو و پاخانہ اور کھا  
 کے معنوں میں آئے ہیں چونکہ بچے اکثر گود موت میں آلودہ رہتے ہیں ریدک و کووک انکا نام ہو گیا پس  
 اس کاف کو چو شک و تیرک کے کاف کی طرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع  
 کر لی گئی امر دون اور نابالغ لڑکوں کو بولنے لگے ہیں۔ منوچہری کا شعر ہے شعر شاد باش و می ستان از  
 ساقیان و ریدکان و ساقیان سیم ساعد ریدکان سیم ساق و غرض فرزندکان میں کاف تازی تصنیف  
 ہے کاف عجمی زائد نہیں۔ بہار باغ تحقیق باغ و بہار تحقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ میں تحقیق  
 فرماتے ہیں و اگر قرینہ و آلہ باشد و غیر کلمہ ذات الہا نیز ہیں عمل کند چنانچہ درین بیت میر معری فرد  
 اندر دہن قمریگان ساختہ بر لبہ و اندر گلوے فاختگان ساختہ طنبور و اسے مہیا و موجود شدہ است بر لبہ و  
 طنبور۔ و احتمال بودن کاف تازی بر قیاس طفلکان خطاست و ہذا غایتہ تحقیق فی ہذا المقام  
 و لا مزید علیہ انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد محض ہے غیر تبدیل  
 بہ ہا اور اس مقام میں اسی کو انتہا درجہ کی تحقیق قرار دیتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ قمریگان قمریہ  
 بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیوۃ الحيوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہیں  
 قمری طائیف مشہور کتبہ ابونصری و ابو طلحہ و ہو حسن الصوت و الا نشی قمریۃ الخ انتہی الاربین  
 ہے قمریۃ بالضم والیا مشدودہ مرغے ست از جنس فاختہ قاری و قمر بالضم جمع یا مادہ قمریۃ  
 است و زینا قمر انتہی پس معلوم ہو گیا کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد نہیں بلکہ بعض الہا ہے اور تخفیف  
 یا فارسیوں کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یا ونین جائز رکھتے ہیں اب کیونکر مان لیا جائے کہ صاحب  
 جواہر الحروف کا قول غایتہ تحقیق لا مزید علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کیے  
 اتباع کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہاں یہ بات بھی سن رکھئے کہ اہل عجم بغیر ارادہ تسمیہ و تانیث یا تخفی  
 زیادہ کرتے ہیں جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میرزا محمد قلی سلیم طہرانی۔ شعر مفلس چشیم رو بہ و آدمیم  
 معشوقہ روزے نوایست خدا و نظامی شعر کامہ دل گرچہ زجان خوشترست و عاقبت اندیشی ازان  
 خوشترست سعدی شعر کامہ دل دشمن نشیند آن مغرور کہ بشنود سخن دشمنان دوست نامے و

نشان چنانکہ حکایت  
 صورت ساقی چہرہ  
 مینا فحیط  
 فارسی میں تانیث و تسمیہ  
 ۱



تیرہواں بعض اسماء جامد بغیر کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدری ہوتے ہیں جیسے شہسار و  
 مہان ہمزار فہج و اعظ شہر زلف اور از برون دل غیرہ موبو شہسار بالیتی و اسے شہر منگی محتمل ہے کہ  
 یہ مرخم ہوا سولے کہ شہساری بھی مستعمل ہے شاہی سبز واری شہرے کشد سرو پیش بالایت و شہساری  
 زقد کو تہ خویش و لفظ مہان فارسی اور ہندی میں مشترک ہے ہندی میں بمعنی ضیافت آتا ہے اس واسطے  
 کہ اس کے اصلی معنی ہندی میں تعظیم و تکریم کے ہیں اور ضیافت میں بھی ضیف کی تعظیم و توقیر ہی منظور  
 ہوتی ہے اور فارسی میں ضیف اور ضیافت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اول یعنی بمعنی ضیف شہسار  
 ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدی کے اس شعر میں شہر کہ باشندہ شتے گدایان خیل و بہمان  
 دار السلام از طفیل و نظامی شہر بہمان شہ بود خاقان چین و دو نر شید بایکد گرہم نشین و  
 امیر خسرو شہر دل رفت در مہان او گفت آن ادیم آن او و گریست این دل آن او آخر از آن بن  
 کہا و اور یہ لفظ جب ضیف کے معنوں میں ہوتا ہے اسپر پائے مصدری بھی لے آتے ہیں۔ نظامی  
 شہر کہ شہ را وہد پائے مزدی شکوف و بہمانی شہ کند گنج صرف و ملوکا نہ مہایش سازدش و بہمان  
 در رسم مرکب اندازدش و واللہ تعالیٰ شانہ اعلم۔

## المشتق

مراد ہماری یہاں مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر  
 کے معنی حدیث پر تضمناً اسکی دلالت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ  
 اور حالیہ۔ اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا جاتا ہے  
 جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدری حدیث قائم ہوتے ہیں جیسے کنندہ۔ اور کبھی یہ معنی بعض خاص فعل  
 ترکیبوں سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے  
 جان آفرین۔ اور اس اسم و امر کے درمیان کبھی کوئی فاعل بھی آجاتا ہے اور وہ فاعل یا اس اسم کا  
 مضاف الیہ ہوگا جیسے سعدی فرماتے ہیں ع نہ بینی کہ چون بار مردم کش است و یا اسکی صفت جیسے  
 ع اصم بہ کہ گفتار باطل نیوش و یا ظرف جیسے ع حکیم سخن بر زبان آفرین و زور در پنجہ شیر کن  
 اور بعض اساتذہ کے کلام میں اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر پائے مجہول اور جزو  
 ثانی امر پر لفظ می بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاعل ان دو لفظوں کا مابین اسم و امر اسم فاعل ترکیبی

معنی اصل المصدر  
 بعض اسماء جامد  
 غیر مرکب سے بھی  
 مستفاد ہوتے ہیں

لفظ مہان  
 شہسار  
 موبو شہسار  
 بالیتی  
 شہر منگی  
 محتمل ہے کہ  
 یہ مرخم ہوا  
 سولے کہ  
 شہساری  
 بھی مستعمل  
 ہے  
 شاہی سبز واری  
 شہرے کشد  
 سرو پیش  
 بالایت و  
 شہساری  
 زقد کو تہ  
 خویش و  
 لفظ مہان  
 فارسی اور  
 ہندی میں  
 مشترک ہے  
 ہندی میں  
 بمعنی  
 ضیافت  
 آتا ہے  
 اس واسطے  
 کہ اس کے  
 اصلی معنی  
 ہندی میں  
 تعظیم و  
 تکریم کے  
 ہیں  
 اور ضیافت  
 میں بھی  
 ضیف کی  
 تعظیم و  
 توقیر ہی  
 منظور  
 ہوتی ہے  
 اور فارسی  
 میں ضیف  
 اور ضیافت  
 دونوں  
 معنوں میں  
 آتا ہے۔  
 اول یعنی  
 بمعنی  
 ضیف  
 شہسار  
 ثانی یعنی  
 بمعنی  
 ضیافت  
 جیسے  
 سعدی کے  
 اس شعر  
 میں شہر  
 کہ باشندہ  
 شتے  
 گدایان  
 خیل و  
 بہمان  
 دار السلام  
 از طفیل  
 و نظامی  
 شہر بہمان  
 شہ بود  
 خاقان  
 چین و  
 دو نر  
 شید  
 بایکد  
 گرہم  
 نشین و  
 امیر  
 خسرو  
 شہر دل  
 رفت در  
 مہان  
 او گفت  
 آن ادیم  
 آن او و  
 گریست  
 این دل  
 آن او  
 آخر از  
 آن بن  
 کہا و  
 اور یہ  
 لفظ جب  
 ضیف کے  
 معنوں میں  
 ہوتا ہے  
 اسپر  
 پائے  
 مصدری  
 بھی لے  
 آتے ہیں۔  
 نظامی  
 شہر کہ  
 شہ را  
 وہد  
 پائے  
 مزدی  
 شکوف  
 و بہمانی  
 شہ کند  
 گنج صرف  
 و ملوکا  
 نہ  
 مہایش  
 سازدش  
 و بہمان  
 در رسم  
 مرکب  
 اندازدش  
 و  
 واللہ  
 تعالیٰ  
 شانہ  
 اعلم۔

بیان مشتق

بیان اسم فاعل

بیان اسم فاعل

بیان اسم فاعل

بیان اسم فاعل

جائز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے شعر من غزلے سے سرائے سوے گلے سے نگرہ او طرح  
 سے فرلے شاخ گلے سے شکن پہ بعض قواعد نگاروں نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو ہم فعل  
 کے معنوں میں فرما دیا۔ اور بعضوں نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے شعر حکیم سخن  
 بر زبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور ہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا  
 ہوتی ہے جیسے بچہ دان و بچہ نگار و بچہ میرزہ۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جز اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب  
 وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہوا کرتا ہے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے  
 جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چراغے آنکہ چریدن اور شب بست ایسے ہی شب و زورات  
 میں چوری کرنے والے کو اور شب گزرات میں کلاٹنے والے یعنی کٹھن کو کہتے ہیں اور کبھی جزو ثانی کے  
 معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار خوش کیسکہ بخشیدن او بسیار است و سخت کش  
 اے کوشیدن او سخت است اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خدائے  
 یا صفت ہوگا مگر اس کا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیز رولے کیسکہ سیرا و سرعیت۔ و  
 زود خیز و نظامی ہر شعر و شاقان موکب رود و زود خیز ہر بدیدار تازہ بر قاتر تیز ہر یا بلا واسطہ جیسے بیار خیز  
 اے کیسکہ خاستن او مثل بیمار است۔ نظامی ہر شعر فریبندہ چشے جفا جوے تیز ہر و دابخش بیمار و  
 بیمار خیز ہر یا ظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے مسند نشین و تارک نشین و خانہ خیزے جالے نشین  
 مسند و تارک است و جالے خاستن او خانہ است۔ نظامی ہر شعر زمین را منم تاج تارک نشین ہر  
 ملزان مرا تانلر زوزین ہر ولہ گہے باچان گو ہر خانہ خیز ہر چو بوطالبے را کنی سنگریز ہر خوہی نامانی  
 جیسے شب افروز و صبح خیز اے زماں روشن شدن او شب بست و وقت خاستن او صبح بست نظامی  
 شعر شب افروز کر میکہ تابد ز دور ہر زبے لوری شب زند لاف نور ہر دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی  
 ترکیب سے جیسے ہم نشست سعدی شعر بشوای خردمند زان دوست دست ہر کہ با دشمنانت بود ہم  
 تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا و ار سے وارا  
 خلص کاشی شعر دلا بصرہ قدم نہ کہ در طریق معاش ہر سکندری خور و از فاقہ ہر کہ دارا نیست ہر چو تھا  
 صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و را زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار  
 یعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

اسم اور ہی کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پیدا کرتی ہے

ان کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پیدا کرتی ہے

تیسرا امر واحد حاضر کے  
 اخیر میں الف زیادہ کرنے سے

جو تھا ماضی مطلق کے  
 اخیر میں الف زیادہ کرنے سے

معنوں میں کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسی کی کاؤس کے قتل سیاوش پر مطلع ہونے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر بریدند از تن سرشاہوار ۛ نہ فریاد رس بود نہ خواستار ۛ اے نہ کس فریاد رس بود نہ کے شفیع۔ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ الف و ر نسبت کے لئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر میں محقق ہو چکا ہے۔ یہاں سے اُن اسماء غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے ہیں گو کہ وہ مانحن فیہ سے نہیں ہیں اس واسطے کہ ہکومتقات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً انکا ذکر بھی ضرور ہے تاہیندہ کوئے الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی معنی میں فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامی ۛ شعر مگر جادوان از من آموختند ۛ کاز موم خود خواب را دوختند ۛ اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضامن بمعنی رخی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی شعر عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پذیر ۛ بہر چہ بہت رضائیم غم چراواریم ۛ سعدی ۛ شعر بگریست گیاه و گشت خاموش ۛ صحبت نکند کرم فراموش ۛ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال ثانی میں یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقتہً جانب کرم ہی ہو اس واسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق صحبت ملحوظ رکھتے ہیں تو اُسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہیں مگر نسبت کے لئے ہقدر اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضامن شعر دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا ۛ باز آ کہ من لبغونگناہت ضامن شدم ۛ اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خیر۔ ماقفی ۛ شعر خبر شد از ان قصہ والی مصر ۛ کہ آد خلل در حوالی مصر ۛ استاد ذی قلندر حسین اطہر رحمہ اللہ اکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر واعظ نہ سحر کر کہ انیت ۛ در علم خبر خبر کہ انیت ۛ دوسرا اسم پر پیاختانی زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی میں جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی میں صفت کا صیغہ ہو جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامی شعر عجب ماند زان کار نظارگی ۛ بعبرت فرو ماند یکبارگی ۛ کس واسطے کہ فقط نظارہ بھی بدون یاے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کجسر و اورا فراسیاب کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سپہر اندران جنگ نظارہ بود ۛ ستارہ شمر سخت بچارہ بود ۛ میرے نزدیک یہ یاے تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً از زندہ بمعنی قہیتی اسب طرح نسبت کو معنی فاعلیت میں دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہاے مخفی نسبت فاعلی و مفعولی کے لئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مح رسم بزبان سہراب فرماتے ہیں شعر

اس الف و ر نسبت کا احتمال بھی ہے

اسماء غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت میں استعمال

یا صرحتاً اسم جامد ہو

زیادہ کرنے سے اسم پر پیاختانی  
باز آ کہ من لبغونگناہت ضامن  
شدم بمعنی خیر  
نظارہ سے نظارگی  
نظامی شعر عجب ماند زان کار نظارگی  
باعتبار نسبت  
فردوسی جنگ کجسر و اورا فراسیاب کی داستان  
میں لکھتے ہیں شعر سپہر اندران جنگ نظارہ بود  
ۛ ستارہ شمر سخت بچارہ بود  
ۛ میرے نزدیک یہ یاے  
تحتانی نسبت ہی کی ہے  
لیکن نسبت فاعلی جس طرح  
اسم فاعل بمعنی نسبت  
مستعمل ہے مثلاً از زندہ  
بمعنی قہیتی اسب طرح  
نسبت کو معنی فاعلیت میں  
دخل ہے چنانچہ اسکی  
نظیر ہاے مخفی نسبت  
فاعلی و مفعولی کے لئے  
مستعمل ہوتی ہے اول  
جیسے فردوسی مح رسم  
بزبان سہراب فرماتے  
ہیں شعر

گمانے برہم من کہ اور ستم ست کہ چون او نبردہ بگیتی کم ست کہ اسے نبرد کنندہ جس طرح گاروناک کا  
لفظ آموزگار و آموزناک میں نظامی شعر توئی برترین دانش آموزناک ولہ نبوشندہ خواہم از  
روزگار کہ گویم بدور از آموزگار کہ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے  
اور لفظ گار میں یہ بات نہیں جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ نظامی سبب نظم کتاب سکندر نامہ بحری  
میں فرماتے ہیں شعر مرا کا دلین پرورشگار بود کہ ولی نعمتے درویش یار بود کہ اور یہ لفظ پروردگار کا  
مطلق مرئی کے معنوں میں متعل ہے فردوسی فرماتے ہیں شعر چوستان کہ پروردگار من ست  
کہ تہمتن کہ خرم بہار منست کہ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں شعر شما پاک پروردگار میند کہ ہمان از پدر  
یادگار میند کہ خواہم کہ آید شمار اگر زند کہ مباحثید با من بہ بدیار مند کہ بعض قواعد نگاران تحقیق ہمیشہ  
نازک خیالان نغز اندیشہ نے یاے فاعلی کو مصاد فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامی کا اپنے  
دعوی پر شاہد گرانا ہے شعر توانا و دانا بہر بودنی کہ گنہ بخش و بسیار بخشودنی کہ میری راے  
میں بودنی اور بسیار بخشودنی در صورت فصل وہی یاے لیاقت ہے جو مصاد فارسی پر آتی  
ہے اور واور رابطہ حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے مبتدایے محذوف کی اور مبتدایہ  
واو رابطہ حالیہ سے ملکہ حال ہو اگر گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے  
اسلئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخالیش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغہ بخشائیش کے  
اظہار کے لئے لایا گیا ہے جس طرح عربی میں لفظ مرجم مبالغہ کے لئے غرض یہ یاے  
لیاقت ایسی ہے جیسے کشتی گردن زدنی سوختنی میں۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاے لیاقت مصد  
بنی للفاعل پر لائح ہوگی تو اس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی میں موجود کی ہتی  
کی اور بخشودنی میں بخشائندہ کی بخشائندگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاے لیاقت مصد  
بنی للمفعول پر آوگی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کریگی جیسے کشتنی و سوختنی میں قلیل و حریق کے  
کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامی دوسری جگہ مناجات میں  
اُسی بخشودنی کو بنی للمفعول فرماتے ہیں شعر توئی خالق بود ہر بودنی کہ بخشائے بر حال بخشودنی کہ  
اور در صورت وصل یعنی بغیر و او بسیار بخشودنی میں وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر  
لاحق ہو کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

گار آموزناک  
مطلق مرئی

پروردگار یعنی  
مطلق مرئی

صاحب تحقیق القواعد  
مصاد فارسی  
فاعلی کے لئے  
ہو کر ہے۔



واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کیت کی یہی  
 بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر بیاساقی از باوہ بردار بند نہ بیاسیاس پیمودن باوہ چند  
 بعض نسخوں میں پیمودن باوہ چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جداستقل ہوگا۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ  
 کا شعر ہے شعر بجنید جنیدن باشکوہ نہ چو از زلزلہ کا لبد ہائے کوہ نہ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا  
 شعر نگہ کرد شوریدہ درین فقیہ نہ نگہ کردن عالم اندر سفیہ نہ مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہوگا  
 اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشاہ کی داستان میں فرماتے ہیں شعر جو ہم  
 بفرمے گفتن برانہ کہ تارہ نور دم سو خانہ باز نہ مولانا سے روم قدس سرہ شعر قاصدا زابر عصایت  
 دست نے نہ تو نجسپ اسے شہ مبارک خفتے نہ دونوں مثالوں میں مفعول مطلق بغیر لفظ منظر کیفیت  
 فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ میں زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر  
 مولانا سے روم کے شعر قاصدان را بر عصایت الخ میں نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے  
 بخوبی واضح ہے۔ اور جن لوگوں نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے  
 معنوں میں خاص کر لیا ہے درست نہیں ان دونوں معنوں میں وہ دونوں لفظ مستعمل ہیں مگر اول  
 بمعنی ترحم و ثانی بمعنی اعطاکثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی شعر کریمیا نہ بخشاے  
 بر حال ماہ کہ ہستم اسیر کند ہواہ اسے رحم کن بر حال ماہ ولہ خور و پوش و بخشامی و راحت رسان نہ  
 نگہ سے چہ داری ز بہر کسان نہ اسے بخور و پوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے  
 خط میں لکھتے ہیں نشر بخشائندہ پیرایہ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اسے عطا کنندہ  
 پیرایہ وجود الخ امیر خسرو شعر نہ من زان فکندم درین کو چہ رخس نہ کہ یا بزم ز بخشایش شاہ بخش و نیم زان  
 حرلیان بسیار جوے نہ کہ در کار خویش کنند آہر و سے نہ مولوی معنوی رح شعر تو شب و روز از  
 تلے این قوم عمر نہ چون شب دروزے بدو بمثلے عمر نہ اور ثانی جیسے سعدی کا شعر ہے شعر بخشید  
 بر حال سکین مرو نہ فرو خورد خشم سخنهاے سرو نہ اسے رحم نہ الخ نظامی شعر کہ شاماہر ایکدم درخوست نہ  
 اگر بخشی از کشوری بہترست نہ اسے عطا کنی الخ اور اسطرح رستی بمعنی نامی میں یاے لیاقت مصدر  
 مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے۔ نظامی رح فرماتے ہیں شعر سرنامہ نام جہاندار پاک پیر آئندہ رستنیہا  
 ز خاک نہ گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و  
 کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

مفعول مطلق  
 بغیر لفظ

مفعول مطلق پر یا زائدہ  
 مجہول بہ معروف

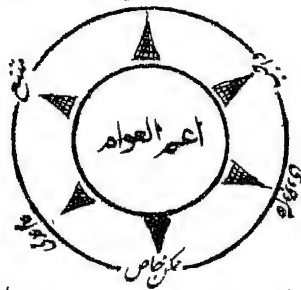
بخشودن و بخشیدن  
 میں فرق

کے ز فاعلی  
 رستی بمعنی لیاقت



جب ہی ہونگے جب وہ کسی نسبت کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہاں بھی بیان نسبت کے لئے ہو جائے جیسے قوت نامیہ - اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اس یاے ملحقہ سے مستفاد ہوتی ہے بمعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بودنی یعنی ہستی جسکو زبان عربی میں وجود کہتے ہیں اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوتی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الانقضایہ جیسے فردوسی سہراب کے رستم کو خود کشی سے روکنے کی داستان میں لکھتے ہیں شہر ازین خویشی کشتن اکنون چہ سودہ چنین رفت و این بودنی کار بودہ اور ناشدنی کا حاصل ایک اتساع پر جا پڑتا ہے ہماری تحقیق کے کوئی سنائی نہیں اس واسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہیں مراد ہے جو واجب اور متمنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان هو سلب الضرورة اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانب العدم فوجودی او الوجود فعدمی و اما عن الجانبین فمباہت او بلا قید فقط فاعم العوام

ہکذا



کذا افادہ الاستاذ العالم الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ اللہ الاحد الفرد الصمد - اور غالب و بلوی کے اس شعرین شعر بودنی بخش خوب و زشت توئی + رونق کعبہ و توئی + اور نظامی رح کے اس شعرین شعر <sup>۱۳۹</sup>خوردہ خورشید بایستی + ہم از گو سپندان شایستی یاے معروف نسبت کے لئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستی و بایستی کا بایستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا پڑے گا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ + اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زودہ و کردہ - اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہیں جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعرے کند لیل گمان باغبان صیاد را مرغ دست آموز شاخ گل چہ داند دام حیات + لفظ دست یہاں آموز کا ظرف واقع ہے - اور بعض قواعد نگاروں نے فقط صیغہ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال میں لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گزرا نا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین + نہد شلخ پر میوہ سر برین

یہ بیان نسبت  
لیاقت کا بمعنی امکان  
اور اس امکان سے  
اعم العوام مراد ہے

اعم العوام واجبہ  
متمنع ممکن خاص  
وغیرہ کو شامل ہے

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول اسم  
وامر کی ترکیب  
سے بنتا ہے

اسم مفعول امر  
خاصی و غیر  
نہیں دیتا

میرے نزدیک یہ درست نہیں کہ واسطے کہ گزین حاصل مصدر بمعنی مفعول ہے اسکی تحقیق موزن نظر  
 بیان حاصل بالمصدر میں گز چکی ہے۔ اسبطح اسم اور نہی کی ترکیب سے اسم مفعول ترکیبی متصف  
 بصفۃ عدمی حاصل ہوتا ہے جیسے کس میریں۔ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے آدمی زاد و  
 دست پخت۔ نظامی رح شعر میں روشنک را کہ دخت من ست + بدین ناز کی دست پخت من ست +  
 تیسرا امر کے اخیر میں الف کے زیادہ کرنے سے جیسے پزیرا۔ نظامی شعر پزیرا سخن بود شد جاے گیر +  
 سخن کز دل آید بود دلپذیر + چوتھا ماضی مطلق پر الف دراکے زیادہ کرنے سے جیسے گرفتار و دیدار و گشتار  
 بمعنی مقتول۔ فروسی قتل پیران کی داستان میں فرماتے ہیں شعر چو گودرز زان گرو دیدار گشت  
 دل نامداران نے ازار گشت + خلاق معانی خاقانی رح محران حج بیت اللہ کی تعریف میں فرماتے ہیں  
 شعر بر چہرہ تیغ آسمان دار + جو ہر زبیر بنگی است و دیدار + استاد فرخی شعر ہنوز سیخ یکے پیش میر  
 بروہ نبودہ ازان شکار کہ از تیر میر شد کشتار + یہاں احتمال ہے کہ الف درانست کے لئے ہو  
 بطرح بیان حاصل بالمصدر میں محقق ہو چکا ہے۔ اب یہاں سے وہ اسمائے غیر متفقہ بیان  
 کیے جاتے ہیں جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی مفعولی کا افادہ کرتے ہیں۔ اول اکیلا مصدر عربی بغیر کسی  
 ترکیب کے مفید معنی مفعولی ہوتا ہے جیسے تسلی و عذر و اختیار و تربیت و خلاص۔ ظہوری کا شعر  
 ہے شعر از بخت درین شہر تسلی سے باش + دریاے صور را در معنی سے باش + سعدی رح شعر  
 آن را کہ بجائے تست ہر دم کرے + عذرش بندہ ار کند ہمیری ستے + ولہ کنج صبر اختیار لقمانست +  
 ہر کرا صبر نیست حکمت نیست + مولوی معنوی رح شعر تربیہ آن آفتاب روشنیم + زنی الاعلیٰ ابن  
 بر میز نیم + اے تربیت یافتہ آن آفتاب الہ حافظ رح شعر خونم بریز و از غم بھرم خلاص کن  
 منت پزیر غمخیز گزار مت + دوسرا اسم کے اخیر میں یاے تختانی کے الحاق سے جیسے  
 شکاری و کاغذ مہری طالب آملی شعر پیکان ترا بخت دل + چون سبزہ تر خور و شکارے چھل ہے  
 کہ یاے تختانی یہاں نسبت مفعولی کے لئے ہو جیسے نسبت فاعلی کے لئے لائی جاتی ہے چنانچہ اسکی  
 نظیر لفظ رنجہ و بندہ میں ہاے مختفی ہے نظامی شعر بے بندہ و بندی آزاد کرو + نیرودان بے  
 نیکوئی یاد کرو + جیسے نسبت مفعولی کے لئے لفظ گار بھی آتا ہے نظامی رح شعر چو بہتی بہ پند میں  
 آموزگار + بدین روز تشاندت روزگار + اسواسطے کہ آموزندہ تو ناصح ہے۔ اسم ظرف اور اسم آلہ بھی

ترکیب اسم اور نہی کی  
 پہلا اسم بمعنی مفعول  
 دوسرا اسم اور ماضی  
 مطلق کی ترکیب سے  
 اسم مفعول ترکیبی  
 متصف بصفۃ عدمی  
 حاصل ہوتا ہے جیسے  
 کس میریں  
 چوتھا ماضی  
 مطلق پر الف دراکے  
 زیادہ کرنے سے  
 جیسے گرفتار و  
 دیدار و گشتار  
 بمعنی مقتول  
 پہلا اسم کے اخیر  
 میں الف کے زیادہ  
 کرنے سے جیسے  
 پزیرا

معنی اسم مفعول حاصل ہوتا ہے  
 جیسے ماضی مطلق پر الف دراکے الحاق

اسکی ترکیب سے  
 معنی مفعولی کا  
 افادہ کرتے ہیں

اسکی ترکیب سے  
 معنی مفعولی کا  
 افادہ کرتے ہیں

اسکی ترکیب سے  
 معنی مفعولی کا  
 افادہ کرتے ہیں

اسکی ترکیب سے  
 معنی مفعولی کا  
 افادہ کرتے ہیں

اسکی ترکیب سے  
 معنی مفعولی کا  
 افادہ کرتے ہیں

اسی قسم کی ترکیبوں سے حاصل ہو جاتے ہیں اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز یعنی جاے  
 خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسرو <sup>۱۳۶</sup> شہر دید بہ کشتیش بدانگونه تیز کاٹتے برخاست ادا  
 آب خیز اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہیں سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہیں اس ترکیب میں  
 جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسی طرح دو اسموں کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ  
 چاروں طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان وزار و سار و بار و لائح و لان و کند و دان۔ پس ستان  
 جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان <sup>۱۳۷</sup> فردوسی <sup>۱۳۸</sup> شہر نخن رود گفستی میستان شدہ است  
 زنیہ ہوا چون نیستان شدہ است <sup>۱۳۹</sup> مولوی معنوی <sup>۱۴۰</sup> شہر آب را در غور مایہاں کم <sup>۱۴۱</sup> چشمہا را خشک و  
 خشکستان کم <sup>۱۴۲</sup> صائب شہر این چہ لطف است کہ بر خود نظر اندازد <sup>۱۴۳</sup> یوسفستان شود از پر تو عارض بزش  
 اوستان کی سین کو متحرک رکھنا بھی جائز ہے فردوسی <sup>۱۴۴</sup> گنگ در کی تعریف میں لکھتے ہیں شہر بہر گوشہ  
 چشمہ و گلستان <sup>۱۴۵</sup> زمین بہن شاخ بلبلستان <sup>۱۴۶</sup> خاقانی <sup>۱۴۷</sup> شہر سازی پے نہ بہت روانہا <sup>۱۴۸</sup> در ولف  
 سمنستانہا <sup>۱۴۹</sup> اور اسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی <sup>۱۵۰</sup> شہر گرز بود تو نیسے بگز و برزنگبار <sup>۱۵۱</sup> و  
 زخمیے تو سمودے در و زو بر ہندسان <sup>۱۵۲</sup> ہندوان <sup>۱۵۳</sup> آتش سوزندہ روید شاخ شاخ <sup>۱۵۴</sup> زنگیان را  
 شوشہ از مسکن بر آید خیزان <sup>۱۵۵</sup> فردوسی <sup>۱۵۶</sup> شہر بے شارساں گشت بیمارسان <sup>۱۵۷</sup> بے بوستان نیز  
 شد خارسان <sup>۱۵۸</sup> شارساں مخفف شارساں اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان  
 بمعنی شہر کلاں یعنی ایسا شہر کہ اور شہر دکنے لیے بمنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہروں کو  
 مشتمل ہے یہی معنی نہادند کے ہیں کسواسطے کہ نہ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کار زار یوسف زار  
 ہندوار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابا زار ہے اسواسطے کہ بازار میں اکثر  
 کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں پھر بعد میں مطلق سوق کے معنی میں اس لفظ کو استعمال کر نیلگے۔  
 سعدی <sup>۱۵۹</sup> شہر اے تہیدست رفتہ در بازار <sup>۱۶۰</sup> ترسمت بر نیادری دستار <sup>۱۶۱</sup> ولہ چہ مردی کند و صفت  
 کار زار <sup>۱۶۲</sup> کہ دستش تہی باشد و کار زار <sup>۱۶۳</sup> عرفی شہر بہر بقع مہ کنعان کہ بہت حسن آباد <sup>۱۶۴</sup> بچلہ گاہ لیخا  
 کہ بود یوسف زار <sup>۱۶۵</sup> البوطالب کلیم شہر نر وید سبزہ در ہر جانمک زار بیت حیرانم <sup>۱۶۶</sup> کہ خط چون سبز و خرم  
 میکند لعل لب اور <sup>۱۶۷</sup> عرفی شہر فردغ شعلہ تہرت فتد چو در ارحام <sup>۱۶۸</sup> بچشمہ زار بزیادہ سمندر از خرنجک  
 زلالی شہر چو آتش سوے ہندو زار بگزشت <sup>۱۶۹</sup> بخار سوختہ خیل شہر گشت <sup>۱۷۰</sup> اور سار جیسے چشمہ سار

ترکیب اور امر کی

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

ترکیب اور امر کی ترکیب

و چاہسار و کوہسار صائب شہر سے رویم چو ماہی بچشمہ سازندہ چو تیغ جو ہر ذاتی بس ست جوش ماہ  
 فردوسی شہر کشان بیزن گیارہ پیش دارہ ہر دند بستہ بدان چاہ سارہ آرساران اور سارہ اسپکا مزید علیہ  
 جیسے کوہساران و کوہسارہ و کتف سارہ صائب شہر راہ رورایال دیر بہت سختیہاے و ہر کوہساران  
 سے شود سنگ فسان این سیل ماہ فخری شہر بر کشیدند کہ سارہ غزنین دیباہ بر نوشتند ز کہ پانیہ غزنین بلخ  
 حکیم فخری شہر بکتف سارہ بر آوردہ زانو ازاد بارہ بچشم خانہ فرورفتہ دیدہ از نا مارہ اور اسکا مخفف  
 سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسی شہر منیرہ بیام بدان چاہ سارہ دوان خوردنیہا گرفتہ سہرہ ممکن ہے  
 کہ یکلمہ جو لفظ سارہ سے مرکب ہے مقولونی ہو اور لفظ سارہ مزید علیہ سر کا ہو جیسے گونہ سارہ سرگون کا مقولہ  
 اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شہر میں جو رستم اور شنگل کی رزم میں مذکور ہے شہر از ایران بیامد و لاور  
 ہزارہ زرہ دار باگزہ گاوسارہ گاوسارہ مزید علیہ گاوسرہ ہے کواستے کہ گزر رستم کا شکل سر کا و تھا  
 چنانچہ اس گرز کی گاوپر بھی صفت کرتے ہیں اسی داستان میں فردوسی فرماتے ہیں شہر چنگیدن  
 گرزہ گاوپرہ تو گفٹی بہن سنگ باروسپہرہ بلکہ گاوسرہ گاوسرہ بھی اسکی صفت واقع ہوئی ہے۔  
 اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلمہ اور بار جیسے جو بار رودبار و زنگبار و ہندو بار و گنجبار اور یہ  
 دونوں لفظ زنگبار و ہندو بار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہیں نظامی یہ شہر زلس رود  
 خیران لب رودبارہ فشانہ زرخسار گیتی غبارہ کمال اسمیل شہر خاتم تو کہ دریاش تا کمر گاہ است  
 خامہ ات کہ بسر میر و ہندو بارہ اور جو بار کو تخفیف یاے تحتانی جو بار بھی کہتے ہیں مامفید  
 بلخی کا شعر ہے شہر نصیب صاف دلاں ست عیش این گلشن ہمیشہ سرو سہی در کنار جو بارستہ  
 فردوسی شہر بیام نشانہ بر تخت یارہ و زان پس کشایم در گنجبارہ اور لاخ جیسے سنگلاخ و  
 دیولاخ۔ صائب شہر روشن دلاں ز سختی ایام خوشدل اندہ کز سنگلاخ آب سبکتر کند گرزہ کہ  
 دیولاخ ست جہان در نظر وحشت منہ تارارہ بہ پر سخاۃ عولت دادندہ اور لاں جیسے تریاق  
 لاں مولوی معنوی شہر سروری زہرست جزآن روح راہ کو بود تریاق لانی زابتداہ اور کند جیسے  
 نار کند بخنے نارستان یعنی باغ انا و واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغتہ کو متضمن ہیں یعنی اپنے  
 معنوں کی کثرت اور انہو ہی کا افادہ کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب بعض محققین لفظ دلاں  
 کو اسی قبیل کا فرماتے ہیں مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جل اسم کے تسم

سارہ  
سارہ  
سارہ

سارہ  
سارہ  
سارہ

لفظ بار کا بیان

جو بار جیسے ہیں  
جو بار کو تخفیف یا

بیان لاخ کا

بیان لان کا

بیان کند کا

لفظ دلاں کا بیان

لفظ دلاں کا بیان  
لفظ دلاں کا بیان







یہاں جز و اول جز و ثانی کا مفعول بد واقع ہے نظامی شہر زمین را شود میل منترل شناس + بتری  
 خشکی رساند قیاس + بعض وقت امر پر پائے تسمیہ نبی کے الحاق سے معنی اسم آلہ کے حاصل کرتے ہیں  
 جیسے شان سے شانہ کنگھی کے معنی میں اور شان شانند کا امر ہے اور شانند بال سلجھانے کے  
 معنوں میں آتا ہے اور شانہ بھی اسی بات کا آلہ ہے۔ امیر خسرو شہر چشام سر زلف آشفته را + برقص  
 آورم فتنہ خفته را + نسبت کے لئے اور نے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے چونکہ اس کا مفتوح الہاں  
 ہونا شرط ہے اگر اس کے قبل ایسا کوئی حرف واقع ہو جس پر حرکت کا لانا متعذر ہو تحمل حرکت فتحی کے  
 لئے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے پیوند سے پیما صیغہ امر کا ہے اسکا اخیر قبول حرکت سے عاری ہے  
 وقت الحاق لے نسبتی آلی نون زیادہ کیا گیا تو پیما سے پیما نہ بنا اسبطرح گرس بمعنی بھوک سے گرسہ  
 مگر یہاں لے نسبت غیر آلی ہے میر بجلی شیرازی شہر غریب کہ آید بشہر صفاناں + عجب نیست کر گرس  
 سرا میر و + اور نون کی زیادتی افعال اور اسما میں شائع ہے جیسے زون سے زندہمہ سے ہنگنان  
 وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اسم حالیہ یشتق یشتق شتاقات عربیہ سے زائد ہے کیا  
 معنی کہ عربی میں کوئی خاص صورت نوع حالی کے لئے فعل سے مشتق کرنے کی نہیں وضع کی گئی  
 جیسے فارسی میں آلہ اور ظرف کے لئے نہیں وضع کی گئی مگر فارسی میں صیغہ اسم حال کا فعل  
 سے مشتق ہوتا ہے اسکے لئے ایک خاص صورت معین ہے جیسے اسم فاعل و اسم مفعول کیلئے  
 خاص خاص صورتیں از روے اشتقاق معین ہیں وہ یہ ہے کہ امر حاضر ہر الف و نون زیادہ کر نیے  
 جیسے اتمان و خیران و گریان امیر خسرو شہر گریان جگرے زمین کشاوند + دان کان نہک دروہاند  
 اور اسکے ایراد سے متکلم کو یہ منظور ہوتا ہے کہ فاعل یا مفعول یا متعلق بہا کی ہیأت یا کوئی کیفیت  
 بیان کرے جیسے گریان جگرے زمین کشاوند + میں قبر کھودنے والوں کی کیفیت بیان کرتے ہیں  
 کہ روئے ہوئے قبر کھودتے تھے۔ فردوسی افراسیاب کی گرفتاری ہوم کی زبانی بیان کرتے ہیں  
 شہر بکوہ اندر آرد و مش تازیان + خروشان و لوحہ کنان چون رتان + یعنی ہوم کہتا ہے کہ افراسیاب  
 کو پہاڑ پر لے گیا اس حال میں کہ وہ عورتوں کی طرح روتا پچھتا تھا۔ اور خود اسم فاعل اور اسم مفعول  
 بھی حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے فردوسی سلطان محمود کی ہجو میں لکھتے ہیں شہر بنالمہر گاہ یزدان  
 پاک + فشانندہ بر سر پرگندہ خاک + عرفی شہر آمد آشفته بخوابم شبے آن مایہ ناز + بروش فہرا

اسم آلہ صیغہ امر ہے  
 الحاق سے  
 اسم آلہ صیغہ امر ہے  
 وقت الحاق مفعول  
 سے نسبت اسمیت میں  
 آجاتا ہے یعنی حال امر  
 بنجائے اس پر لے  
 نسبت کا الحاق مفعول  
 اسم سے جائز ہو جاتا ہے  
 جس میں دخول لازم کا کلام  
 باعتبار کان جاری ہو  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیان اسم حالیہ

امیر خسرو شہر گریان  
 و گریان جگرے زمین کشاوند

اس کے ایراد سے  
 متکلم کو یہ منظور ہوتا ہے

حالیہ اسم فاعل  
 اسم مفعول  
 ہی میں بھی آتا ہو

حالیہ اسم فاعل کی  
اور اسم مفعول  
ترکیبی کی ترکیب

روئے برخاک مجزی نام میں  
عدم رابطہ کا الزام نہیں

دست بدل  
جس کا دل قابو سے بچے  
جانا ہوا درہ با وجود  
عدم قدرت اوسکو  
بکلف تھا جسے جانے  
پہننے

حالہ مجزی  
حالہ مجزی

جمل حالیہ میں  
رابطہ عائد کی ضرورت

وبنگہ صبر گداز : اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عفت مکن عذر خواہ  
آمد : اور کبھی صفت مشبہ کے صفیہ مطلقا کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے مردہ  
مشقتات میں سے سعدی کے اس شعر میں شعر یاز رہ ہر دوست کند خواہ در کنارہ یا موج روز سے  
افگندش مردہ بر کنارہ اور روسیہ دو اسموں کی ترکیب نظامی شعر عفت مکن عذر خواہ آمد :  
بر گاہ تو روسیہ آمد : اور روئے برخاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی توسط حرف جار  
یہ تینوں صفیہ صفت مشبہ کے ہیں سعدی شعر روئے برخاک عجز مے نالم : ہر سحر کہ باوے آید  
بیان عذر خواہ در روسیہ روئے برخاک عجز آمد مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش  
کی ضمیر غائب منصوب حال واقع ہے بعض محققین نے روئے برخاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان  
فضاحت پر عدم رابطہ کا الزام لگایا ہے سو یہ محض نے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روئے برخاک عجز  
دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہیں اور چشم بر در و  
چشم بر راہ و گوش بر آواز و گوش بر راہ کی طرح جو کنایہ منتظر و مترصد سے ہیں صفت مشبہ ہے بیل  
شعر چہ سلیمانیت اسے خافل : دانہ گیری ز مورد دست بدل سعدی شعر آن سرور کائنات  
و آن فخر بشر : بہر تل امین ز قرب او دست بسر : صاحب شعر اسے جاوہ سودائے تو ہر شے آہ ہے  
در ہر گز ز چشم براہ تو نگاہ ہے : کسی استاد کا شعر ہے شعر اور فت و ولم باز نیامد ز برش :  
من چشم بدر گوش برہ بر اثرش : معہذا ضمیر متکلم کا ظرف میں موجود ہونا نحو یون کے نزدیک  
مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالت کے لئے چونکہ کسی اسم کا دال بر بیات ہونا کافی ہو جاتا  
بعض جاہل غیر مشتق بھی حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے لفظ یار مصرعہ اوسے میں فردوسی شعر نحو ہم  
ز ایرانیان یار کس : پئے رخس و ایزد مرا یار بس : واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ  
فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس میں عائد و رابطہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے مربوط کر دیوے  
اور یہ رابطہ کبھی صرف واو ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط۔ کبھی واو اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی  
میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مردم و بر زند گانم رحم مے آید کہ تو پد خون آن بیداد ناداری کہ با کردہ  
و بر زند گانم رحم مے آید۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس میں واو اور ضمیر دو رابطہ ہیں  
اور فعل بھی ہشت ہے اور فردوسی فریہ ز کی کوہ ہما یون پر لشکر لیجانے کے داستان میں لکھتے ہیں

شعر شب تیرہ راتا سپیدہ دمان بیاید بخوید برہ بر زمان بہ بیان بخوید فعل مضارع غائب منفی  
 حال ہے اور رابط صرف ضمیر متر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے بہرہ بظرف متعلق فعل باشیہ فعل  
 محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہیں۔ زمان بمعنی  
 توقف ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ بخوید کا بخوید فعل اپنے فاعل رابط اور مفعول سے مل کر  
 لے زمان ۱۲ لے برہ ۱۳  
 حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب متر کا ضمیر غائب مرفوع مستر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوئی  
 بیاید کا اور مصرعہ اولیٰ شب تیرہ راتا سپیدہ دمان مفعول فیہ۔ یا تا غائیہ۔ سپیدہ دم مضاف شب تیرہ مضاف  
 الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مجرور۔ جار و مجرور متعلق بیاید۔ سپیدہ دمان مین الف و نون مزید تان جیسے  
 بامداد بامدادان شب اشبان۔ مولوی معنوی شعر درکہ باور نیست خیر اشبان بہ تا بہیٰ فسق  
 شیخت راعیان بہ ای طرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی شعر لیں جہان نیست چون ہستان  
 شدہ۔ وان جہان ہست بس نہان شدہ۔ یعنی فرید علیہ سپیدہ دم۔ را اضافی لے تاجع شب  
 بیاید۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہیں یا انکے متعلق سے  
 دوسرا حال واقع ہو جاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی  
 ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہیں انکو حال مترادفہ یا حال بر حال کہتے  
 ہیں فردوسی رزم رستم و شنگل مین لکھتے ہیں شعر بیک زخم صد نیزہ کردی قلم بہ خروشان  
 جوشان چو شیر و زرم بہ خروشان و جوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال مین  
 اور جملہ اسمیہ جیسے سعدی کا شعر بہ شعر بہ بدختی و نیک سختی قلم بہ بگرد و ماہچمان و شکم بہ دہچان  
 و شکم بگرد کی ضمیر مرفوع مستر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت نخل بہ تو مخلوق و آدم  
 ہنوز آب و گل بہ ان دونوں مین فقط ایک رابط ہے کہ جسکی نظر تا کیہ صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے  
 ہیں اسوقت اول پر سے الف و نون حالیہ کا تخفیف حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونوں صیغہ ملکر بمنزلہ  
 ایک صیغہ کے ہو جائیں جیسے پرس پر سان و کش کشان و خند خندان مولوی معنوی شعر پرس  
 پر سان بیکشیدش تا بصدر بہ گفت گنجے یافتہ اما بصبر۔ ولہ فکر در سینہ و رأید نوبہ نوہ خند خندان  
 پیش او تو باز رو بہ جنب جنبان فردوسی شعر زمین جنب جنبان شد و روز تارہ بہ پس اندر فرا آمد و  
 پیش غار بہ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موز بھی جیسے اسئلہ بالاس ہویدا

حال متداخلہ

اشبان

حال مترادفہ

نظر تا کیہ صیغہ حال کا  
مکرر اول مین

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کی طرح قدر اور اندازہ کو بتلاتی ہے نظامی  
 شعر ہوران وید کو بود مورخوار وید ہیل را طعمہ پیل وار و صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم  
 سے اُس شے کے لئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اُس شے کے  
 ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجد و اکثر کی قید اس لئے ہے کہ تاخفہ و رفہ و مرؤ  
 وغیرہ اس سے خارج نہ ہوں اس واسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا اسکے فاعلون میں امر حادث ہے نہ ثابت  
 کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔ اسکے صیغے سو صوت  
 اسم فاعل کے کئی طرح مستعمل ہیں۔ ایک تو جسطرح عربی میں فیصل جیسے اسم مفعول (مثلاً قیل و مرج) کی  
 ہیزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسبطح فارسی میں خفہ  
 و رفہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ میں مشترک ہے سعدی شاعر بطلست  
 آنکہ مدعی گوید و خفہ و رفہ کے کند بیدار و ولہ نام نیک رفتگان جنائع مکن و تابا نذ نام نیک  
 برقرار و انکی صورت ظاہری پر نظر کر کے انکو اسم مفعول کہہ دینا ہے تو جہی کی بات ہے اس واسطے  
 کہ اسم مفعول اُس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا اب یہاں خفہ پر کس کا خواب اور رفتگان  
 پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل میں جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے  
 آب روان و عہد درخشان و پیل دمان و برق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی حال کا شائبہ نر  
 سعدی شاعر نہ مروست آن بہ نزدیک خرومند کہ یا پیل دمان پیکار جوید و لہ بگفت احوال برق  
 جہانست و دے پیدا و دیگر دم نہانست و فردوسی کا موس کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں  
 شہر چینست رسم جہان جہان و گہے باغم و دروگہ شادمان و اردشیر کے خاتمہ کار میں لکھتے ہیں  
 شہر بیتا ہمہ دست نیکی بریم و جہان جہان را بید نہریم و اسے روزگار بے ثبات ناپائدارا۔  
 جانتا چاہیے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکل جانے والا یعنی بے ثبات غیر قرار کیونکہ حیثیت بالفتح سے  
 مشتق ہے اور وہ معنی میں کوونے کے ہے لیکن جب نام ایک شے کا رکھ دیا اسکے کسرہ حرف اول کو  
 فتح سے بدل دیا تا معنی و صنی سے ذہول ہو جائے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جائے جس طرح  
 ہلے تسمیہ صیغہ صفت پر بڑھائی جاتی ہے جیسے ولسوز ولسوزہ ایسوجہ سے جیسے دنیائے  
 ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہیں نظامی کا شعر ہے

اسم اور امر کی ترکیب  
 سے قدر اور اندازہ

صفت مشبہ  
 بوزن اسم مفعول

صفت مشبہ  
 اسم حالیہ کے وزن

نظامی کی کیفیت



شہر جہان خوش ہدان نیست کارے بدست و بزر بخیر و قفلش کنی پائے بست و اور کبھی دو اسموں کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہیں جیسے سرو بالا و گلزار۔ میر خجالت صاحب گل کشتی کا شعر ہے  
 شہر سرو بالا صنمے آمدہ خوش بر سر بامہ از سر صدق بگوئیم ہمہ نام خدا و اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیئت خاص ترکیبی سے کہ مشکلم نے دو کلموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہیں اور درحقیقت یہ ہر دو اسم میں ایسی نسبت رکھتے ہیں کہ اگر ان سے لحاظ افراد اٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی جب کو بیانیہ کہتے ہیں جیسے خورشید چہرہ سرو بالا یا حقیقی جیسے جامہ یار سا۔ سعدی فرماتے ہیں شہر ہر کرا جامہ یار سا  
 یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر بد چاچ کا شعر ہے شہر مہر منو چہر چہر آرش ابرش سپہر پہ چہر فغفور  
 فرحیدر احمد شاعر ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے چور پیشہ سپاس اندیشہ سعدی فرماتے ہیں  
 شہر کند چور پیشہ سلطانی و کہ نیاید ز گرگ چو پانی و یا ترکیب <sup>عطف</sup> اضافی متحقق ہوگی جیسے روسیہ لب خشک  
 زبان دراز سینہ صاف جامی شہر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے و کئی بہ حال لب خشکان نگاہے و  
 اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موسیٰ ثلث لب جیسے۔ ع  
 ماشہ لبانیم توئی آب حیات و یا باہم ظرف و منظور کا علاقہ متحقق ہوگا یعنی ان دونوں اسموں کے درمیان میں بریاد و نکالنا پڑے جیسے اژدہا و دوش اے کیسکہ اژدہا بردوش دار و در حمل اے کیسکہ  
 در دل اور حم ست فردوسی شہر سخا ہم بر گاہ خفاک را و مران اژدہا دوش ناپاک را و اب انہی صیغہا سے  
 صفات کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کی جاتی ہے تا ناظرین لغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہوں  
 اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

صفت مشبہ ترکیب  
 دونوں اسموں سے اگر  
 لحاظ و صفت اٹھا لیا  
 جائے تو تضاد و تشبیہی  
 اضافی کی تشبیہی ہوگی  
 یا حقیقی و دونوں اسموں  
 میں ترکیب اضافی کی صورت  
 صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں  
 کے دونوں اسموں  
 میں ظرف و منظور  
 کا علاقہ ۱۲

|   |                           |
|---|---------------------------|
| گوہر ازین بیش ز کانیکہ زاد  | نادرہ چندین ز زبانیکہ زاد |
| ہر خرفش ز یور معنی ست بین   | گر شناسی لجر است نشین     |
| و ہو ہذا جن دو اسموں کی ترکیب اسنادی سے معنی و صفتی حاصل ہو کر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہیں اس مرکب کو میں صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہوں ان میں مسند مقدم ہو تو اکثری اور مؤخر تو اقلی پھر ہر ایک میں مسند مسند الیہ بلاتا و ایل بنے تو صغری جیسے اکثری میں پاک نظر تو آئین سیرت |                           |

ایک صفت مشبہ ترکیب کا  
 بیان نادرہ و ز پر





فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیأت کے جدی جدی معنوں پر دلالت کرنے سے فعل مفرد  
سے خارج ہو کر مرکبات میں داخل نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ ہیأت اجزائے مترتبہ فی التکلم ولسع نہیں  
ہے صرف مادہ کی تبعیت میں ملحوظ و مسوع ہو جاتی ہے اور مرکب کے لئے لحاظ تبعیت کفایت نہیں کرتا واللہ  
تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کروزید یا عمرو وکنزید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانہ ماضی اور حال مستقبل  
میں پس دلالت فعل کی ان تینوں معنوں کے مجموعہ پر دلالت مطابقی ہوتی اور اس مجموعہ میں نسبت  
فاعل ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اس واسطے کہ وہ آلہ اور واسطہ ارتباط فعل بافاعل  
ہے اور آلات وروابط معنی حرفی غیر مستقل بالمفہومیت ہیں اور ظاہر ہے کہ مجموعہ مرکب میں ایسے جزو کی غلت  
جو معنی حرفی غیر مستقل ہو اس مجموعہ مرکب کو غیر مستقل بنا دیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہیں رہ سکتا پھر معنی فعل  
کا محکوم واقع ہونا محال ہو جائیگا اسی وجہ سے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر مادل  
علی معنی فی نفسہ میں دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہوا کرتا ہے  
تعریف اسم میں مطابقی کی اور تعریف فعل میں تضمنی کی ضمن میں متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی  
کیا معنی کہ یہ محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطابقی کے نہیں پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال اور  
مطابقی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات  
بنجائیں گی یعنی معنی فعل کو اگر نظر اجمالی دیکھا جائے ایک گول مول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر نظر  
تفصیلی ملاحظہ ہوں عقل تو بال کی کھال کھینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزاء نسبت حدث وغیرہ سب کو  
الگ الگ بکھیر کر رکھ دیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نہ رہیں گے چنانچہ میرزا بدر رحمۃ اللہ تعالیٰ شیح  
مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث میں فرماتے ہیں وہکذا ینبغی ان يفهم معنى الفعل  
فان معناه معنى اجمالى مستقل بالمفهومية بحلله العقل الى الحدث والزمان والنسبة  
الوافعال المعین والست تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مادہ حدیث پر  
بیانات اقران پر  
دلائل قرآن پر  
فصل اول پہنچاؤ

[illegible]

تعارف فعل لازم

تعريف فعل لازم  
اعتبار عدد ضمير  
كاف ١٥

سب میں عام ہے جیسے ارشاد قرآنی ہے وَجَاءَتْهُمْ أُمُّ الْيَسْرُونِ اور حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْيَسْرَةُ دیکھئے یہاں ضمیر جمع غائب بلا واسطہ حرف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور شعر در لغ آدم زان ہمہ بولستان تہی دست رفتن سوے دوستان و مصرعہ اول میں ہم تکلم اور مصرعہ ثانی میں سوے دوستان بلا واسطہ رابطہ آمد اور رفتن کے مفعول بہ ہیں اور اردو میں جیسے کہتے ہیں مجھ کو بخار آیا۔ میر تقی کا شعر ہے شہر کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا کہ کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا و متعذری وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زوزید عمر و را تقدیراً جیسے لفظاً کا شعر ہے شہر زمین ناورد تا لگوئی بیار و بیار و ہوا تا لگوئی بیار و اسے نیار و زمین رستنیہارا و نیار و ہوا باران را۔ اب طریقہ اشتقاق ملاحظہ فرمائیے :-

الماضي

لازمہ ذات محمد رنوں کے گرا دینے اور حرف اخیر کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلق الفراء الکامل ماضی کمال کے ساتھ متب کرتے ہیں۔ اگر اسکے اول میں فظی یا ہی یا اخیر میں یاے مجہول زیادہ کیجائے ماضی ناقص حکو متناہی۔ شرطی نا تمام دوامی استمراری کہتے ہیں ظہور پائے جیسے گفت سے می گفت یا ہی گفت یا گفتی مگر حروف متناہی کا اقرار ان جیسے کاش کا شکے و کالج ان ماضیوں کی تنائیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے شعر از خدا قرب تو آن روز کہ می خواست رقیب کا کاش آزادی مانیز متناہی مے کردی فردوسی <sup>۱۲</sup> شعر ندادے مرا کا شکے مادر مے و گردا و مرگ آمدے بر سرمے اور ادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال انکی شرطیت پر دل ہے سعدی شعر نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے کہے بحال خود از دست کس نیا سودے اور ان ہر دو یعنی ادات متناہی و شرط سے خالی رہنا دوایت و استمرار کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی سیاق و سباق کلام قرینہ مقام بخاتا ہے فردوسی شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردہ بود و چو پروردہ بودی شبانم ربودے اسے نہ پروردہ بودے۔ نظامی شعر بدرا انداد <sup>۱۳</sup> مثال متناہی علامت متناہی ۱۲ انچہ داد از نخست و ہمان دادہ را نیز از و باز جست اسے انچہ مے داو یعنی سکندر نے دارا کو نہ دیا <sup>۱۴</sup> مثال استمرار بغیر علامت استمرار ۱۳ جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیے بھی لائی جاتی ہیں جیسے

فعل للزعم كما في  
حرف جازم  
زبان عربي  
زبان فارسي  
زبان اردوين  
تعريف فعل متحد

وطنیہ شوق  
ایمان و فہم  
خفی

یہ علامات بلا قصد و نیت اور اختیار  
محض حسن کلام کے لئے  
بھی لائی جاتی ہیں

فردوسی رح فرماتے ہیں شعر زرومی و مسیری و از بربری و سواران شایسته و لشکری و گزین کردیجہ  
 وہ دودو ہزار و ہمہ رزم جوئے و ہمہ نامدار و زائر شماسان و از موبدان و جہان دیدہ و نامور بخردن  
 ہمہی برو باخویشتن شصت مرد و پڑو ہندہ روزگار نبرد و اسے گزین کرد و باخویشتن برو و کہ اگر خست  
 شاہ بودی کہ من و بیایم بنزدیک این انجن و نمی ماند می زندہ از لشکرت و ہمہی بر سر نیزہ بود سرت  
 مولوی معنوی شعر بچنین در گریہ و در نالہ او پے شمر دی جرم چندین سالہ او و یہاں یا تومی و ہمہی کو  
 زائد ما نین یایاے تختانی کو جس طرح اس شعر میں می اور ہمہی ہر دو جمع ہو گئے ہیں ان میں سے ایک کو  
 زائد ماننا چاہیے۔ مولوی معنوی شعر آن ولی حق چو پیدا شد ز دور و از سر پایش ہی می تخت نور  
 اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر میں ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھہ صیغے پیدا  
 ہوتے ہیں جیسے ان جدولوں سے واضح ہے۔

### جدول تصریف ماضی کامل

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| گفت       | گفتند    | گفتی      | گفتید    | گفتم       | گفتیم     |

### جدول قسم اول تصریف ماضی ناقص

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| می گفت    | می گفتند | می گفتی   | می گفتید | می گفتم    | می گفتیم  |

### جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| گفتے      | گفتندے   | .         | .        | گفتے       | .         |

یہاں چونکہ صیغہ واحد حاضر میں دو یاے مہول کا اجتماع ایک ناموزون ساختھا تو وہ صیغہ بہت  
 کم مستعمل ہوا اور ایسی متابعت سے صیغہ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر  
 کو فصاحت نے اپنے کلام میں بہت کم استعمال کیا جس سے عوام انکو متروک الاستعمال تصور کرنے  
 لگے مگر حقیقت ایسا نہیں جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل ہو بھی جاتے ہیں  
 چنانچہ صیغہ حاضر فردوسی کے اس شعر میں شعر مر اکاش ہرگز نہ پروردیے پو پروردہ بودی  
 (حدوفاٹ سکندر آسمان سے شہرہ کرتے ہیں)

داستان لشکر آری  
 سکندر و جنگ و  
 شاہ داندان کے ہیں  
 دستم کے پیام نجات  
 کی داستان

جہاں سے لفظ  
 بھی کالان اسی معنی  
 کا افادہ کرتا ہے  
 بخوف طوالت موجب  
 ملائت اسکو جابحد  
 میں نہیں بیان کیا  
 ہر

یا جو چاہے  
 ہی نہیں ہے  
 واحد جمع حاضر اور  
 جمع متکلم  
 میں شہرہ کرتے ہیں



نیاز روئے بہ مولوی معنویؒ شہر شاد گشتی ہر کہ رویت دیدیئے بہ دینت ملک جہان از دیدیئے  
 ولہ در نماز استادہ بدر پرورے ریگ بہ ریگ کو نقش بچو شد آب دیگ بہ گتھے سرست برسزہ و گلست  
 یاسوارہ بر براق و دل دلست بہ اسے میگفتی۔ اور صیغہ جمع متکلم جیسے مولانا سے روم کے اس شعر  
 میں شہر پس زمستہا بگفتندے در یغ بہ بر زمین باران بدادیمی چو یغ بہ گتہریدی دران بدادواجہ  
 عدل و انصاف و عبادات و وفا بہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی امر متوقع پر  
 دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت ہم پہنچ جائے کہ اُسکے وقوع متوقعہ میں کسی نوع کا شک باقی  
 نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ یقین الوقوع کو بجائے صیغہ مضارع صیغہ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہیں  
 سعدیؒ شعر گزشت آنچہ در ناصوابی گزشت بہ درین نیز ہم در نیابی گزشت بہ اسے اگر اس باقی عمر  
 نیز بخلت سپاری مثل عمر گزشتہ بگزد بہ مولوی معنویؒ شہر پیش شیخ آمد کہ اسے شیخ وشت بہ یقین  
 دان کہ مرا استاد گشت بہ گربراستاروم دست تہی بہ او مرا بکشد اجازت میدہی بہ اسے یقین دان  
 کہ استاد مرا بکشد الخ۔ فغانی کا شعر ہے شہر تو لے گل بعد ازین باہر کہ می خواہد دلت بنشین بہ کہ من  
 چون لالہ باداغ جفایت زین چمن رفتم بہ دے مے باید و صبرے کہ آرد تاب دیدارش بہ فغانی گروے  
 داری تو باش اینجا کہ من رفتم بہ بس میں فارسی میں ان دو کامل و ناقص ماضیوں کا اور ان تین  
 تصریفوں کا قائل ہوں۔ تصریف تین ہیں ایسے کہ می اور ہی کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔ پس است و  
 بود و شاید و باید و توانست و تواند و توان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل مفرد نہیں رہتا جملہ جملات  
 ہے پھر ان حمل فعلیہ کو بیط صغے ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی متشکی ماضی مع القدرت وغیرہ  
 کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مساحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن میں عرض  
 کروں گا اگرچہ اس میں ایک جمہور قواعد نگاروں کا خلاف ہے مگر خدا داد کے نزدیک جو امر محقق ہو  
 پیش کروینا انصاف ہے۔ خیر یہ حمل فعلیہ ہوں یا فعل مفرد یہاں ایک امر جو بڑے بڑے فاضل  
 انشا پر دازوں کا منزلۃ الاقدام بنا ہوا ہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہوں ذرا توجہ کے ساتھ  
 ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ تو اند اسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں اُسکا فاعل عبارت میں مذکور ہو  
 جیسے قطعہ بندہ ہماں بہ کہ زلفیہ خویش بہ عذر بدر گاہ خدا آورد بہ ورنہ سزاوار خداوندیش بہ  
 کس نتواند کہ بجا آورد بہ اس میں لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے ہر خلاف توان کے کہ اسکی

صیغہ ماضی کو بجا  
 مضارع لائے ہیں  
 بہت

است و بود و شاید و  
 باید و توان و توانست  
 کی ترکیب سے وہ  
 امر جو بڑے بڑے فاضل  
 انشا پر دازوں کا منزلۃ  
 الاقدام بنا ہوا ہے  
 واجب العرض ہے



فاعل کا عدم ذکر واجب ہے جیسے شعر توان در بلاغت سبحان رسید نہ در کنتہ چون سبحان رسید  
بعض وقت اسکے مفعول کو جو محال بالمصدر صورت میں ماضی کی ہوا کرتا ہے حذف کرتے ہیں فردوسی  
شعر کے آنکہ از نادران گوان بہ سپرن بہت تو این کے توان نہ اسکے توان کرد۔ اس کے فاعل کا عدم ذکر اسوجہ  
سے واجب ہے کہ یہ لفظ توان در اصل صیغہ جمع غائب تو اند کا مخفف ہے اور صیغہ ہائے جمع غائب بجا  
جہول مستعمل ہو کرتے ہیں جیسے اس شعر میں سعدی شعر چو دارند گنج از سپاہی در لیغ و در لیغ آیدش  
دست بردن بہ تیغ یعنی سپاہی سے خزانہ در لیغ لکھا جائے الخ ظہوری شعر خبر از راز نہانیش دادند  
سواد خط پیشانیش دادند ولہ گرا کسیر سرور و سرور سازند و ز خاک پاکب بجا پور سازند یعنی مروج  
کو اسرار نہانی کی خبر دی گئی ہے الخ اگر سرور و سرور کے لئے کسیر بنائی جائے بجا پور کی خاک سے  
بنائی جائے سعدی شعر مشو تا توانی ز رحمت برمی کہ رحمت برنت چو رحمت بری و اسی طرح  
آغاز حکایات میں اکثر مستعمل ہے جیسے بوستان میں ہے شعر حکایت کنند از جفا گسترے کہ فرما بجا  
داشت بر کشورے و چنانچہ غزنی میں حُکلی ان کے ساتھ حکایت شروع کرتے ہیں مدخل ان  
یعنی تمام حکایت تاویل میں مفرد کی ہو کر فعل مجہول حُکلی کا مفعول مالم یسئی فاعلہ بنجاتا ہے۔ یہ امر  
کچھ فارسی کی خصوصیات سے نہیں ہے اردو میں بھی یہی بات ہے آغاز حکایات میں جیسے  
کہتے ہیں کہ کسی شہر میں کوئی بادشاہ تھا "یہاں بھی مدخل کہ یعنی تمام حکایت تاویل میں مفرد کے  
ہو کر حکایت کنند اور کہتے ہیں کا مفعول مالم یسئی فاعلہ ہے۔ مترجم شمشیر خانی صاحب سرور سلطانی  
خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں نشر اور ذوالقرنین جو لقب ہوا اسکی کئی وجہیں لکھی ہیں اور ممکن ہے  
کہ ان افعال سے جیسے حکایت کنند سے حکایت کنندگان اور دارند گنج از سپاہی در لیغ سے در لیغ  
دارندگان مفہوم ہوتا ہے انکی جانب یہ جمع کی ضمیر (جو فاعل اس فعل کی ہے) راجع ہو۔ اور یہی  
تاویل صیغہ مفرد معلوم محذوف الفاعل میں کیجاتی ہے چنانچہ میر اسن دہلوی باغ و بہار کی آغاز و تہا  
میں اسی تاویل کی مطابقت کی ہے جہاں لکھا ہے "کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک  
میں الخ" جیسے آفرید مولوی معنوی کے اس شعر میں شعر زندہ شد او چون پیمبر را بدید و گویا اندم  
مرا و آفرید و غرض اگر صیغہ جمع غائب تو اند بلا تخفیف سالم مذکور ہو تو اسکے فاعل کو ذکر کرنا اور حذف  
دونوں امر متساوی ہیں در صورت حذف وہی دو تاویلین یا بمنزلہ مجہول قرار دین یا اس فعل سے

فہرست الاسماء کی تحقیق ۱۱  
صغیر حسن بن علی  
کتابہ جامعہ اسلامیہ  
اسلام آباد

[illegible]



غائب ہو یا حاضر یا مستحکم اس میں یہی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل  
مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامی شہر چین واد فرمان بہ سالار بارہ کہ باماندرد کس امر و کارہ ولہ  
بفرمودتازین برابرش نہند ولہ فسوں نامہ ژندراتر کسندہ وگر نہ بزند ان دفتر کسندہ  
حاضر جیسے فردوسی پیران کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں شہر گزیشان دہی تابوران شونہ  
برایشان نہ ساز سی بکینہ گزندہ اسے ایشان رارہ بدہ تابوران روندان پھر اگر کاف اور تاہ مصدری  
ان پر آتا ہے تو ان صیغوں کو مصدر بنا کر تاویل میں مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر  
میں علامت حاضر یاے تختانی کا حذف کرنا تخفیفاً کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ ادا  
میں اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شے  
کی احتیاج اس کثرت کو پہنچے اس میں تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ فرم مخفی  
مضارع عنی متعل ہونا ہمارے اس دعوے کا مؤید اور ان معنوں کے باہم مشترک ہونے کی قوی دلیل  
ہو سکتی ہے۔ قہرمان قلم و سخن خاقانی کا شعر ہے شہر دانی چہ کن بہنا خوش و خوش کم کن آرزو ہر سرخ  
دش ز ناکس دس گم کن آشیان ہ اسے دانی چہ کنی الم فردوسی کا شعر میان دو صف شہیدہ اور ابیدہ  
یکے با دوسرے جگہ بر کشیدہ بد گفت پور سیاوش توئی ہ خردمند و بیدار و خامش توئی ہ اگر جنگ جوئی  
ز پیش سپاہ ہ برودور بگدین یکے جاگاہ ہ کز ایران و توران نہ بیند کس ہ نخواستہ یاران فریاد  
چنین داد پاسخ بدو شہر یار ہ کہ اسے شیر درندہ کا زار ہ ز پیش پدر چون بیارستی ہ ز لشکر نبرد مرا خوشی  
مرا خوشی کس نبودی روا ہ کہ پشت فرستادے مناسرا ہ کنون آرزو کن یکے ز مرگاہ ہ کہ باشد  
بدور از میان سپاہ ہ اے کنون آرزو مے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دو ہی میں ہیکا اسو اسطے  
کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب صیغہ امر مخاطب میں ترخیم کا  
اس درجہ رواج ہو گیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر میں  
صیغہ مضارع کا اس قدر اشتراک متحقق ہو گیا بلا تکلف میں کہہ سکتا ہوں کہ الف والے دعائیہ صیغے  
بھی امر وہی کے صیغے ہیں چنانچہ انکی نفی کے لیے بھی میم لائی جاتی ہے اسو اسطے کہ مزید و مرخم  
یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونوں کی نفی پر بخلاف اور صیغوں کے میم لاتے ہیں ورنہ اصل  
میں کلمہ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس میں نہ زیادتی ہونہ کمی پس یہ مزید و مرخم

امروا حاضرین علامت حاضر  
یاے تختانی کے حذف کی وجہ

اسی صیغہ فرم مخفی  
دانی کا بقیہ مضارع  
عنی استعمال  
موند الخ اسو اسطے کہ  
معلوم ہوا کہ امر کے لیے  
کئی خاص صورت سیکر  
صوت مضارع کے نہیں اور  
ضمیر حاضر میں ہر  
شے کے لیے ہر صیغہ  
میں یکساں ہے  
یہ صیغہ ہر  
انصاف یا کہ صیغہ کے  
بہتر و چوکی زبان میں

کہ الف والے  
صیغہ ہر  
نہی اور علامت  
والے صیغوں پر  
نفی کے لیے میم  
لائی جاتی ہے

خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہیں ہو سوا  
 کہ نفی کے لئے فارسی میں مصادر اور سائر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے کیا معنی کہ جب تک یصیغہ اپنی  
 اصلیت پر بلا ترخیم و زیادت رہیگا اُس پر نفی کے لئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدی کا شعر ہے شعر  
 معشوق ہزار دوست را دل نہ ہی + اسے دل مدہ - نظامی فرماتے ہیں شعر چنان بہ کہ با او مدارا کنید +  
 بیایید و عذر آشکارا کنید + نباید کہ آن آتش آید تباہ + کہ تشنید آنگہ بد ریایے آب + اسے سباد کہ  
 آن آتش الخ و لہ سکندر شہ ہفت کشور نامند + نہ نامد کہے چون سکندر نامند + اسے غناد ہیچ کس الخ - اسی  
 طرح جب نفی و منفی کے بیچ میں فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر تو خون سر شہر یاران  
 مرید نہ از گاہ در غار بے بن گریز + اسے مگر نیز جانتا چاہئے کہ صیغہ ہائے نہی مخرم و مغریر پر جو در حقیقت  
 امر منفی ہیں بخلات اور منفی صیغوں کے میم اس لئے لاحق کرتے ہیں کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ  
 یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونوں معنوں  
 کے ادا کرنے کے لئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت میں نون اور بے کے ہے جو حرف نفی  
 و اثبات ہیں - البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زمی میں میم کے آتے ہیں  
 اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا ہرگز حاصل ہو نہیں سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک  
 مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہوں چونکہ فعل میں حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن  
 معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہیں پس در صورت  
 اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیش قدمی کرنے کے لئے اس قدر حقیقت بس ہے اور یہ  
 بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روئے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے  
 نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے یہ معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت  
 منفی ہے اور منفی میں نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لا بدی امر ہے تو نون نے پر مقدم ہوا اور پھر  
 قوت میں میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع  
 پڑ جاتے ہیں تو انہیں متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہیں جلال اسیر شعر از طاقت من  
 رنجش بجانہ بپرسی + شاید کہ بگویم تو محمدانہ بپرسی + نظامی شعر میان دو پر کار بنشت شاہ +  
 درین دوران کردنیکو نگاہ + نہ بشناخت از یکدگر باز شان + نہ پے بروہ بر پردہ راز شان +

اور غلطی نہ ہو  
 زیادتی نہ ہو  
 کے لئے نون ہی  
 لایا جائے گا

اگر سب نفی اور منفی کے  
 فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسی کا  
 شعر تو خون سر شہر یاران

مرید نہ از گاہ در غار بے بن گریز

اسے مگر نیز جانتا چاہئے کہ  
 صیغہ ہائے نہی مخرم و مغریر پر جو در حقیقت

امر منفی ہیں بخلات اور منفی صیغوں کے  
 میم اس لئے لاحق کرتے ہیں کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ

یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونوں معنوں

کے ادا کرنے کے لئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت میں نون اور بے کے ہے جو حرف نفی

و اثبات ہیں - البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زمی میں میم کے آتے ہیں

اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا ہرگز حاصل ہو نہیں سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک

مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہوں چونکہ فعل میں حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن

معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہیں پس در صورت

اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیش قدمی کرنے کے لئے اس قدر حقیقت بس ہے اور یہ

بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روئے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے

نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے یہ معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت

منفی ہے اور منفی میں نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لا بدی امر ہے تو نون نے پر مقدم ہوا اور پھر

قوت میں میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع

پڑ جاتے ہیں تو انہیں متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہیں جلال اسیر شعر از طاقت من

رنجش بجانہ بپرسی + شاید کہ بگویم تو محمدانہ بپرسی + نظامی شعر میان دو پر کار بنشت شاہ +

درین دوران کردنیکو نگاہ + نہ بشناخت از یکدگر باز شان + نہ پے بروہ بر پردہ راز شان +





مطلق صیغہ واحد پر وال ہو جاتا ہے اور جمع کے لئے علامت ند وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیے  
 اصول جبریہ میں جب حروف معدودہ سے خالی ہوں واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز  
 ہوں پھر تعین عدد اور انکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسئلہ  $ب + ب + ب = ۳ ب$   
 ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصل بہر کثرت ہے کیا معنی کہ  
 اسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزائش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت  
 سے ملے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا  
 تو اداة مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجز بنجانے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات سمجھ جائیں  
 کہ اب میم نہی پر (چونکہ وہ در حقیقت نون نفی اور باے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک باے زائدہ  
 لانا جائز نہیں کس واسطے کہ وہ میم نہی ایک حرف جداگانہ اور نہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ  
 امر نفی تو اب اس نظر اجمالی نے اسپر باے زائدہ کا لانا جائز کر دیا فرخی کا شعر ہے شعر آئین مدوہر  
 تو داری و تو دانی پ آئین مدوہر نگہدار و بگزار پ فوقی یزدی شعر بیازا ہد ترک سالوس کن پ  
 ریا را بنر بخیر مجوس کن پ در نہ مکن آشنائی بس پ مفروش زہد ریائی بس پ مگر استعمال اس میم کا  
 جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جاتا ہو ورنہ وہی نون نافیہ با نام مخفی  
 متمم یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق وانا بہار فرزانہ نے در صورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر  
 اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہاے مخفی جو منظر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند  
 گردانا ہے حکیم سنائی شعر بر سر جو تو شد دین سن دد تین من پ کہ تم شب پوش و قبا بادت و مہ  
 زین و فرس پ ناصر خسرو شعر بر راہ امام خود بھی ناز و پ اور امناس و تمہ اماش را پ خاقانی مصرع  
 جو صرع آیتخت با عقلی تمہ سر باد و تمہ دستارش پ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی  
 ہے البتہ کسی استاد اہل زبان کے ماوہ تاریخ میں یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ  
 شانہ اعلم بالصواب فعولن پر بجا ہے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی شعر  
 در انجائے کاندیشہ نا دید جائے پ در واز محمد قبول از خدائے پ خواجہ حافظ شعر ہرگز نہ شامل تو  
 سروے پ نارسہ زبستان شاہی پ آوریہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مناسبت جواب بمطابق  
 جنسی مضارع غیر دعائیہ میں الف کو محض زائد بھی لے آتے ہیں جیسے لفظ باد نظامی کے اس شعر میں

واحد کے فرد کامل ہونے پر  
دوسری دلیل

ایک ہی صیغہ پر زائدہ لانا  
مفسرین کے نزدیک جائز ہے  
بلکہ زائدہ لانا کثرت  
سے جائز ہوا

اگر کسی اور نے اسے فعل متصل  
واقع ہو پھر بجا ہے تو نون  
نافیہ باے میم لایا جائے گا۔

صاحب جامع اردو  
در صورت فصل  
بھی میم ہی کو نون  
نفی

افعال پر بجا ہے نون نافیہ  
الفاظ کے ساتھ نا کہ یہی الفاظ

مضارع دعائیہ میں الف  
محض زائدہ لایا جائیگا







مفعول بہ ہے اور یہی حال تو ان اور تو اند کی ترکیب کا ہے چنانچہ ان کے جز ثانی کی مصدریت ان اشارے بالتصریح واضح ہے۔ سعدی شاعر و خواہند بودن بمشتر فریق + ندائم کد امان و ہندم طریق + خزین شھر گر عند لیب خامہ ات ترک نو اگو ید خزین + گلشن بھر خان چمن میت الحزن خواہد شدن + تو ان اور تو اند جیسے سعدی ہر کا شعر ہے شعر نہ ہر جامی مرکب تو ان تاختن + کہ جا ما سپر باید آنداختن + خزین شھر تو بچھر از قصوری ادراک خودی + موجود نہان نمی تو اند بودن + واضح ہو کہ تو اند اور خواہد اور آن کے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تو اند کرد میں تو انائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل ہیں اسی خواہ مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہیم کرد۔ اس طرح باید و شاید و است و بود و باشد کو مع ان کے اسم و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیرہ نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جدے جدے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ ان صیغہ دو معنی دار و یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کردن تعبیر تو ان نمود پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامحت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست۔ یافت خواہی ہر انچہ خواہی خواست + اے بیابی ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہولے آنا مستلزم وہ ہے پھر تفہیم امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیست خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیست کی تعین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشن گم ست کراہبری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہم کو بیان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

ہوتی اور اس کی ترکیب کا جو  
 فوائد اور خواہد  
 اور اس کے بعد  
 ہوتی ہے جو کہ  
 متعلقہ اصولوں کی  
 اور اس کے بعد  
 ہوتی ہے جو کہ  
 متعلقہ اصولوں کی  
 اور اس کے بعد  
 ہوتی ہے جو کہ  
 متعلقہ اصولوں کی

پہلے بیان شدہ  
خواہ مخواہ  
الاستیقام  
سبحان  
تو وہ  
تعیین  
کر سکتا۔

اسکا جواب

و ابہام بہاری تفہیم میں حرج انداز نہ ہوگا کس واسطے کہ خواہد خواستن سے (جو معنی ارادہ کرنے کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبال ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو آپسکے بعد مذکور ہوگا انکا وقوع بعد اس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی و حال و مستقبل زمانے کے ٹکڑے اور حصے ہیں اور کہا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو عرض کرتا ہوں کہ تقدم ارادہ کی تمیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضمر نہیں کیا سنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقوں سے غافل ہیں اس وقت یہ شعر سعدی کا بلا تکلف تاویل درست ہو جاتا ہے شعر خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہنچا نہیں چاہتا معہذا ماضی و حال و مستقبل از قسم مفرد ہیں کہ نوع کلمہ سے ہیں اور یہ است و بود و باشد و باید و شاید و توانست و تواند و خواست و خواهد وغیرہ کی ترکیب سے جل فعلیہ بنتے ہیں جو نوع کلام سے ہیں اس واسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہیں وہ خود فعل ہیں اگر وہ لازم ہیں تو بعد انکے صورت ماضی میں جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے ہائیت کرد و باید کرد و شائیت کرد و شاید کرد۔ اگر متعدی ہیں تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد و تواند کرد و خواست کرد و خواهد کرد۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلا تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کان مصدر یہ نہیں لاتے مگر جب ہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہیں متعل تھا تو اسپر کان مصدر یہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدی کا شعر ہے شعر جو خواہد کہ ویران کند حالے نہد ملک و رنجہ ظالمے یعنی اگر خداوند جل و علا عالم را ویران کردن خواہد ملک را و رنجہ ظالم می نہد یہاں بھی کند تاویل میں مفرد یعنی مصدر کے ہو کر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر خواہد کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہیں کہا جاتا اس طرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اس طرح است و بود و باشد کس واسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہیں اور افعال ناقصہ اسم و خبر کو چاہتے ہیں تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے قبل مذکور ہے وہ انکی خبر جیسے کردہ است و کردہ بود و کردہ باشد بخلاف می او بھی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال کی علامتیں ہیں اپنی استقلالی اور افرادی حالت میں ان سے کوئی معنی مفہوم نہیں ہوتے

تو سر اسٹیکر استقبال زمانی کی ایک قسم تقدم کیلئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔ اسکا جواب

است و بود و باشد و شاید و باید و تواند و خواہد کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے

یہی خواہد مضارع ہوتا ہے اور مضارع تاویل میں مصدر ہو کر انکا مفعول بہ ہوتا ہے کوئی مستقل فعل نہیں ہوتا ہے بلکہ اسکی تائید ہوتی ہے

قی ادھی علامت کیسے بن سکتے ہیں

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے منکر نوع کلام میں داخل نہ ہوگا۔ کبھی اس ترکیب میں فصل واقع ہوتا ہے سعدی رح کا شعر ہے شعر دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد و خواہند از جهان میش از کفن بردہ۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامی رح شعر ندانم کہ پرورد خواہد ترا کہ امی دودہ خورد و خواہد ترا و لہ درین باغ رنگین چو کبک و تدرود نہ گل در چمن ماند و خواہد نہ مرد اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسی رح فرماتے ہیں ع بدل سوزگی جان ہی رفت خواست و اے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور خواست رفت کو ایک صیغہ نہیں کہتے خواہد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے و اللہ تعالیٰ اعلم صیغہ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لئے بجائے صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلاً شکلم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت میں حال ماضی بیان کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اس طرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے اور آئندہ بھی کر سکتا ہے سعدی رح شعر گلستان کند آتش بر خلیل و گر وہے بآتش برد ز آب نیل و چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی میں ادا کیا جاتا ہے یعنی یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی میں ہوا نہ اب نہ آئندہ کبھی ہو سکے سعدی رح شعر کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز و برب آب شور گرد آئند چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدی رح کے اس شعر سے واضح ہے شعر در اقبال تائید بویگر سعدی رح کہ مادر تزیاید چنوقبل و بعد و یعنی چون اون ترا دکی جگہ تزیاید مستعمل ہے لفظ قبل و بعد کا اسی نکتہ کے اظہار اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یا و مجہول کبھی حسن کلام کے لئے محض زائد آتا ہے کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لئے جسطرح ماضی میں فردوسی رح کا شعر ہے شعر <sup>اول</sup> <sup>۳۳</sup> کہ گوئی <sup>۳۴</sup> <sup>۳۵</sup> <sup>۳۶</sup> <sup>۳۷</sup> <sup>۳۸</sup> <sup>۳۹</sup> <sup>۴۰</sup> <sup>۴۱</sup> <sup>۴۲</sup> <sup>۴۳</sup> <sup>۴۴</sup> <sup>۴۵</sup> <sup>۴۶</sup> <sup>۴۷</sup> <sup>۴۸</sup> <sup>۴۹</sup> <sup>۵۰</sup> <sup>۵۱</sup> <sup>۵۲</sup> <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup> <sup>۱۰۱</sup> <sup>۱۰۲</sup> <sup>۱۰۳</sup> <sup>۱۰۴</sup> <sup>۱۰۵</sup> <sup>۱۰۶</sup> <sup>۱۰۷</sup> <sup>۱۰۸</sup> <sup>۱۰۹</sup> <sup>۱۱۰</sup> <sup>۱۱۱</sup> <sup>۱۱۲</sup> <sup>۱۱۳</sup> <sup>۱۱۴</sup> <sup>۱۱۵</sup> <sup>۱۱۶</sup> <sup>۱۱۷</sup> <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup> <sup>۱۲۰</sup> <sup>۱۲۱</sup> <sup>۱۲۲</sup> <sup>۱۲۳</sup> <sup>۱۲۴</sup> <sup>۱۲۵</sup> <sup>۱۲۶</sup> <sup>۱۲۷</sup> <sup>۱۲۸</sup> <sup>۱۲۹</sup> <sup>۱۳۰</sup> <sup>۱۳۱</sup> <sup>۱۳۲</sup> <sup>۱۳۳</sup> <sup>۱۳۴</sup> <sup>۱۳۵</sup> <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup> <sup>۹۹۸</sup> <sup>۹۹۹</sup> <sup>۱۰۰۰</sup>

فصل ہی ہوتا ہے ترکیب میں  
اور یہ ترکیب کو  
بھی ہوجاتی ہے  
کی ترکیب میں  
نقارہ نو ہوجاتی ہے  
کا ہوتا ہے

صیغہ مضارع کا  
بجائے ماضی  
استعمال کی نکتہ  
کی غرض یہ ہوتی ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع میں بھی لاتے ہیں فردوسی کا شعر ہے <sup>۲۶۳</sup>شعر گرایز و مین بر  
 بہنشا پیرا پتن رزم جویم نفر ساید <sup>۲۶۴</sup>و لہ پرزادہ یاسا و خشیاب کہ دل را بہرت ہی خشیاب  
<sup>۲۶۵</sup>ولہ من اکنون زہر سو فراوان سوار پ فرستم ہمہ درخور کارزار پ زبیرن مگر آگہی یا با پادین  
 کار ہشیار بشتا باہ اور اسطرح صیغہ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہیں فردوسی کا شعر ہے <sup>۲۶۶</sup>شعر  
 خرومند شاہی دن کہ ترا تو خود چشم و دل باز کن بنگراہ اور مضارع کے اخیر میں ضمائر مرفوعہ  
 متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہیں جیسے جدول مزیلہ سے واضح ہے

### جدول تصرف مضارع

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| گوید      | گویند    | گوئی      | گوئید    | گویم       | گوئیم     |

### جدول تصرف حال

| واحد غائب | جمع غائب | واحد حاضر | جمع حاضر | واحد متکلم | جمع متکلم |
|-----------|----------|-----------|----------|------------|-----------|
| می گوید   | می گویند | می گوئی   | می گوئید | می گویم    | می گوئیم  |

یہ بھی سن لیجئے کہ فارسی میں مصدر سے امر کے اشتقاق کر نیکا طریقہ نہایت پریشان قانون کلی  
 کے احاطہ میں قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ میں داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور  
 میں اول سے کابل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہوں اسپران پریشانیوں اور آلام کا تمام  
 بس اس سے میر اول و دماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر نلال سے ہم سب بالکل  
 نے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ غنایات وہ وہ ناز برداریاں کیں کہ سب  
 غم بھلا دیئے گویا ہمارے لئے رہنمائی قسمت نے صحرا سے نئے آب و ہلف سے ایک دو حہ پر پھر اور  
 شجر بار ورتک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ ایسکے ہوا دار روح افزا سایہ میں اُسکے ترسیوے  
 اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچان چکھٹا دٹ کی تند باد اور مرگ  
 مفاجات کے جھکڑ نے اُسکو چڑ سے اکھاڑ پھینکا انا للہ وانا الیہ راجعون جوش غم میں یہ  
 چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

صیغہ امر حاضر  
 پر بھی الف زائد  
 لایا جاتا ہے

۱۱ ہمارے نذرانہ ہر زندہ ام یا بہا  
 ۱۲ ہمارے نذرانہ ہر زندہ ام یا بہا

چو آن سایہ از فرق من شد جدا      نذرانم ہر زندہ ام یا بہا



|                               |                             |
|-------------------------------|-----------------------------|
| نہ کس غمگسار و نہ یار مٹی رست | بدین بیکسیم سبادا کے        |
| کر اعنم کہ آئے غم من خورد     | بدرد و لم دل بدرد آورد      |
| بد لسوز گیم نشیند وے          | ز رخ گرد و از چشم چیدنے     |
| فر و رفت بر پیم ز محنت بگل    | نہ بینم کسے را بمن رود دل   |
| بہ محنت بریند نامم مگر        | بدل خورد و غم کس نسوزد جگر  |
| بزخم جگر کس نہ مرہم نہند      | برو می ار دو دل نہ کس دل بہ |

اب آفتاب قیامت کی خار گداز پیش ہے اور ہم سایہ پروردگار کا دماغ ضعیف علاوہ برین دوستوں کی ناچاقیان و شکامی ناحق کی نا اتفاقیان اُسپر طرہ یہ کہ مجھ جیسا ضعیف القلب پست بہت خاندان کا سر پرست بنایا جانا اور مجھ کو بدحواس بنا دیا میرے مصائب اور پر گندہ خاطر می کو دو بالا کر دیا حضرت من بادل العظیم اگر آپ کی آزدگی کا خوف اور ماتھ پکڑے کی لاج یعنی قلم اٹھانے کی شرم نہ ہوتی میں بھول کر ایک حرف کے لکھنے کا نام نہ لیتا اور جو کچھ لکھ رہا ہوں معلوم نہیں کیا لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسکو عام قبولیت عطا فرمائے اور آپ کے بھی پسند آجائے آمین آمین اللہم آمین بطیف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ شعر

چہ میگفتم و در چہ پرداختم نہ کجا بود اشہب کجا تا ختم ہو واضح ہو کہ مضارع جیسے وہ معنی حال اور استقبال میں مشترک ہے معنی امر کے لئے بھی مشترک ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مضارع صیغہ امر کے لئے اصل ہے۔ جس طرح لغز کو نکتہ سنج اسد اسد خان غالب پنج آہنگ میں نکتہ سرائین مضارع در گر ان مایگی پاسے کم از مصدر نیار و ہجوں مصدر و جواب ذاتی دارد و خود منشاء پیدائی فراوان افعال است و آخر ہر مضارع جز وال نیست چون کند و گوید۔ اور پھر فرماتے ہیں "امر از مضارع میزاید قاعدہ آن براگندن وال است و پس چون کن از کند و گوئی از گوید" اور یہ بھی کہہ نہیں سکتا کہ اسکا عکس ہے یعنی امر حاضر کو اصل قرار دیا جائے اور اسی امر کے اخیر میں وال ساکن ماقبل مفتوح کے الحاق سے مضارع بنایا جائے اس واسطے کہ یہاں دونوں تقدیر پر آنکھ بند کیئے بلار عایت غیبت و حضور و تکلم غائب سے حاضر اور حاضر سے غائب بنالیا گیا چاہیئے تھا کہ اگر ایسا بنایا بھی جاتا غائب غائب سے حاضر حاضر سے شکلم شکلم سے بنایا جاتا

یاری دل  
در مشکلات براس  
یاری رسندہ بہار  
دو دل یکے ندیدن  
بودے ملقت و ستو  
ندیدن مصطلحات  
نہ نام انوار کے  
بہر سبب برین ہم عمرہ آن  
چہ بتلے یوں ہم عزت  
کہ اگر قابل نام طغیاری  
نہونی و ذری بر عقل  
بہر سبب کوئی و ذری از گند  
و گشت و غیرہ ہم دون  
گزاندہ مصطلحات  
نہ نسوزد و جگر از جگر  
بہر سبب کوئی بلایع از  
آوردن بہار

خاندان غالب  
مضارع اصل امر  
و غیرہ مضارع  
سبب قرار دینے میں

یہ امر کے مضارع  
اصل امر ہے  
سبب امر حاضر  
اس انکار کی وجہ

ہاں ایک اور بات یہاں کہہ سکتے ہیں مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقا علامت مضارع نہ کہیں اور ہے بھی یوں ہی کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لمحق ضمائر کے وقت کس لئے ثابت نہ رہی پھر تو یہ علامت علامت نہ ہوئی یعنی لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہو گئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ وال ساکن ماقبل مفتوح یا ہی حاضر و مہم شکم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنی مطلق مضارع جو لا بشرط شے کے درجہ میں ہے وہ یہی امر حاضر مستعمل کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج میں وجود نہیں رکھتا کسی نہ کسی فرد میں غائب ہو یا حاضر یا شکم اسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغہ امر حاضر مستعمل مشہور اور مطلق مضارع میں اتنا فرق ہے کہ امر حاضر میں ضمیر خطاب یا ہی معروف مخدوف منوسی ہے یعنی وہ یا خطاب یا اگرچہ مفلوظ نہیں مگر نیت اور لحاظ میں اسکا اعتبار ضرور ہے کس واسطے کہ وہ مرخم ہو بخلاف مطلق مضارع کے کہ وہاں ان میں سے کسی شے کا اعتبار نہیں چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق مضارع کی زمی میں آتا ہے جیسے شعر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو الخ جیسے پہلے مذکور ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو ان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداء مخدوف الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسبوجہ سے اسکا حصول تو اتند سے (جو صیغہ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا اس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کہ کوئی نقصان نہیں پہونچتا کسواسطے کہ افراد و جمع اسی طرح غیبت و حضور و تکلم اسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کر نیسے حاصل ہوتی ہیں اگر اب ان علامات کو اس پر سے اٹھا دیوں پھر وہی اطلاقی حالت باقی رہ جائیگی اسبوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو وہ غائب کے موضع میں مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی کا شعر ہے شعر تو ان در بلاغت سبحان رسیدہ نہ ورنہ بیچون سبحان رسیدہ کبھی حاضر کے جیسے ولہ میر تابری ہی اسی حسود کا میں رنجیست ہذا کلاز او جزم برگ نتوان رست کبھی شکم کے جیسے ولہ چہ کم باکہ تو ان گفت کہ او ہذا کنار من و من مجرم سپ طرح انکی جمع۔ حافظہ کا شعر ہے شعر این حال عجب باکہ تو ان گفت کہ ماہ بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم غرض صیغہ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چہ صیغہ نکرے ساتھ اسکا تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغہ جمع غائب اور یہ تو ان بمنزلہ صیغہ مجهول یعنی مخدوف الفاعل

امر و مضارع کے لئے  
اصل کو کسی چیز کے  
وال ساکن  
باقبل مفتوح علامت  
مضارع مطلقا  
ہو نہیں سکتی

صیغہ امر حاضر مستعمل  
مطلق مضارع کا الیہ

باعتبار اس تحقیق کے تو ان کو  
مطلق مضارع کہہ سکتے ہیں

تو ان کو تو ان سے کہہ سکتے ہیں  
کیونکہ اسی اطلاقی  
حیثیت میں نقصان  
نہیں واقع ہوتا

چونکہ تو ان مطلق ہے  
اسکی افراد غائب ہونے  
موضع میں مستعمل  
ہوتا ہے

تو ان کو صیغہ جمع غائب  
توان کہہ سکتے ہیں

مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال میں جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سیال سے فاعل کا حذف و ذکر و نون امر جائز ہیں حذف جیسے نظامی در شہر سرسیر و سرابردہ و تاج و تخت و نچند آنکہ آزا توان سخت و فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخففہ تو ان میں حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لیے اس قدر مناسبیت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت میں رکھنے میں (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لیے جب مستحق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لیے بھی بالضرورت وہ اثبات یا نفی مستحق ہو جائیگی تو اب جز بجز نتوان رست اور نتوانی رست اور باکہ نتوان گفت کہ اولیٰ اور باکہ نتوانم گفت کہ اولیٰ کا ایک مفاد ہوگا اسو اسطے کہ جب کوئی بھی چہوت نہیں بکتا کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی نامکن ہوگا اسو اسطے کہ یہ دونوں اسی کوئی کے افراد میں سے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ نتوان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالوں میں ابو طالب کلیم شہر کز اقبال ثانی صاحب قرآن و شکارے چنین صید وحشی نتوان + اسی نتوان کرد۔ ظہوری شہر مرگ یا وصال سخن خم میکم و زین بیش بافراق مدارا نمی نتوان + اسی نمی نتوان کرد اگر مذکور ہو یا تو یہ مقدم ہوگا یا موخر پھر یہ دو حال سے خالی نہیں یا حاصل بالمصدر یعنی مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے نتوان کرد و نتوان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر تا بود کہ دست در کر او نتوان زدن + در خون دل شمشہ چو یاقوت احمدیم + اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہیں مصرعہ تو انم آنکہ نیازم اندرون کے + لے نیازا ردن دل کے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازم اندرون کے بوجہ کاف مصدر یہ تاویل میں مصدر یعنی مفرد کے ہو کر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور نتوان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونوں حذف جمع پڑ جاتے ہیں جیسے نتوان برخیزم بجائے تو انم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر میں شعر زاہد از پائے خم بادہ چسان برخیزم + من نیفتادہ ام انسان کہ نتوان برخیزم + کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بارہ بدل نہ کہ نتوان برخیزم + اسکا حاصل تو انم برخاست پڑ جا ٹھہرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب +

ط  
جیسے نیک و ظلم کا  
فائدہ

توان کو مطلق نہ کہی  
اس کو غیر متکلم  
و تکلم کو حضور  
لیکھا جاتا ہے

توان کا مفعول  
کبھی محذوف ہوتا ہے

توان کا مفعول  
توان کرنا تو ان  
حال میں

توان کا مفعول  
کبھی مفرد ہوتا ہے

کبھی جملہ مصدر  
بجائے ہوتا ہے

کبھی اس جملہ  
کاف مصدری  
حذف کیا جاتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجئے غرض مصدر سے اُس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اس واسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون میں سے کسی نہ کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہیں۔ ا۔ خ۔ ز۔ ر۔ س۔ ش۔ ث۔ م۔ ن۔ و۔ ت۔ جن کے مجموعہ کو ان جملوں پر ترکیب دے سکتے ہیں میزان خوش فرس و می از سخن فردا و از سخنم شرف دے و شرفم از سخن وے و فراز سخن شویم و سخن شانی و وزم و شرف آموزی سخن و از سفر خوش نیم و ازین سفر خوشم و ز سفر خوش مانی و ناز فرخ سیم و ش و خوش شازین فرسم و خوش شرف نازیم و از سر خفیم شنو و سیف را خوش فرم و سیف مرا خوش زن و خون ریز سام فش و زمی فنا سر خوشم اور اسید طرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہاں اُس اشتقاق کی بحث میں وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔

## باب الالف

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط۔ اثبات یعنی بعد حذف علامت مصدر جو بنائے امر کے لئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت میں ہو اُسی ہیأت و صورت پر ثابت رکھنے اور اُس میں کسی نوع کا تصرف نہ کرنے کو ہم اثبات کہتے ہیں۔ جیسے کشادن سے کشا و کشائی۔ زادن سے زاونامی۔ جانا چاہیے کہ جو کلمات کہ الف اور واو مدہ پر ختم ہوتے ہیں بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور اور بعد انحال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہیں سمجھا جاتا پس یہاں بھی یا کے ساتھ اور بغیر یا دونوں طرح استعمال جائز ہے اول جیسے شہر بکشا می تیر فرکان دہریر خون حافظہ کہ چنان کشدہ را کشد کس انتقامی ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی شہر بکشا مین فتنہ بانگیر غمزہ در تاز رخس ناز سے و شبیر غمزہ اور جب انکے اخیر میں ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہیں تو صرف تحمل حرکت کے لئے اس یا کا دخل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم و کشاندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق میں ضروری نہیں ہے اصل قاعدہ کے زیادات میں اسکو شمار نہیں کیا۔ دوسرا تبدیل یعنی بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہا و ہوز سے بدل دینا جیسے واون سے وہ

باب الالف  
قاعدہ اثبات الف  
بعد حذف علامت مصدر

جس امر کا بغیر الف  
اسکے بعد یا و زائد  
بھی لانا جائز ہے

مثلاً بکشا مین  
کین کشادن اسے  
کین تاضن اسے  
مثلاً کشا مین  
نہ از ناز و غمزہ  
کہ شہوت را برانگیزد  
ہر

قاعدہ تبدیل



الف کا بار ہونے سے بدلنا غیر منکر بلکہ دستور مستقر ہے اور فتح وال کو کسر سے بدل دینا اسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی میں اکثر ماقبل ہا نظاہر کا کسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس وہ عددی سے ہو جائے بعض وقت اس بار مبدلہ کے قبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت میں گزر چکی ہے متقدمین کے کلام میں خاص اس دادن کے اشتقاق میں بجائے ہائے ہون کے ہائے تختانی بھی لائی گئی ہے۔ رودکی کا شعر ہے شعر آنچہ از رخ یافتیش بدل ہا تو آبسانی از گدازدیش ہا لے مدہ اورا اور یہاں ان مصادر کے معانی سے بحث نہیں کی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ اگر زمانہ مساعدت کرے اسکے دوسرے حصہ میں جو ان معانی اور صلات کے لئے مختص ہوگا عجیب و غریب نکات معانی اس میں بیان ہونگے۔ تیسرا اسقاط یعنی بعد حذف علامت مصدر لقیہ صیغہ میں سے اور بھی کم کر دینے کو اسقاط کہتے ہیں جیسے استادن سے است اگر مصدر مشع ہے امر بھی مشع ہوگا جیسے ایستادن سے ایست۔ سعدی م شعر ہمرہ اگر شتاب کند در سفر بالیت ہا دل در کسے بند کہ دل بستہ تو نیست ہا کبھی اس مصدر میں قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشاون وزادن کے الف کی طرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے شعر اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگہ نہ ہا تخت چہ درخورد تو باشد بر چرخ استاے ہا اور اس کے پہلے کا الف جو مصدر کلمہ ہے گرا دینا بھی جائز ہے مشع میں جیسے مولوی معنوی م کا شعر ہے شعر مادرین در گہ ملولان نیستیم ہا تاز بعد راہ ہر جا نیستیم ہا اور غیر مشع میں جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نہ بدزان ترکناز ہمچو بادش ہا بجز از حد ترکستان ستادش ہا اے اقامتش ولہ ساتی بر خیزو یار بنشین ہا کاین شستہ وان ستادہ باید ہا اور ایک مصدر اسی صورت کا یعنی مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر ماہ الامتیاز معنوی ان دونوں میں یہی ہے کہ جو معنی توقف و اقامت ہے وہ ایستادن و استادن کا مخفف ہے اور جو معنی گرفتن ہے وہ کسی کا مخفف نہیں اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول میں بعد حذف الف اس کا کسر نقل کر کے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضموم بضمہ اصلی رہا کرتا ہے نظامی م کا شعر ہے شعر کہ نختہ خبر دار وزادن ہا نہ آنکس کو پذیرفت از استادن ہا شاہ داعی شیرازی شعر ماسر بغیر حضرت تو در نیا دریم ہا

وہ میں کم کی ہو

وہ کو بجائے پایا  
سعدی بھی کہتے ہیں

قاعدہ اسقاط الف

استادن کا ام  
ایک جی آیا ہے

استادن اور استاد  
سے الف  
حذف کیا جاتا ہے

استادن بمعنی تیار  
اور بمعنی گرفتن  
میں ماہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو نیار دستا و باج نہ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف شدن ہی کا استعمال بحث مصدر میں اور اسکے مزید علیہ ستادن ہی کا بحث مضارع میں اکثر ہے اور شدن میں تا قرشت مضموم نہیں بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے  
 شہر دین بارگہ بے گواہ و سندیہ بود گرم بازار داد و ستد بہ آب صاحب و ریش کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو بخیر اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہیں فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف پنا غصہ اتارا ہے جہاں فرمایا ہے "ستادن کجا و معنی گرفتن کجا سخن اینست کہ ایستادن و استادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است الخ" دوسری جگہ فرماتے ہیں "ستاد و مخفف ستانہ سخا کہ گفت مگر کور سواد و ستادن شدن را سیکہ نخواہد دانست مگر کور مادر زاد اگر ستد کہ مخفف ستاد کا نہ کہیں بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانیں جس طرح وہی فرماتے ہیں "اماستدن مصدر لیت دیگر بسین مضموم و تا مضموم و معنی با گرفتن مراد و مضارع ستاند و امر آن ستان" الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطہ اشتقاق گیارہ باب پر نہ تھمیکا بلکہ ایک اور باب بارہواں تاے قرشت کا زیادہ کرنا ہو گا یہ خلاف را کہ جمہود و استقرار ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نصواب اور استادن کا مصدر مضارع استانیدن بھی مستقل ہے مولوی معنوی رح شعر مرکب استانید و پس آواز دادہ آن سلام و آن امانت باز دادہ اسی طرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس محذوف الحرفین کا مشیع میں اکثر ہے جیسے فریس فریذہ بحث مصدر اس مشع کی مستقل نہیں اور بحث مضارع مشع اگر چہ عمل ہے مگر غیر مشع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نصواب۔

## باب النحۃ

اس باب میں صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن تبدیل کبھی زای مجملہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگاروں کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اُسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی میں سیکنا ہے اور متعدی جب کا ترجمہ سکھانا اسی طرح مرزا غالب دہلوی پنج آہنگ میں فرماتے ہیں "آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

یہ کہون نہیں  
 کا مخفف شدن اور  
 اسکا مزید علیہ ستادن  
 کا بیان

ستادن بمعنی گرفتن  
 پر مرزا غالب کا  
 اعتراض کیسا ہے

استادن کا مصدر مضارع  
 استانیدن آتا ہے

فرستادن کی بحث مضارع  
 حذف تا و زیادتی  
 یا کے ساتھ فریس و  
 مستقل ہے مگر  
 فصیح نہیں ہے  
 باب النحۃ

آموختن کو چھوٹی  
 سیکھنا سے لازم  
 قرار دینا ناصواب ہے

جیسے خوردن یعنی کھانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم و ہنر کا ہوتا ہے  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا  
 ہاں معنی اول کو نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہیں مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان موضع  
 میں جہاں کہیں لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ  
 کردن بسیط کو (جیسے فردی ہر کا شعر ہے شعر سپہر وزین و زمان کر وہ است) گم و بیش گیتی بر آوردہ است  
 اے سپہر وزین و زمان ساختہ است) نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو کے اس شعر میں شعر  
 دیدہ کج راز مرہ دام کن: دیدہ ز صاحب نظران وام کن: کسی نے لازم نہ کہا۔ لیکن سراج المحققین  
 مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی  
 خوگر فتن یعنی عادی ہونے کے بتلائے ہیں جہاں فرمایا ہے ”آموختن معروف و این گاہے متعدی  
 آید و گاہے لازم اول مشہور است دوم آنجا کہ حرف بار مفعول آید چنانکہ راقم گوید شعر و لعل یار و چو موجم  
 ہمہ تن آغوش است: جو سر تم بسکہ بخیازہ کشیدن آموخت: ہتما شائے تو ترسم کہ نظر نگشاید: دیدہ  
 نے روئے تو از لب بہ ندیدن آموخت: تیری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان  
 اشعار میں لفظ آموخت اپنے مشہور معنوں میں مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول میں ضمیر متکلم منصوب  
 جو سر تم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے  
 بواسطہ باء تقدیہ جو بخیازہ میں ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حسرت مرا بخیازہ کشیدن  
 آموخت۔ اسی طرح شعر ثانی میں نظر مقدر مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ باء تقدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ  
 کہنے روئے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ میں  
 موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو مصنف کرتے ہیں صائب کا شعر ہے شعر  
 در وادی کہ رو بقفا میر و ند خلق: و در قعر چاہم از نظر دور بین خویش: خصوصاً دوسرے شعر میں  
 اکثر نسخوں میں بجائے باء تقدیہ زامی ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول  
 بر قاف ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق رو  
 تو ندیدن آموختہ است۔ ترسم کہ ہتما شائے تو نظر نگشاید۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہوا  
 بخیازہ اسکا متعلق۔ اور اس قسم کا تقدیہ جواب بواسطہ روا الیہ ہو کلام عربیہ میں کثیر الوقوع ہے

مثال کردن بسیط

مثال کردن متعدی

جناب آرزو

آموختن کو لازم کہے

ہر مفعول کی طرف

مثال

اکثر نسخوں میں

بجائے باء تقدیہ

ہوتا ہے

سعد الدین راقم

کے شعر میں

تو ندیدن

بجائے باء تقدیہ

ہوتا ہے

دوسرے شعر میں

بجائے باء تقدیہ

ہوتا ہے

بجائے باء تقدیہ

ہوتا ہے

بجائے باء تقدیہ

ہوتا ہے





آختن اور آہنجن  
مقتضب بہین  
انکا مضارع  
آہنجن کلام اسنادہ  
ہین اسکے بہین

آختن اور آہنجن مقتضب بہین انکا مضارع یا امر متعل نہیں مگر فصحاے عجم نے آزو اور آہنجن متعال فرمایا ہے فردوسی <sup>۱۳۸</sup> شعر گہر آنکہ از فرزند ان بود و نیازو بید دست و بد نشنود و اسکا مصدر مضارع آزدین بھی متعل ہے فردوسی <sup>۱۵۱</sup> شعر نیارید گر گین سیلا دست و بدان راہ رفتن میان را بست و اس میں یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیه الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یا ختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا سبب ہو چنانچہ فردوسی کا شعر ہو شعر زمان تا زمان دست بر یافتی و سرکش ز مرگان بیند اختی و کمال آجیل شعر ہر فردو مایہ کہ او سوے بلندی یازد و زود برگردد و سر زیر شود و چو بخار و اسبطر آختن بھی مقتضب نہیں اسکا مضارع آہنجد باثبات خاں مجھ آتا ہے میر معری کا شعر ہے شعر چون بر زم اندر بر آہنجنی تو تیغی از نیام و چون بصید اندر تو از ترکش کشی تیر گزین و بستہ گرد و سر کشان را دست خصمان را دہن و خستہ گرد و آہوان را چشم و گوران را سترین و اسکا مصدر مضارع آہنجد بھی متعل ہے ابوالموید شعر چون بر آہنجدین تیغش بدید و در تن شیر زیان شد زہرہ آب و اسی سے ہر دم آہنجد بمعنی اڑو تاکہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود آہنجد و دوش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہنجد بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آختن تخفیف یا اور آہنجن و الف بھی متعل ہے فردوسی <sup>۱۳۹</sup> شعر ز آہنجن تیغہا از غلاف و کہ قاف را و ردل افتاد کاٹ و ابو شکور شعر چنانچہ مرغ ہو اپرو بال برہنجد و تو بر خلائی بر پر مرمی برہنجد و مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب النہای میں قاعدہ اثبات کو نہیں بڑایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آہنجن اور آہنجن  
آہنجن سے  
مخفف بہین

## باب الرابع

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی کا شعر ہے <sup>۱۴۱</sup> شعر در انداخت تیغ پرند آورش و ہمچو است از تن گسستن سرش و سر تیغ برگردن رخس خور و بہرید برگستوان نہر و جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہو۔ اور بھی سن لیجیے کہ خوردن اور اسکی ہر دو بحین (بوجہ او معدولہ) لفتح خائے مجھے چاہیے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی <sup>۱۴۲</sup> شعر مکن نماز بران ہیچس کہ ہیچ نکر و کہ عمر در سر تحصیل مال کرو و خورد و

باب الرابع  
باب الزیادۃ  
خوردن بمعنی لازم

اور کبھی جو اس مہلہ مضموم الماقبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسیؒ شعر ترازین جهان  
روز بر خورد نلست و نہ ہنگام تیمار و پیر مرد نلست و مولوی معنویؒ شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد و  
گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد و زلالی شعر چنان ساغر کہ در خون غوطہا خورد و بہ تحفہ پیش شاہ غزنویؒ  
ولہ تعریف عصا میں لکھتے ہیں شعر زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ و رگ کان ز مردیش خورد  
اُس سے دھوکا نہ کھائیں کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تعائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو  
فصحاے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخفف ہوش کا خوش کو قافیہ کر دیتے ہیں۔

فردوسیؒ شعر پس گستم اشکش تیز ہش و کہ بارے دل بود و بانغ خوش و اور اسی قبیل سے ہے کردہ کہ  
برودہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ دیدہ اندانچہ من کردہ ام و غم و رنج و سختی کہ من بردہ ام  
ولہ ازان دشمنان بگند شصت مرد و نہ امید یکے پہلوے دستبرد و اور اسی قبیل سے ہے گرد بکسر

گرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ پاک درپاس گرد آمدند و بروختمہ یزد گرد آمدند و اسطرح  
کرد بالفتح کا گرد بکسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا قافیہ شعر اصنعت چرخ دوست گردش و دوزخ  
زیر و جیم گردش و واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا زیادت یعنی قبل اسے مہلہ کے یا تحتانی

زیادہ کی جاتی ہے جیسے مردن سے میراوریہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہیں اور کبھی بغیر اس  
زیادتی کے اسکا مضارع مرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسروؒ فرماتے ہیں شعر زندہ باقی کہ چہاں  
آفرید و کے مرؤ آن زندہ کہ جان آفرید و مولوی معنویؒ شعر بہر یزدان میزیدنے بہر گنج و  
بہر یزدان می مرؤ نر خون و رنج و فردوسیؒ شعر مگر خار یاسنگ خارا خوردند و چوروز می سر آید

خورد و مرد و مولوی معنویؒ شعر صد چراغت از مردار بیستند و باش فلغ چون یگانہ نیستند  
ولہ قبطیان تک میمرند از تشنگی و از بے ادبیر خود یا بد رگی و ولہ تحفہ اے سگ چون منافق لیتی و

ہم منافق می مری تو چستی و ولہ اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم و بروز می بزدایم و روز می مریم و  
اسکو میر کا مخفف کہنے میں سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میر و ادیر میر سے  
پھر مرد بنایا جائے تیسرا اسقاط مع الزیادۃ یعنی بعد اسقاط علامت مصدر را مہلہ کو حذف

کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہ گیا تو اسپر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے  
کنن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے ندن سے زن میں ہے اور خلان

خوردن بالکسر  
کاف باقی رہی و نون زیادہ کر دیا جاتا ہے

جورای بن خنجر  
خوردن کا خوش  
خوردن کا خوش  
خوردن کا خوش

گرد بالکسر  
بالفتح کے ساتھ قافیہ

مردن میں قاعدہ  
باز زیادت اشعار  
کا بھی جاری  
ہوتا ہے

میں شہر و ان کی جو  
نہیں نسبت کیا جاتا

اسقاط مع الزیادۃ

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لئے بدل دیا کہ اس تغیر غیر قیاسی پردہ دلیل ہو اور نیز امر کنند کے ساتھ التباس کا کھٹکا نہ رہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات رائے مہملہ بھی بطریق شذوذ مستعمل ہو جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان پنجم اپنی ہمسگیر از دوساتیر کے نامہ جمشید میں کہتا ہے ”و تو بشید کنندہ و کرندہ کردہ و آفریدہ رائے بینی و بینائی“ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ

## باب الزاء

اس باب میں مصادر کثیر الاستعمال میں سوا ایک مصدر زون کے اور مصاور قلیل الاستعمال میں سوائے آزون کے پایا نہیں گیا۔ اور اس باب میں فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہو اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زون سے زن اور آزون سے آزن۔ فردوسی <sup>۲۱</sup> شعربنزدیک آن گرگ باید شدن و سر و چشم اورا بہ تیر آزون و فرخی <sup>۲۲</sup> شعربنمخالفاں بیازن بہ تیر و بچون کف دے بزر آزدی و سید ذوالفقار علی شروانی <sup>۲۳</sup> شعربکشف کردار ہر کو رشید از طوق امرت سر و بسان خارشپش کردشت چرخ تیر آزن و اورجم کے ساتھ آجدن اسکا سبدل ہے اور زون مخدوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسی <sup>۲۴</sup> شعربنزدیک آن گرگ باید شدن و ہمہ چرم اورا بہ پیکان زون و اے بہ پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور رسل اور چکی وغیرہ پر ٹانگی لگانے اور تیر یا نیزہ یا ہونی وغیرہ چوڑے کے معنوں میں آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زون و اُلُو برجامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسی <sup>۲۵</sup> شعربنزدیگر بر میان دود و کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ و ولہ <sup>۲۶</sup> بہ راہ بیراہ گنبدزدہ و جہان شد چو دیبا بزر آزدہ و ولہ بداغ جگرشان کنی آزدہ و کہ بخشایش آرد برایشان دودہ و مگر زون بمعنی خستن و بمعنی ضرب میں بھی فرق ہے کہ اول آزون کا مخفف ہو اور یہ زائے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زون بمعنی ضرب کامل لفظ بلا تخفیف ہے اور یہ زون زیادتوں میں اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہوں خواہ اسما۔ افعال جیسے کون و دانستن و دانستن کی بحث امر اور اسموں میں جیسے نازنین کی زاء اور ہنگنان کے کاف کے بعد۔ کسوا سطلے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یا و نون نسبت کا لگایا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہنگنان کی ہمہ پر الف و نون جمع کا ہے چنانچہ ہنگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام میں برتا ہے۔ منوچہری کا

کون سے کام  
کون سے کام

سلسلہ  
زندہ و زون  
ایک شاعر  
ایران سے  
رنگ لباس  
شاهی کے کسوت  
قلندری اختیار کی  
تھی اس واسطے  
سلسلہ کہنے لگے  
سلسلہ  
سلسلہ  
دور بخدا شرف  
باطن مرادست ہیں

زین بنی زون  
میں منقہ

زین بنی زون  
میں منقہ

ہنگنان ہنگان  
کامزید علیہ ہے

شعر ہے شعر ہون ہنگان را غرض و صلت ملک و اور غرض و صلت شاہ گہان ست و سید  
حسن غزنوی شعر آرا مش ورامش ہنگان لبر ماست و نزد ہنگان صورت این حال خیانت و  
اور اس میں کاف عجمی ہمہ کی ہائے مخفی کا مبدل ہے۔

## باب السیمین

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں۔ تبدیل اور حذف صرف اور حذف مع الزیادۃ۔ اول یعنی  
تبدیل سین بزاے مجھے جیسے خاستن سے خیر جبکہ الما خستین بھی آیا ہے یہ تو را بنونکا محاورہ ہے  
اور اسی الما کے ساتھ بحث امر متعل ہے سین اور زاء مجھے بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے  
بدل پڑ جاتے ہیں جیسے ایاز دایاں اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطار کا شعر ہے شعر  
گر تو مروطالے و حق شناس و بندگی کردن بیاموز از ایاس و دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے  
گسستن سے گسل۔ لام اور سین میں کوئی قرب مخرج بھی نہیں اور نہین معلوم کیا نہ نسبت خال  
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑ جاتا ہے چنانچہ صاحب جوامع الحروف نے یہ دو لفظ سج و سج  
بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند میں پیش کیے ہیں اور ممکن ہے کہ یہاں حذف مع الزیادۃ ہو یعنی  
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا۔ اور لام کا زیادات اور دعامون میں حروف علت کی طرح  
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف میں جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف میں حرف  
علت اور الف میں لام دعامہ پڑا ہے تو اب گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادۃ کے  
قاعدہ میں درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہائے ہوز جیسے کاستن  
سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن لفظ ہما سے جہ درہ۔ یہ تبدیل موافق قیاس ہے  
جیسے خروں و خروہ اماں و اماہ۔ اور کسرۃ ماقبل ہا، بضرورت ہائے ظاہر ہے اسکی تحقیق  
بیان اضافت میں آچکی ہے خصوصاً جہ میں یہ بھی ممکن ہے کہ جستن اسکی اصل ہو بعد حذف  
یائے تحتانی و تبدیل سین با ہجہ رگیا مولوی معنوی کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح رویت  
وز زمان بر جستم گرم در کار آمد موقوف مطرب نیمتیم و ثانی حذف صرف جیسے دانستن سے دان مانتن  
سے مان زلستن سے زسی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آراے پیراے (یہ وہی یائے  
زائد ہے کہ جبکا حال کشادہ کے ضمن میں بیان ہوا) اور گریستن سے گری و رستن سے ری

باب السیمین

سین اور لام  
میں مبادلت

حذف



اور ریدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے رستین اور اسکی بحث ماضی و کرم استعمال  
 ہے شیخ اوحسی کا شعر ہے شعر رستین گیردت زخوردن زشت و بدرت باید آمدن ز بہشت و  
 تاج بہا شعر باقناعت ہمیشہ باید رستیت و بربروت طمع بیاید رستیت و ثالث حذف مع الزیادہ  
 یعنی بعد حذف سین کہیں صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے  
 شکن اور نون کا زیادہ ات میں داخل ہونا باب الزائد میں بیان کیا گیا۔ کبھی صرف واو زیادہ کیا جاتا ہے  
 جیسے جستن و رستن و شستن بعضہا ہے جو وجوہ و ر و وروے و شو و شوے بعضہا یعنی بعد اسقاط  
 علامت مصدر سین بھی حذف کر دی گئی صرف ایک حرف مضموم رہ گیا تو بہنا بہت اسی ضمہ کے حروف  
 زیادات علیہ میں سے واو زیادہ کر دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیان و او سین کا مبدل ہوان میں کوئی  
 مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑ جاتا ہے اور بعض اسموں میں بھی یہ مبادلت  
 واقع ہے چنانچہ صاحب جواهر الحروف نے اسی کی سند میں یہ دو لفظ بالتس و بالتو بمعنی ترجیح پیش کیا ہو  
 اور یہ کلمات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دینا خلاف  
 تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یاے تختانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جسطح الف  
 مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیے جاتے ہیں اور وہ کبھی نون و وال ہونگے  
 جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے شستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشا ختن  
 و نشاستن و نشانستن و نشاندن آتا ہے۔ فردوسی شعر بگرام شانمانہ بنو ختش و برخویش بر تخت  
 بنشا ختش و اسدی شعر ہم از تخم شہ بادشاہی نشاست و برورسم پازانچہ بدر دراست و مولوی  
 معنوی شعر اکنون کہ بدالستم چند انکہ توانستم بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ و نظامی شعر نشاندش  
 بدانش و آموختن و کہ گوہر شود سنگ زافروختن و اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون  
 اول جملی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے شستن سے شستن و شستن و شستن اور اسکا تعدیہ شاندن آتا ہے  
 امیر خسرو شعر شست صراحی بدوزانوبہ پیش و دختر ز شانہ بزانوے خویش و نظامی شعر کمر بند و  
 بیداری بخت بین و کلہداری کن سر تخت شین و مولوی معنوی شعر بہرین مقدار آتش شاندن و  
 آب پاک دبل کیسان شد بفن و اسکا متعلق جو در صل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلہ ہر دور کے  
 ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلہ جیسے شعر مذکور میں سر تخت شین

حذف زائدہ نون

حذف زائدہ واؤ

حذف معنی زائد نون

حذف سین و زائد نون

نشستن کا تعدیہ  
نشا ختن و نشاستن  
و نشاندن و نشانستن  
آتا ہے

نشستن کی بحث

مصدر و بحث ام

حذف و مصدر

نشستن و شستن

باز نون بھی

اس حذف و مصدر کا

تعدیہ شاندن آتا ہے



نوشتن بین واو  
باو موجدہ سے  
ہر لکڑ نبشتن بھی  
ہو جاتا ہے

باب الفار

قاعدہ اثبات فا  
میں تاوہ اثبات میں  
داخل ہے  
فکفین شگفتہ کا  
مصدر مضارع  
مستعمل بھی بالابواب

دوسرا قاعدہ زیاد

خفت خفتین کا  
بلکہ خفتین خود  
اسکا مصدر مضارع ہے

خفتن کا نہیں  
خواب جعلی خواب  
کا امر ہے

جب ایک جہاز کا امیر اسکی  
مستعمل نہیں اسکی  
مستعمل نہیں اسکی

خفتن بالفتح  
مقتضب ہے

بحکم ضرورت کسرہ واو فتح سے بدلہ یا جاتا ہے اسکی بحث مصدر مضارع واو باے موجدہ کے ساتھ  
بھی مستعمل ہے جیسے نبشتن نبشت نبشتہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جو کہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے  
معنون میں ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارع ہے۔

## باب الفار

اس باب میں چھ قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و تبدل فقط و تبدل مع الزیادۃ و حذف فقط  
و حذف مع الزیادۃ۔ اول اثبات جیسے بافتن سے بافت و شگافتن سے شگاف اور شگفتن بھی اسی  
قاعدہ میں داخل ہے کسواسطے کہ شگفتہ اسکا مضارع آتا ہے فرو و سحی کا شعر ہے شعر و چشمش گون  
دوا بر و کمان و تو گفתי ہی بشگفتہ ہر زمان و شگفتیدن اسکا مصدر مضارع آیا ہے فرو و سحی شعر چونامہ ہر نام  
یہ نام رسید و زشادی رخس ہر چو گل بشگفتہ و شگفتہ متعدی بھی آیا ہے و القنی کا شعر ہے شعر اے غافل یادہ گو  
چہ گفתי و وے خارج جہا چہ گل شگفتی و مولوی معنوی شعر سید الأعمال بالنیات گفت و نیت  
خیرت بسے گہا شگفت و اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیے تھا مگر وہ مستعمل نہیں جیسے بودن کا  
مضارع بود۔ اور حال مصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بوش مستعمل نہیں۔ دوسرا زیادت جیسے  
خفتن بالضم بمعنی نوم سے خفت بالضم سوائے اس ایک صیغہ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہیں  
سعدی فرماتے ہیں شعر شتر زچہ باادش خویش گفت و پس از رفتن آخر زمانے خفت و ولہ سراز  
خواب بر کردہ شوریدہ گفت و مرافتہ خوانی و گویٰ مخفت و یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغہ ماضی  
جائز رکھا گیا ہے جنہوں نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس  
خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارع ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہیں چاہیے  
کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابنیدن مستعمل  
ہے نظامی شعر سہی سروش ببالین خوابنیدہ و سرشک از لالہ و گل ہر و میدہ و اسکا بیان بحث  
مصدر میں گزر چکا ہے۔ اور خفت بھی ایک جداگانہ امر ہے جسکا مصدر وغیرہ مستعمل نہیں بیند و بین  
کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہیں اور خستیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن و کج شدن  
مقتضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہیں گزری ناخر و شعر امر و زہی ضعیف بینی و این بقا  
خفتہ نزارم و میر مغزی شعر اے دہانت تنگ و زلفت خفتہ از بہر نیست و پشت من چون زلف داری

ولم یحون دوان : تیسرا قاعدہ تبدیل فقط اور یہ تبدیل کبھی تو بار موحده سے جیسے کو فتن سے کو ب  
یا فتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری قہستانی شعر بیک غمزہ رک جانش  
بکا و پ شو و گم و رو سے و خود را نیا و پ اے نیابد۔ ای طرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی  
جس سے شیفتن مشتق ہے بحث امین واو اور بار موحده ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی  
شعر ز خواری ورنجے کہ آید شیب : کہ گیتی چنین ست بالا و شیب : فردوسی : شعر چو دخنجر روز  
بیکوخت شب : ہیرفت شیان دل و خشک لب : کبھی صرف واو سے جیسے رفتن سے رو بالفتح  
کا فتن سے کا و فتن سے گو اور گوے شنفتن سے شنو جاتا ہے کہ شنون و شنیدن ان ہر دو کو جاکا  
مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا معنی کہ شنفتن سے بقاعدہ تبدیل رفتن و رفتن کی  
طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تختانی کی زیادت  
سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام میں یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سماع اور اس کا  
مزید علیہ نوشیدن اسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی : شعر لیک ناوانستہ آرم این زمان : تاکہ ہر  
گوشتے نوشد این نہان : و کہ تو چہ دانی تانوشی قاشان : زانکہ نہانست بر تو حالشان : و کہ  
ما بری از دعوت و دعوت ترا : مانوشیم این دم تو کا فرا : مگر اسکا مزید علیہ نوشیدن کثیر الاستعمال ہے۔  
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدر ون میں بھی جاری ہے جیسے گسستن بضم تین گستن کا قلب ہے مولوی  
معنوی : شعر گندم اربکست وز ہم و سکت : بردکان آمد کہ نک نان و رست : فردوسی : شعر غل و  
بند و رہم گسستم ہمہ : دوان آدم پیش شاہ رمہ : ممکن ہے کہ نوشیدن مصدر جدا گانہ مستقل ہوا و  
نوشیدن بمعنی سماع اسکا مخفف و اند تعالیٰ علم۔ سو بہی شنویدن کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تختانی سے شنون اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تختانی دونوں  
حذف کر دیئے جاتے ہیں فردوسی : شعر گریزان ببالا چرا بر شدی : چو آواز شیر زریان بشندی :  
اور کبھی بزیا دتی الف شنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی : شعر دید صد چندان کہ دصف اشنیدہ بود  
کے بود خود ویدہ مانند شنود : مگر شنفتن صرف سماع یعنی سننے کے معنوں میں آتا ہے اور شنون  
و شنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنوں میں مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیلان کہ مقیم  
بیشہ بودند : بوسے ز روندگان شنوند : فردوسی : شعر کہ داند کہ گیتی چہ اور نمود : چہ گویم کہ گوش

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط  
جس سے شیفتن مشتق ہے  
بحث امین واو اور بار  
موحده ہر دو کے ساتھ  
مستعمل ہے حکیم اسدی

شعر ز خواری ورنجے کہ  
آید شیب : کہ گیتی چنین  
ست بالا و شیب : فردوسی :  
شعر چو دخنجر روز

بیکوخت شب : ہیرفت شیان  
دل و خشک لب : کبھی صرف  
واو سے جیسے رفتن سے رو  
بالفتح

کا فتن سے کا و فتن سے گو  
اور گوے شنفتن سے شنو  
جاتا ہے کہ شنون و شنیدن  
ان ہر دو کو جاکا

مستقل مصادر اصلی قرار  
دینا میری سمجھ میں نہیں  
آتا کیا معنی کہ شنفتن  
سے رفتن و رفتن کی

طرح امر شنو حاصل ہوا  
اور بحسب ضابطہ مشہور  
امر حاضر اور علامت  
مصدر کے درمیان یاے  
تختانی کی زیادت



ہو قافا قاع  
نیل مع الزیادۃ

پانچواں قاعدہ  
حذف حرف کا  
تاریخ  
گرفتن کی سے  
کی حرکت کا بیان

رفتن یا غنی رفتن  
بالضم کے ساتھ  
ہم قافیہ ہونا

غرفتن سے  
لازم کی سند

باب المیم

این بنیاد شود و اور شنیدن کے دونوں معنی اس ایک شعر سے واضح ہیں حافظ ہم شعر بے خوش  
تو ہر کہ زیادہ صبا و شنید و از بارش شاخ و شنید و چو تھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی نے کو باہر  
سے بدل کر قبل اس لئے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفتن بالضم سے سنب شعر خنجر و سفلن گزشت  
بود گردن شکن و تیر او پولاد سنب روح او سندان گزار و شنیدن اسکا مصدر مضارع ہے۔ پانچواں  
حذف فقط جیسے زیر فتن سے زیر۔ چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے رفتن سے گیر ہان لئے  
تحتانی اشباع کسرہ سے پیدا ہو گئی۔ جاتا چاہیے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات میں اختلاف ہو کہ قول تحقیق  
کسرہ کا ت فایسی و فتح را مہملہ ہے چنانچہ فردوسی فرماتے ہیں شعر سر و دل ہرا ز کینہ کرو و برنت  
تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت و کبھی بحکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جہاں  
ماہل روی کسور و مضموم ہے مولوی معنوی <sup>۳۱۱</sup> شعر یک بیک را حاجہ بستن گرفت و تا پدید آید گہر  
بنگر شکفت و فردوسی <sup>۳۱۲</sup> شعر بک و شبان گوشہا برگرفت و غریبان از و ماند اندر شکفت و اسکے  
نظائر بہت ہیں جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی <sup>۳۱۳</sup> شعر چو رفتند بیدار  
دل رفته بود و کہ بخت چنان بادشہ خفته بود و ولہ سیاوش بگفت آن کجا رفته بود و وزان کو رسوداہ  
آشفته بود و ولہ شباروز مادر می خفته بود و زمی خفته و ہم زہش رفته بود و واللہ تعالیٰ اعلم  
اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر گرفت ہچو لالہ دلم در ہواے سرو و اے مرغ  
وصل کے شوی آخر یدام ما و ولہ گرفت در تو گریہ حافظ <sup>۳۱۴</sup> ہچ رو و حیران آن دلم کہ کم از سنگ غار نیست و

## باب المیم

اس باب میں سوائے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہیں آیا اور اس میں صرف ایک حذف مفرد کا  
قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آ می یہاں بھی زیادتی یا سے تحتانی کی اسی قسم کی غیر واجب  
ہے جسکی تحقیق مکرر کہ لفظ خدا یا کی تحقیق اور بیان اصناف اور ای بحث کی باب الف میں مصدر  
کشادن کے ضمن میں گزر چکی ہے حاشا و کلاہ (ے) ہرگز ہم کے بدلے میں آئی ہوئی نہیں ہے  
جیسے اور قواعد نگاروں نے عدم امتناع سے لکھا یا خصوصاً مصنف جو اہل الحروف محقق فرزانہ بہار اور  
انکے اتباع صاحب تحقیق التواہن صاحب ہفت قلزم صاحب تواہن و نگہ میری غیر ہم سے سخن تعجب ہے  
کہ وہ تحقیقات کے لیے درپے اور پھر انہوں نے بلا امتناع کیسی آنکھ بند کئی آ می میں (جو آمدن سے

آوردن کے اور حاضر آئی اور آراستن و غیر آستن  
کے اور حاضر آئے و غیر آئے میں یا تحتانی کو ہم  
دیکھ کر کہ لکھا عدم امتناع اور خلاف تحقیق ہے

آئین کا ایک  
بکھر ضرورت  
خوشی ہو جاتا ہے

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تختانی کو میم کا بدل کہہ دیا سیطرح آراے و پیراے مین (جو آستن و پیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہیں) یا ی تختانی کو سین مہملہ کا بدل کہہ دیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یاے رائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد در صورت عدم ترکیب جوازاً جیسے آوآسی آراوآرا پیرا و پیراے اور وقت ترکیب محل حرکت کے لئے وقایہٴ وجوہاً زیادہ کی جاتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْظُّوَابِ کہتی بکھر ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر رحمت اندر رحمت آید تا بسر بر یکے رحمت فرو مالے پسر پراے فرو مہا۔

باب نون

## باب النون

اس باب میں صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے اگندن سے اگن اگندن سے اگن کن کن سے کن۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

باب الواو

## باب الواو

یہ باب دو قاعدوں کو مشتمل ہے اثبات اور تبدیل۔ اثبات جیسے غنودن سے غنو۔ سعدی شعر لغتوم زان رو خیالش رانی بینم خواب ۛ دیدہ گریان من یک شب غنودی کا شکے ۛ بودن کا صیغہ امر حاضر مستعمل نہیں لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بُو اسکا امر ہو کیونکہ بود بُوے بوم اسکا مضارع مستعمل ہے فردوسی شعر کہ تامن بگیتی بوم زندہ را ۛ ز ترکان اگر شاہ و گربندہ را ۛ اور بوجو یعنی آرزو اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی شعر ترابویہ دخت مہراب خاست ۛ دلت خواہش سام نیرم بکاست ۛ سیطرح حاصل بالمصد بوش بمعنی تقدیر اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے کیا معنی کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پرشین ماقبل مکسور لاحق کر نیسے حاصل ہوتا ہے فردوسی شعر بہ بخشودیزدان شکی دہش ہیکے بودنی داشت اندر بوش ۛ ولہ نوشتہ چنین بودمان از بوش ۛ برسم بوش اندر آمدروش ۛ اور اسکا مخفف بدن اور اسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چیست دنیا از خدا غافل بدن ۛ نے قماش و نقرہ و فرزندوزن ۛ فردوسی کا بوجو یہ شعر ہے شعر چوہیم دارش نبدر نژاد ۛ زوہیم داران نیا درو یاد ۛ اگر ما در شاہ بانوبدے ۛ مراسیم دزرتا بنویدے ولہ کہ پیش از تو شامان فراوان بدند ۛ ہمہ تاجداران گیہان بدند ۛ ولہ بایرانیان گفت بیداریدے

قاعدہ اثبات  
فوقیاس چاہتا ہے  
رہ بودن کا امر

بوجو یعنی آرزو اشتیاق  
بویہ کا مخفف ہے  
بودن کی شکل نہیں

بودن کا مخفف واو  
بدن بھی مستعمل ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید : ثانی تبدیل جیسے نمودن سے نما اور نما سے یہاں امر میں فتح  
 نون کا ضمہ سے بدلہ لگایا تا دوا و تبدلہ پر دلالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالاسے یہاں بھی یک  
 تحتانی بعد مرہ نائد ہے جس کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہاں ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پالودن  
 پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھانسنے صاف کرنے کو کہتے ہیں اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد  
 پگھلانے کے ان میں مائیت سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی شعر گہر سفت نتوان با سودگی :  
 بدو نقرہ محتاج پالودگی : بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں استعمال کر لیا جاتا ہے  
 فردوسی شعر داور پاک بنمودشان : زاکو و گلبہا بہا لودشان : حسب طرح پختن آٹے خاک راکھ  
 جیسے خشک چیز و نگو چھانسنے صاف کرنے کو کہتے ہیں بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے  
 موضع میں مستعمل ہوتا ہے۔ جانتا چاہیے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب میں جاری ہے چونکہ وہ  
 مصداق شاذۃ الاستعمال میں سے ہے ہم نے اسکو ذکر کیا جیسے ہسودن سے ہسودا و اس میں  
 دو طرح تخفیف کی جاتی ہے ایک تو باے موحده کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں دوسرا باء فارسی  
 کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں ابوالفرح کا شعر ہے شعر بعون عدل تو صیاد عدل ہسود :  
 سر دن آہوے نخچیر بے وسیلہ دام : ولہ کوہ ہسود زخم تیرش و گفت : صاعقہ است این  
 نہ تیر داغ و ناہ حکیم سوزنی شعر بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد : باستین حریر ارچہ نرم ہسودی  
 فردوسی شعر نگہ کرد پیکار دو پہل مست : و خروشان چور عد و ہسا وان دو دست : ولہ تان  
 بشاہ نوا این نمود : کہ بودند چون گوہر نابسود :

## باب الیاء

اس باب کے مصداق مستعملہ میں فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے  
 میں آئے۔ اول حذف جیسے رسیدن سے رس بریدن بالضم سے بر بالضم بمعنی قطع گزیدن  
 بالفتح سے گز۔ دوسرا زیادت مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بریدن بالضم بمعنی قطع کا  
 امر جیسے بر بالضم مخذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدہ اولی حذف میں عرض کیا گیا برین بالضم زیادتی  
 نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چون برید  
 اوداد اور ایک برین : ہچو شکر خروش و چون انگبین : نظامی شعر دے باید اندیشہ را تیر و تند :

قاعدہ تبدیل

پالودن مائیات کے  
 چھانسنے کے لیے  
 ہون خواہی بالفعل مائی  
 نہون خواہی بلقوہ

پگھلانے کے  
 ان میں مائیت سیلان  
 پیدا ہونے کے لیے

پالودن مطلق پاک  
 و صاف کرنے کے لیے  
 استعمال کیا جاتا ہے

فردوسی شعر  
 داور پاک بنمودشان  
 زاکو و گلبہا بہا لودشان

مصدر ہسودن کی تحقیق

باب الیاء

قاعدہ حذف  
 ہسودن سے گز  
 ہسودن سے گز

برینش نیاید ز تشبیر کند، جانتا چاہیے کہ اسی باب الیاء میں دیدن ایک ایسا مصدر ہے کہ باعتبار بحث امر کے مقتضی ہے یعنی دیدن مصدر اور ہے بین شتیق اور ان کے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہیں یعنی دیدن کا مضارع اور امر نہیں آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہیں آتا ان معنوں میں مترادف ہے اس بارہ میں مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہمزبان ہوں۔ چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتقاً بتخفیف یا چدن و چد و چن بھی کلام فصاحت میں مستعمل ہے فروسی<sup>۲۳</sup> شعر بھی گل چند از لب رود بارہ رخاں چو گلستان و گل در کنارہ ولہ<sup>۲۴</sup> تر آرزو جنگ و پیکار نیست، اگر گل چینی راہے خار نیست، ولہ بہار آمد از گلستان گل چمن، و زدے زمین شاخ سنبل چمن، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

## بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنوں پر بنفسہ دلالت نہ کرے یعنی اپنی مفہومیت میں مستقل نہ ہو کیا معنی کہ جبکہ دوسرے کلمہ اسکے ساتھ نہ ملے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جائے وہ حرف ہے جیسے از و در و پر حروف کی قسم کے ہیں حروف جر۔ حروف مشبہ بالفعل۔ نہ و نے مشبہ بہ نیست۔ نہ نفی جنس کا۔ نا و بی کہ جنکی ترکیب سے وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہیں جس طرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے۔ حروف نواصب اسم۔ حروف شرط۔ حروف جازمہ۔ حروف عاطفہ۔

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایکی تک پہنچا دینے کے لئے موضوع بین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر یعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہیں اور جر عربی میں ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی کلام عرب میں کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ میں ظاہر ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو ملقب کرتے ہیں چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ مختص ہے اعجام ان دقیقوں سے بے بہرہ ہیں پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان عرب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور حروف جر میں سے ایک تو لفظ آز ہے اور ہکا مخفف تر یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک از ابتدائیہ اور از ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لئے موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیے مگر عام ہے کہ مثبہ بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم،

صدر دین  
تخفیف یا  
چدن یا چد

بحث الحرف

حروف جر کا بیان  
اور اسکی وجہ تسمیہ

معنی فعل  
کہ افعال میں اسکا  
فاعل و اسم مفعول  
مشبہ مصدر اور ظرف  
اور اسم اشارہ و غیرہ  
میں مختص معنی فعل ہی  
صلیٰ علیہ وسلم میں صفت معنی  
فعل کہ کان ہے فعل  
یاسنی فعل کہنے کی  
ضرورت نہیں اور نہ  
اعلم بالصواب



ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر متدہ ہے نظامی شعر  
 ز دروازہ سدرہ تاساق عرش قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش قدم بر قدم خود امتداد پر  
 وال ہے یا منشا اور سبب کسی امر متد کا ہو جیسے نظامی شعر برون جبت ازین گنبد چار بند  
 فرس راند بر سفت چرخ بلند کیا معنی کہ باہر کو دجانا امر متد نہیں اس واسطے کہ ایک ہی پھلانگ  
 میں باہر کو دجا سکتے ہیں بلکہ دوسرے کسی ایک امر متد یعنی فرس راندن بر سفت چرخ کا سبب  
 اور فرس راندن بلاشبہ امر متد ہے اور ابتدا اس امر متد کی (جس پر محذور از دلالت کرتا ہے)  
 مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علمائے نحۃ کا اہمین اختلاف  
 ہے بعض غیر زمان میں اسکا استعمال حقیقت اور زمان میں استعارہ اور مجاز جانتے ہیں۔ اور  
 غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی شعر گر آئی ز جابے نگہ دار جائے و گر نہ  
 سپارم سرت زیر پاے اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی شعر بے منزل آمد زمن  
 تا بتو نہ نشاید ترا یافت الا بتو اور بعض صرف مکان کے لیے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان  
 میں استعارہ اور مجاز مانتے ہیں اور بعض تینوں حالتوں میں اسکا استعمال کو حقیقتہ جائز رکھتے ہیں۔  
 واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہوگی اُس پر  
 از کالانا محال ہے جیسے لا نہایۃ لہ پر تاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے  
 نظامی شعر میں شعر محمد کا زل تا ابد ہر چہ بہت بار الیش نام او نقش بست و  
 متاؤل ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ متعاً  
 کر لیا اس واسطے کہ آپ کی ذات پاک صاحبِ لواک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب  
 وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات میں سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہیں  
 ازل اور ابد اسی کی ذات تبارک و تقدس ہے واللہ تعالیٰ اعلم اس طرح غیر مکان وغیر زمان  
 سے مکانیات و زمانیات مراد ہیں نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لامکان  
 یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر میں شعر آن سیہ حیران شد از بزل  
 او پمی و مید از لامکان ایمان او و متاؤل ہے یعنی بڑی بعید سافت کو لامکان کے ساتھ  
 استعارہ کر لیا اس واسطے کہ لامکان ایمان کا مخزن نہیں صرف یہ بات ثابت کرنی ہو کہ ہمارے

ایمان کی طرح لوٹ نہیں نوربان مقربان حضرت سیدزدان جل جلالہ کے ایمان کی طرح اس کا ایمان بھی بے لوٹ اور کامل تھا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

و واضح ہو کہ از کا استعمال جب کئی معنوں میں ہوتا ہے تو جدا شناس اور علامت خاص اس معنی ابتداء کی یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تاکو دار کے لانا درست ہو اول ظاہر ہے جیسے از خانہ تا مسجد رنم ثانی جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر سرفہ در بیت اقصا کشاد ۝ زناف زمین سرباقصا نہاد ۝ اے ازناف زمین تا اقصا رفتند جس طرح نجات عرب نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کافہ میں فرماتے ہیں لہن معنی اَعُوْذُ بِهِ الْمُبْعَى اِلَيْهِ وَافْتَرَا لِيْهِ فَاَلْبَاءُ هُنَا افادت معنی الانقضاء اور کبھی یہ از ابتداء لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی شعر محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست ۝ اے کازل تا ابد الخ ولہ سکندر کہ کرد آن عمار گری ۝ کجائتا کجاسد اسکندری ۝ اسی از کجا تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سرتاپا اے از سرتاپا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ دوسرا از بیان یہ جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اس کے اظہار و تبیین کے لیے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر منظر و مفسر و بین اس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم وہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر میں نظامی شعر بر انگشت رزے چو بارندہ میخ ۝ پلگرش پیکان و باران ز تیغ ۝ خواہی بعد جیسے اس شعر میں سعدی شعر بر گل سرخ از نم افتادہ لالی ۝ ہجو عرق بر عذار شاہ غضبان ۝ جامی شعر بشیر بنی و چربی از ز بانم ۝ نہاد می لقمہ خوش درد بانم ۝ یہاں لالی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہیں۔ علامت اور جدا شناس لفظی اس کا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جائے تو معنی میں کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ میں اسی لالی کہ آن نم ست و لقمہ کہ آن زبان من ست و تگرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیان یہ لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر تابرون آرد زمین خاک رنگ ۝ ہرچہ اندر حجب دار و لعل و رنگ ۝ اے از لعل و از رنگ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

تیسرا تبصیضہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو ہم مرفوع یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد میں سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے اس شعر میں

از ابتداء کی علامت

از ابتداء لقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔

از ابتداء کی علامت  
جس طرح نجات عرب نے  
عافیت الناس من شره

از بیان کی علامت  
از بیان یہ لقرینہ مقام  
حذف کیا جاتا ہے  
از تبصیضہ

سعدی شعر ملک صلاح از پادشاہان شام و برون آمدی صبح دم با غلام و ثانی یعنی منصوب  
 جیسے اس شعر میں ولہ یکے رات آمد صاحب دلان و کسے گفت شکر بخواہ از فلان و یہاں اسم مفعول  
 یعنی ملک صلاح مجبور یعنی پادشاہان شام کے بعض افراد میں سے ہے۔ اس طرح اسم منصوب یکے را  
 یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہیں صاحب دلان کے بعض افراد میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 چوتھا از انتراعیہ وہ یہ ہے کہ مجبور از سر سے صرف موضع انفصال و انتراع کا ظاہر کرنا مقصود و متکلم  
 یعنی اس سے مبدیٰ کسی امر متد کے بیان کرنی مقصود نہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہیں  
 جیسے سعدی شعر ز گوش پنبہ برون آرد و خلق بدہ و اگر تو نے نہ ہی داد روز داوے ہست و  
 نظامی شعر ستانی زبان از قیباں راز کہ تار از سلطان نگویند باز و ولہ نہر شاہ کا مدجہاں را  
 پدیدہ بدست تو داد آفرینش کلید و یعنی ہر پادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ  
 ہو سپرد و کبھی بقرینہ مقام یہ از انتراعیہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر  
 وعدہ وصلے کہ اے مہ پارہ یادت رفتہ است و چارہ دروین پیچارہ یادت رفتہ است و اے از یادت  
 رفتہ است پانچواں از اعراضیہ جیسے اس شعر میں سعدی شعر گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود  
 تا کردی اختیار از ان این فریق را و ولہ دل آراے کہ داری دل درو بند و اگر شہ از ہمہ عالم فرو بندہ  
 چھٹا تفضیلیہ جو بفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا مفضل کا اپنے وصف مقصود میں مفضل علیہ سے  
 بڑھا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی شعر سر سبک لطیف خوں دلدار و بہتر ز فقہیہ مردم آزار و  
 نظامی شعر تونی کا فیدی ز یک قطرہ آب و گہراے روشن تر از آفتاب و کبھی مفضل کو  
 کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہیں کرتے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ  
 اسکی عویت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ فلک اول یعنی حذف مفضل سعدی کے اس شعر میں  
 شعر چو دانشور این در معنی بسفت و بگفت این کرین بہ محالست گفت و اے چیزے بہتر از این  
 اور ثانی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی کے اس شعر کے مصرعہ ثانی میں شعر کران خوبر  
 جان باشد و گر و چو آن خوبر گفتی آن خوبر و اے خوبر از ہمہ چیز چنانچہ عربی میں اللہ اکبر ہے  
 اکبر من کل شیئ - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے  
 مگر بہر حال میں حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی میں اداۃ تفضیل تر

از انتراعیہ

از انتراعیہ  
تکلم علیہ کی جگہ

از اعراضیہ

از تفضیلیہ

مفضل مفضل علیہ  
کے حرف میں کوئی  
نکتہ مقصود ہوگا

عربی میں انتراعیہ  
مفضل مفضل علیہ  
کے حرف میں کوئی  
نکتہ مقصود ہوگا  
فارسی میں انتراعیہ  
مفضل مفضل علیہ  
کے حرف میں کوئی  
نکتہ مقصود ہوگا  
فارسی میں انتراعیہ  
مفضل مفضل علیہ  
کے حرف میں کوئی  
نکتہ مقصود ہوگا

یا تترین ہیں اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو تضرع میں تفضیل کو ہیں بفضل بنجاتے ہیں چنانچہ حضرت نظامی  
کا یہ شعر ان دونوں دونوں (یعنی تقدیم بفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے شعر امیدم ثبوت  
زاندازہ بیش و کم نام امیدم زرد گاہ خویش سعدی شعر چون درآیدمہ از توئی بسخن و گرچہ بدانی  
اعتراف کن و کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لجاتی ہے اداۃ تفضیل اس پر لاکر بیشتر و مہتر و بہتر کہتے ہیں  
کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہیں ہوتی ہے جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر شکر کہ این نامہ  
لعنوان رسید و پیشتر از عمر پیا بیان رسید و اور صیغہ تفضیل کو بغیر حرف جر یا تفضیل علیہ  
اضافت بھی کر سکتے ہیں مگر اس میں شرط ہے کہ متصل بعض افراد بفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت  
تحلیل و انفصال ان شرطوں سے بری ہے ہر حال میں بفضل بفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے  
ہیں گلستان میں ہے شراجل کائنات از روئے ظاہر آدمیت و ازل موجودات سگ مبالغہ  
خردستان سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس آدمی اجل کائنات است و سگ ازل  
موجودات یہ دو مثالیں اضافت کی ہیں اس عبارت میں آدمی اور سگ (جو بفضل ہیں)  
بعض افراد بفضل علیہ (یعنی کائنات و موجودات سے) ہیں یہ امر صحت اضافت کے لئے  
شرط ہے بخلاف حالت تحلیل کے کہ اس میں خواہی بفضل بفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو  
سب درست ہے اول ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ و افراد سنگ  
ہے اور اسی مثال آدمی اجل کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی  
جہاں بفضل افراد بفضل علیہ سے نہ ہو جیسے سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس کہنا درست اور  
اضافت کے ساتھ سگ بہتر آدمی ست نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ سگ موصوف مردم  
ناسپاس کے افراد سے نہیں اس طرح زید بہتر از حارست جائز ہے بہترین حارست اضافت  
کے ساتھ جائز نہیں پس ان دو استمالوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی استعمال بیہودہ  
از حلقہ تفضلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردانست و بہتر از مردان  
مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حارست مادہ افتراق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بفضل جس پر  
حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم تضرع معنی صفتی ہونا چاہیے اور بعض جگہ اسم تضرع معنی صفتی  
یا اعلام پر لاحق ہو جاتا ہے تو ان اسموں سے ان کے اوصاف مشہورہ مراد ہو کر مندرجہ صیغہ صفت کے

[illegible]



بنادئے جاتے ہیں مولوی معنوی<sup>۱۸</sup> شعر کہہ رہا خود ز تو چو پان ترہم چوں تیج گردیم ہر یک سر دیم  
 اے پاسبان تر و مرنی تر ہستم ولہ ایک ازان فرعون ترا کہ پدید ہم در اہم مکر اور در کشید  
 اے مکار تر نظامی<sup>۱۹</sup> شعر سخنبات<sup>۲۰</sup> از تیج پولا در تر<sup>۲۱</sup> زبان از سخن سخت بنیاد تر<sup>۲۲</sup> اے از تیج سخت  
 و نیز تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سالتوان استعانت کے لئے صائب کا شعر ہے شعر کہ می شوید  
 غبار کلفت از دل عند لیبان را<sup>۲۳</sup> در ان گلشن کہ انخون خود خسار می شوید<sup>۲۴</sup> اے بخون خود نظامی  
 شعر مگر شاہ زان داد چو کان بن<sup>۲۵</sup> کہ تاز و کشم ملک بر خوشن<sup>۲۶</sup> اے تابہ و کشم۔ اس شعر بن معنی  
 استعانت کے جب ہی درست ہونگے جب مرجع ضمیر مجرور کا چو کان کو بنائیں اور اگر شاہ کی جانب ضمیر  
 راجع ہو تو از ان تراعیہ یا ابتدائیہ سمجھا جائیگا مگر تقدیر اول راجع ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر  
 زیادہ ہوگا اس واسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہان تقدیر اول پر لے سکتے ہیں۔ تقدیر  
 ثانی پر جب زوکی ضمیر مجرور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا  
 مطلق چھوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سو اس کے  
 ملک کے تمام جہان کہاں سے لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب آٹھواں اجلیہ یعنی  
 یعنی برائے۔ انوری شعر مدیدہ فتح جاے سازی<sup>۲۷</sup> از کوری دشمنان لوارا<sup>۲۸</sup> اے برائے کور  
 کرون مدیدہ دشمنان کذا فی الشہر۔ تو ان سببہ سعدی شعر ہر آنکس کہ عیش نگویند پیش  
 ہنر داند از جاہلی عیب خویش<sup>۲۹</sup> ولہ ابگینہ ہمہ جایابی ازان<sup>۳۰</sup> نے محل است<sup>۳۱</sup> لعل دشوار بدست آید  
 ازان ست عزیز<sup>۳۲</sup> ولہ اسیر بند شکم را دوشب نگیر و خواب<sup>۳۳</sup> شبے ز معدہ سنگی شبے ز دل تنگی<sup>۳۴</sup> اے  
 بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ میں فرق یہ ہے کہ مجرور از اجلیہ کا فعل مذکور  
 کے لئے علت غائی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل سے مؤخر ہے اور مدخل از سببیہ کا فعل مذکور کی  
 علت موثرہ فاعلی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل پر مقدم ہے جیسے اشلہ سے ظاہر ہو واللہ تعالیٰ  
 اعلم بالصواب دسواں از محللہ اضافت۔ رائے محللہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا  
 اور مضاف کا مقدم مؤخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سبب طرح جائز ہے لیکن یہاں اس  
 عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہو کر تی ہے جیسے پاس از خدا و غم از حبیب  
 و عذر از تقصیر فردوسی<sup>۳۵</sup> شعر پاس از خداوند خورشید و باہ<sup>۳۶</sup> کہ دیدم تر از بندہ در جایگا ہ<sup>۳۷</sup>

از تیج پولا در تر  
 عدم اضافت از تیج پولا در  
 اضافت کے ساتھ کہا  
 جلسہ یہ لفظ ترکیبی ہے  
 ای خود غرضت کا  
 ہم دیکھا جیسے دور کی کوئی  
 چو نہ دیکھتے ہیں شعر  
 حال کے تیج ہندی ہو  
 اب ہا بکرم تر از چو نہ دیکھتے  
 اے از دوسے اصالت  
 از چو نہ دیکھتے یا از دوسے  
 دو سعدی از دوسے  
 گفتہ ہیں نام غیبت است  
 کہ دوزی بسالمان تراز  
 غیبت است اے  
 از دوسے سالمان  
 انجمن از غیبت  
 سخن سے کہہ رہے  
 سالمان میں بلکہ  
 موصوفہ یعنی بارک  
 جتنی چاہی گوہر  
 بلکہ سالمان تر اس جو جہاز  
 صاحب سالمان تر  
 واللہ تعالیٰ اعلم  
 غرضت کا  
 از محللہ اضافت

اے سپاس خداوند سعدی در شعر اقلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست تا بر سرش بود چو تو اے  
 سایہ خدا اے غم آسیب دہر و لہ بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بد رگاہ خدا آورد و اے  
 عذر تقصیر خویش۔ یہاں اس تحلیل سے سامع کو چونکا منظور ہوتا ہے تا وہ سامع اُس تفسید و قید  
 پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت  
 میں قید یعنی مضاف الیہ خارج ہوا کرتا ہے اور تفسید و قید تو شاید سامع اُس تفسید پر توجہ کرے اُس  
 قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تفسید از کے ساتھ کھول دیکھتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات شئی ہیں (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لئے کافی ہے) کہیں یہ از  
 محلہ رائے مخصوصہ کے معنی دیگا جس طرح غنی میں لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند میں یعنی سپاس جو  
 خاص خداوند عالم کے لئے ہے۔ اور کہیں سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر میں یعنی غم جو سبب  
 آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کر لیں پس از مادی کو (جبکہ بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ)  
 اسی محلہ کی قسم میں داخل کر سکتے ہیں مگر اسوجہ سے کہ اضافت میں اضافت حقیقی اصل ہو اور نہ  
 حقیقی میں مقصود مضاف ہی ہو کرتا ہے اور مادی میں مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہیں  
 مادی کو قسم جدا گانہ بتا دیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ گیارہواں از مادی وہ از ہے جو مادہ پر دخل  
 ہوتا ہے تا ظاہر ہوگا کہ جو اسم ماقبل از مذکور ہے مجرور از اس کا مادہ ہے خواہی یہ مادہ حقیقہ ہو خواہی  
 ادعاے محض اول جیسے اس شعر میں سعدی در شعر شمشیر نیک ز اہن بد چون کند کہے نا کس  
 بہ تربیت نشو و اے حکیم کس؟ ثانی جیسے اس شعر میں نظامی در شعر ز لعل و زور گردن و گوش پر  
 لب از لعل کافی و دندان زور یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاء بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و زور  
 اس زکو غم از آسیب و عذر و تقصیر کی طرح محلہ اضافت نہیں کہہ سکتے کسوا سطر کہ محلہ مضاف الیہ  
 پر دخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادہ حقیقہ ہے اور اس سے بعد حذف  
 حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محلہ کی طرح مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف  
 الیہ ہوگا جیسے شمشیر از اہن انگشت از زر سے شمشیر اہن انگشت زر اور اگر مادہ ادعا ہے مجرور از  
 اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور میں لب از لعل و دندان از زر سے لعل لب  
 در دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ماہ الا تیز مادی حقیقی اور ادعا ہے کا بھی وہی ہے مگر حال

اس تحلیل سے  
 سامع کو چونکا منظور ہوتا ہے

صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات  
 شئی ہیں (یعنی  
 کوئی مناسبت ہو  
 صحت اضافت کے  
 لئے کافی ہے) کہیں  
 یہ از

از مادی

مجرور از مادہ حقیقی  
 بھی ہوتا ہے اور  
 ادعا ہے کا بھی

مین مقصود اور محظوظ وہی اہم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے بعد مادی حقیقی مین مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی داعی مین مضاف الیہ مقصود ہو کر تا ہے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے جیسے اشلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و داعی کی اضافت بیانہ کہلاتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ بارہوان از برلے قسمت و توزیع یہ وہ از ہے کہ جو مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میر تقی رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیاضے کینم رقیب : جہان و ہرچہ دروہست از تو یار از من : اے ہمہ جہان قسمت تو دیا ر قسمت من - خواجہ فضل الدین کاشی رباعی ابرازد ہقان کہ نالہ میر ویدازو : دشت از مجنون کہ لالہ میر ویدازو : طوبی و بہشت و سلسبیل از زہد : مادی و لکی کہ نالہ میر ویدازو : تیرہوان از جو بجائے رے مفعولی کے مستعمل ہوتا ہے سعدی : شعر شب سروشان بردہ از دیدہ خواب : چو حراتا بل کنان از آفتاب : اے آفتاب رابض نسون مین بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے - مفید بلخی شعر چون گرم از آن شوخ ہوسناک مفید : من کہ ہچون صدف آبلہ دندان دارم : اے لب آن شوخ را - ممکن ہے کہ یہاں از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو - چو دہوان از جو بجائے در مستعمل ہوتا ہے نظامی : شعر چہل روز خود را گرفتہ زام : کا دیم از چہل روزہ گرد و تمام : پندرہوان از جو بجائے بر استعمال کیا جاتا ہے نظامی شعر نشست از ریاضہ رنور و بر آہست لشکر برسم نبرد : شعر فریب خوش از خضم ناخوش بہ است : پر افشاندن آب ز آتش بہ است : خسرو شعر اے پسر از ملک و جوانی منازہ نازد و کن کہ شد او بے نیاز : واضح ہو کہ ہرچہ ناز کا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دوشی پر آتا ہے ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ کے سبب انسان قرار آتا ہے ناز کا تاہر شیخ نازیرین دولت تارال کن : از من ناصح بہریرین سخن : دوسرا وہ کہ اسکے ناز و خور و شکوہ و رونا کرنا ہو جیسے صرغہ ناز بران کن کہ خریدار است : شق اول مین بر جی حقیقی یعنی استعمال کیلئے بہرکہ کہ سببہ پس جواز کہ موضع اول مین مستعمل ہو اسکو جی بقرار دینا نہیں چاہیے بلکہ اس موقع مین اگر خود مستعمل ہو اسکو معنی از کہنا مناسب ہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ سوہوان از جو بے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمہ پر نوش تو دارد : دلبستگی از سنبیل لگپوش تو دارد : اے دلبستگی با سنبیل لگپوش تو الخ - سترہوان از جو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلیہ صفت ہے

از برلے قسمت

از یعنی رادی مفعولی

از یعنی در

از ناز

معنی صاحب الجوار

وزادہ سبیل

وزادہ بابت موضع

معنی بابت صفت

از یعنی با

مرکبہ اتصالیہ

جو صفت

اور مرکب وصفی کے درمیان میں لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفته آب از سر گزشتہ کیا معنی کہ در اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفته و از سر گزشتہ صلیہ موصول محذوف کا۔ موصول صلیہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفته است و آب کہ از سر گزشتہ است ہے اس صورت میں موصوف کسرۃ توصیف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۃ اسنادی جو علامت جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت میں مفرد کے ہو جائے اس واسطے کہ صیغہ صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے بین آب ذرا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حروف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ میں جس طرح صاحب جوامع الحروف نے فرمائی ہے سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ درو بر و بار موصودہ و بار مرکب برابر جزو صفت واقع ہیں جیسے پائے در ماندہ چشم در راہ گوش بر آواز سر بر زانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر صفت مشبہ کے بیان میں گزر چکا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کبھی یہ از جزو صفت بقریۃ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے شعر بردست کار رفته نباشد گرفت و گیر چون بہلہ دست و کمر بار میکشم اگر مجھ سے پوچھیے اس از جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید بحث کلفت ہے اور حقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھا رہاں ۴ از جو صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یا آمدن یا در کردن یا دور ماندن وغیرہ اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی ۴ شعر جوابش داد یوسف کاے پر نیر او نہ نیاید باتو کس را از پری یاد ۴ اے در مقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول ہوگا سعدی ۴ شعر یکے پرسید زان گم کردہ فرزند ۴ کہ اے روشن گہر پر خردمند ۴ یہاں از پرسیدن کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی ۴ شعر حکیمے را پرسیدند از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ ۴ شعر کلک شکین تو روزیکہ ز ما یاد کند ۴ بیرون جرد و صد بندہ کہ آزاد کند ۴ باقر کاشی شعر تو خود کے می کنی از من فراموش ۴ کجا جان مے کند اتن فراموش اس حرف صلہ کو نہ معنی راے مفعولی سمجھنا چاہیے نہ زائد محض اگر معنی مفعولی ہو تا فعل لازم پر معنی فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے

حذف روابط مطلقا  
جو صفت واقع  
ہو سکتے ہیں خصوصیت  
از کی اس بارہ میں  
جس طرح صاحب جوامع  
الحروف نے فرمائی ہے

از جزو صفت  
کا حذف

از ضم

از جو صلہ پرسیدن  
و غیرہ کا فاعل  
اور مفعول اول اور  
ثانی پر لایا گیا ہے



کلام میں حرف زائد  
فائدہ بخشنے سے  
خالی نہیں ہوتے

ایز اور زیر کی  
تجنی

از اور اوبر  
یا بر وغیرہ ایک  
جگہ جمع ہو جاتے  
ہیں

از اول اور از  
پیش وغیرہ میں  
از کیا جو

کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جائے معنی میں کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا لانا فائدہ سو خالی  
بھی نہیں کچھ نہیں تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیر نے شرح  
جہامی کے من زائدہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے وہی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدہ  
التاکید غالباً کما هو شان الحروف الزائدة جیسے از بہر از براے از پے بلکہ اُس راکے ساتھ  
جو بمعنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہیں چونکہ از کو اپنے مجرور سے مقدم اور راکو مؤخر ہونا ضروری ہے  
از براے کی طرح از اور متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہیں گے جیسے مولوی معنوی  
کا شعر ہے شعر ساحران باموسی از استیزہ را پے برگرفتہ چون عصاے او عصاے اے براے استیزہ۔  
ازیرا اور آسکے خفت زیر این بھی از اور را اسی قسم کے ہیں اس واسطے کہ اصل اسکی ازین را وزین را ہے  
جسکو بعد حذف لون ازیرا زیر کہا کرتے ہیں مولوی معنوی رح شعر بگویدل راکہ گرد غم نگر دو پے ازیرا  
غم ز خوردن کم نگر دو پے سید حسن اشرفی شعر از عیب بہر سیز زانی بخود آساے پے زیر کہ خرد مند نیا سود  
زا غیار پے اور یہی خفت زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینوں حرف ایک مجرور پر داخل ہو جاتے ہیں جیسے  
میر معری کے اس شعر میں شعر از بہر ترا تو بہ و سو گند شکستم پے بر کف قدح بادہ نہا ویم دگر پیچ پے اے بہر تو  
انوری شعر فاتحہ و غش از زمانہ ہی خواست پے شیر سپہ از براے لوح سترین را پے اے براے لوح سترین  
مولوی معنوی شعر نامہ خواند از پے تعلیم را پے حرف گوید از پے تفہیم را پے اور اسی قبیل سے ہیں  
از اول از نخست از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہماں  
صورت کرد اول ز در و راہ پے درآمد بار خنہ روشن تر از ماہ پے اے اول بار۔ نظامی رح شعر طراز سر نامہ بود  
از نخست پے بنامے کرد نامہا شد درست پے فروسی رح شعر از آغاز بنوشت نام خداے پے کہ بود دست ہموارہ  
یاشد بجایے پے حافظ رح شعر رہ خلاص کجا باشد آن غریقے را پے کہ سیل محنت عشق ز پیش و پس باشد پے  
سعدی رح شعر برگ عیشے بگور خویش فرست پے کس نیا روز پس تو پیش فرست پے حافظ رح شعر گرم  
نہ پیر مغان در بروے بکشاید پے کد ام رہ بزخم چارہ از کجا جویم پے اے کد ام جا جویم یعنی در کد ام جا جویم  
کمال اسماعیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ پے کہ یادت ازین رنجور ناتوان آورد پے کہ افتاب  
شریعت بطلع مسعود پے باوج برج سعادت ز ناگاہاں آرد پے کیا معنی کہ اول و نخست و پیش و پس وغیرہ  
ظرف کے صفیے ہیں بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہو جاتے ہیں اب اگر یہ از عبارت سے

حذف بھی کر دیا جائے معنی سیطرہ بنے رہیں گے استقامت معنی میں ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امثلہ سے  
 ہویدا ہے اور یہ از اسے مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کر دیتا ہے جو ان ظروف سے ضمایم مفہوم  
 میں پس اس صورت میں یہ از بمعنی ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع میں مستعمل ہے حضرت امیر خسرو  
 فرماتے ہیں شعر بود در اول کس ازو پیش نہ ماند در آخر کس ازو پیش نہ حافظ شعر ہر کہ در پیش تبار  
 از سر جان می سوزد نہ تکت تن اولائق قربان نشود ولہ دلس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اندہ انچا تاول  
 گفت ہمان می گویم کہ فرق ان دونوں از اندہ میں یہ ہے کہ جواز کہ برائے وہر دراکے ساتھ  
 آتا ہے اس برائے وہر دراکے معنوں میں ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہیں اور جواز کہ ان ظروف  
 کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنوں میں ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمایم سمجھے  
 جاتے ہیں اور یہ بھی سن رکھیے کہ لفظ نگاہ میں گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحر گاہ میں اور نافی کے  
 لیے تو نا گاہ نے وقت کے معنوں میں ہوا اور جو فعل اچانک بغتہ ہوتا ہے وہ بھی وقت ہی ہوتا ہے  
 ایسوجہ سے اس لفظ کو مفاجات میں استعمال کرتے ہیں اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ مصباح  
 میں ہے فاجاء مفاجاً ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبیں عربی میں بھی مستعمل ہیں جیسے کہتے  
 ہیں جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فی المصباح اے رجع فی ساعۃ التی وصل فیہا  
 چنانچہ محاورہ اردو میں نے الفور کہا جاتا ہے غرض از نا گاہ اور از نخست از آغاز میں ایک ہی طرح کی  
 زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال  
 پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کروڑ نظامی شعر ہر آن فتح کا قبائلش آورد  
 پیش ہر فضل خدا دید نژدہد خویش امیر خسرو شعر منکہ سپہ را بوخاراندہ ام نژدہ سر باز می و دغا  
 راندہ ام چنانچہ ضمایم متصلہ کے بیان میں بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے ۔

الثانی، مرکب یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک تو انتہائی سادہ بلا تضمین معنی موصول شرطی اور  
 یہ از ابتدائہ کے مقابلہ میں آتا ہے تو یہ بھی ایک امر متبادلذات یا بالعرض کے لیے موضوع ہوگا  
 سیطرہ اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از وہلی تا اگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان  
 میں از ابتدائیہ پر قیاس کر لینا چاہیے علامت اور جد اشاس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل  
 میں از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے شعر کے بشرط کہ فردست کوچ تا وہلی

از اسے اور از  
 اول کے دونوں  
 راندہ ازین فرق

بنا گاہ اچانک کے  
 معنی کین دیا ہے

آز اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ  
 متصل پاتا ہے اللہ تعالیٰ عزت تبارک  
 و تعالیٰ کرانت کرانت ہے بین

تلاوت انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ کی

توان بعرصہ چلوڑ یا دو ماہ رسیدہ اسے ازینجا تادم ملی۔ صائب شعر جاے میروی کہ دل بدگمان  
من بہ تابا نگشتن تو بصد جان نمی رود اسے تا زمان مراجعت تو۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنویؒ  
شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد کہ دل او تادل اورا شدہ حافظ شیراز شعر فرق ست ز آب خضر  
کہ ظلمات جاے اوست بہ تا آب مالکہ مبعش اللہ کبرست بہ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کر دینا بھی  
جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش ز جهان چندان کر مہند بہ قسطنطین بہ استو تائبہ قسطنطین  
یہاں بار موحہ یعنی تا نہیں ہے بلکہ وہ باے موحہ ہے جو تا انتہائیہ کے بعد اکثر مستعمل ہو نظائی  
شعر بے منزل آمد من تا بتو نہ شاید ترا یافت الا بتو بہ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی  
اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض موضع میں  
نائب مناب کہ کا بنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصول  
کو بھی متضمن ہو جاتا ہے اور یہ دونوں تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے  
ساتھ مختص ہیں غیر زمان میں خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال سموع نہیں ابتدائیہ جیسے  
شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرو کر اجاہ کس دید در آفاق بیک شہر دور اجاہ اسے از زمانیکہ عشق  
تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہو تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرو شرط ہوگا  
اور کر اجاہ استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جاے نماذ اسکی جزا۔ اور جب کہ یہ تا اتنے  
معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لئے کافی ہو نہیں سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ  
کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہ ہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے  
نظامیؒ کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفر وخت نور بہ چشم جہان روشنی بود دور بہ شعر تا بقا  
در جہان بود ممکن بہ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد بہ اسے تا زمانیکہ جہان را بقاست اور یہ جملہ شرط ہو  
توات پاکت باقی باد جزا اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لئے لایا گیا۔ دوا میت معنی شرطی  
سے اشارۃ مفہوم ہیں نہ مفہوم تا واللہ تعالیٰ اعلم جو تھا ان معنون میں مستعمل ہوتا ہے جہاں  
عربی میں حتی مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر میں شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ  
دل کردم داغ بہ تاز لوک مژغ غلطیدہ بدمان رفتم بہ پانچو آن تا علت و سبب کے لئے یعنی مدخول  
اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بثر گال نعل گرد آشا بہ دیدہ را بنیش مکان نیم

حذف تا انتہائیہ

تا ابتدائیہ قصیدہ

تا انتہائیہ قصیدہ

تا یعنی حتی

تا علیہ وسیبہ

تازو سب

دیدہ بر تیش زون کی غرض کہو علت غائی کہو مژگان معشوق کے ساتھ جو کرنا ہے چھٹا تازو سب  
 جو کہ دوام و ملین شدت التزام پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ در صورت  
 وجود امر اول ترتیب امر ثانی میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی جیسے گلستان میں ہے نشر  
 فراش باد صبارا گفت تا فرش ز مروین بگستر و دایہ ایر بہاری را فرمود تا نبات نبات را در مہرین  
 پیرورد لیکن گستر و پرورد کو بسکون را صیغہ ماضی پڑھنا چاہیے نظامی شعر لہر نمود تا کوس روین  
 زدند و سراپردہ بر پشت پروین زدند کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا  
 تھا کہ ترتیب امر ثانی کا ہو گیا جس سے معلوم ہو جائے کہ متہ سے بات پوری نکلنے نہیں پاتی کہ  
 تعمیل اسکی ہو جاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر میں نظامی شعر نشد برتنے تا پیر خستش  
 نزد بر سرے تا نیند خستش یعنی دشمن پر جانے نہیں پاتا کہ جگہ اس سے خالی کر دیتا ہے یا اس  
 تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر بار نے نہیں پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض خول تا  
 اور اسکے ماقبل میں ملازمہ ہونا چاہیے اگر وہ ادعائی ہی کیوں نہواور یہ تازو سب تا بیانیہ کی طرح  
 کاف کے ساتھ بھی متعل ہے نظامی شعر در گروئی رفت چون تند باد و کہ تا چشم برہم نہ نہا  
 مختل ہے کہ مصرعہ ثانی روئی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو بتاویل مفرد کرنے  
 کے لئے لایا جاتا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سآ تو ان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام  
 ہو جاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب  
 بیا داو چو جام چند در محفل زوم و سینہ کندم آلفد ر تا ناخن برول زوم و اسی آلفد کہ ناخن برول زوم  
 لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہیں ہے تو کاف اصل اور تا اسکا  
 نائب سمجھا جائیگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو  
 تو اسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اسکا قائم مقام سمجھا جائیگا جیسے بہ نیم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی  
 شعر دبیر ان نگر تا بر وز سپید و قلم چون تراشد از مشک بید و اور یہ تا اور کاف ہر دو ایک محل میں  
 جمع ہو جاتے ہیں اس وقت کوئی کیکانائب نہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ نظامی شعر  
 بہ نیم کہ تا کردگار جہان و درین آشکارا چہ دارد نہان و شعر جہ نہا تا کہ بجائے سی و در و کبش تا  
 بہ دوا سے سی و اول میں کاف مقدم ہے ثانی میں موخر آٹھواں تازو سب اپنے متعلق کے

تأبیانیہ

تازو سب تا کی



مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح شعر رضا صاحب غرض تا سخن نشنوی ؛ اگر کار بند می پشیمان شوی ؛ اور تا ز نہاریہ اکثر منفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدی رح شعر بران باش تا ہر چہ نیت کنی ؛ نظر در صلاح رعیت کنی ؛ چنانچہ خود لفظ زہار اور ہرگز جمل مثبتہ پر داخل ہو ہیں سعدی رح شعر غم زہرستان بخور زہنہار ؛ بترس از زہر وستی روزگار ؛ صائب رح شعر در ملک خویش رخنہ فلکدن عقل نیست ؛ زہنہار بستہ دار زبان سوال را ؛ نظامی رح شعر گرازے شدم ہرگز آلودہ کام ؛ حلال خدا بر نظامی حرام ؛ محفل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ نوآن تا اسمی جبکہ ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے حضرت امیر خسرو معراج مین فرماتے ہیں شعر باز کشادست در آسمان ؛ پایہ برون ز زمین تا زبان ؛ اے بسوے زبان بظرف زبان یہاں زبان سے تسمیۃ اللہ یا اسم لازمہ آسمان مرا ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

بیان لفظ در

بیان لفظ در استعمال یعنی خواہ غیر متجانس مجاز

در بیخے ال

در بیخے قرب در معنی پیش

الثالث۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ و خواب در شب اور استعمال غیر ظرف مین مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی برابر آلی اور را مفعولی وغیرہ کے معنوں مین مجاز استعمال کیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لئے استعارہ کرنے مین مقصود متکلم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے شکر ظاہر ہے۔ اول بمعنی بر امیر خسرو شعر عمر ابد باد بعیش اندرش ؛ این غزل اندر لب خنیا گرش ؛ اے برب خنیا گز نظامی شعر بغوغاے لشکر در آمد شکیب ؛ کہ دست از عافیت و پا از رکیب ؛ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے دخول کے صلہ مین از واقع ہو نظامی رح شعر رطب چین در آمد ز نو شینہ خواب ؛ دماغے پر آتش دہانے پر آب ؛ ولہ در آمدن نالہ ناگہی ؛ گز اندیشہ پر گشتم از خود تہی ؛ ولہ غنودہ تن مردم از رنج و تاب ؛ نظر بر زمانے در آمد خواب ؛ شفائی شعر زہ کر دمان غمزہ غماز شفائی ؛ کو حوصلہ کہ عہدہ این ناز در آید ؛ اے بر آید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسر بمعنی الی سعدی رح شعر غیر از تو ملاؤ و ملجاؤم نیست ؛ ہم در تو گریم اگر کریم ؛ اے سوے تو گریم۔ نظامی رح شعر چنان دید در قاصد راہ رنج ؛ کہ از جوش دل مغرین آید بر رنج ؛ اے جانب قاصد تیر سربخنے قرب (جسکو اردو مین پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں) آتا ہے۔ امیر خسرو شعر دل تہوداد دست نشانی مرا ؛ در تو رسم گر برسانی مرا ؛ تیرے پاس پہونچ جاؤں ؛ چوتھا بمعنی پیش نظامی رح شعر

درجہ اولیٰ و ثانیہ  
درجہ اولیٰ و ثانیہ

در اتصال

در ضمیمہ

در زائدہ تاکید

مشوعاصی اندر خداوند خویش و خداوند ملکم پیوند خویش و ولہ زبس زنگی کشتہ بر خاک راہ و زمین  
گشتہ در آسمان و سیاه و اسے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجایے راسے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے  
نظامی و شعر ز تو آیتے وزن آموختن و وزن دیوار دیدہ بردوختن و اسے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا  
تیمیزیہ جو معنی تیز کے دیکھ ہے سعدی شعر بنی آدم اعضائے یکدیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند  
اسے از روئے آفرینش۔ سآوان در اتصال یہ جو بجایے بے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی شعر  
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب و شکر آنکہ کروید ارم ز خواب و نظامی شعر سنان در سنان رستہ چون کو  
خار و سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار و لیکن اس میں نسبت بے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہو گیا جی کہ  
خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے میں  
بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محتمل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصال یہ کی  
مؤید ہے۔ آٹھواں ضربی جو دو مقداروں کے بیچ میں ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقداریں  
خواہی کم منفصل ہوں خواہی متصل مگر یہ دونوں مقداریں یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے  
ہونی شرط ہے جیسے وہ در در گز کم منفصل جیسے فروسی کا شعر ہے شعر نہ اندر نہ آمد نہ اندر چہاں  
و کم متصل جیسے نظامی شعر بر آفاق کشور کشائی کنی و جہاں در جہاں بادشاہی کنی و کسواسطے  
کہ یہاں وسعت مملکت و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہرچین و چین  
صحرا و صحرا اور یہ کثرت و ابنوہ سے کثایہ ہوتا ہے اسکو اتصال یہ نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ اتصال  
پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب میں جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے  
ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہوئے  
تو ان در زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ بایاد رکے آتا ہے اور اسے بایاد رکے معنوں کی تاکید  
کرتا ہے۔ اول جیسے بدریاد اس شعر میں شعر بدریاد در منافع بیشمار است و اگر خواہی سلامت  
بر کنار است و دوسرا جیسے مولوی معنوی شعر در شود چون ماہی اندر آب در و انہیب من بشود  
زیر وزیر و بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑا دی جاتی ہے ولہ صد ہزار ان طفل می کشت از برون و سو  
اندر صدر خانہ در ورون و اور کبھی اصل حرف کو حذف کر کے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہیں جیسے  
مولوی معنوی کا شعر ہے آلت زر گر بہت کفش گر و ہچودانہ کشت کردہ یک در و اے در یک

دستور نامہ

فہرست

وسوان زائد جو زینت کلام کے لئے اکثر مصداق اور ان کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخشاں  
 و درواذن سعدی و شعر اگر درود ہدیکہ صلائے کرم و غزلی گوید نصیب برہم و نظامی و شعر زمانہ  
 چینین پیشہا بروہ و یکے درستانیکے درود و کبھی بقرئہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی و  
 شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاسے او و اے در پاسے او۔ اور یہ حذف اکثر اسمائے ظروف میں چونکہ  
 وہ خود متضمن معنی در و بر ہوا کرتے ہیں جاری ہے امیر خسرو و شعر نیم شب آن سیک آہی زد و در  
 آمد و آورد و براتی ز نور و اے در نیم شب نظامی و شعر نہ خلوت بدی کا فریش نہ بود نہ چون  
 کروہ شد بر تو رحمت فرود و اے در خلوت الخ مولوی معنوی و شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد  
 کا راو نے رونق و بے آب شد و اے در خواب شد۔

المراد لفظ بر۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت  
 نشست است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی و شعر ابر بارہ جنگجوئے سوار و برون رفت از قلعه  
 دیو سار و دوسرا یہ بر سہمی بھی ہوا کرتا ہے بمعنی فوق جیسے اودات تفضیل لگا کر برتر کہتے ہیں اور ہاے  
 نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ وابرہ و آبرہ بمعنی رومی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہیں عنصری کا  
 شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر و جامہ کا زابرہ شک است و آتش آستر و تیسرا  
 سہمی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے نظامی و مصرعہ کہ بسیار ناید براند کے و اور ہاے الفرق حرفی و سہمی  
 میں یہ ہے کہ معنی سہمی میں خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے واہ تفضیل و ہاے تسمیہ  
 و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضامین واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا  
 فردوسی و شعر بفرمان یزدان میان را بہ بست و نشست از بر رخس چون پیل مست و اے فوق  
 پشت رخس۔ نظامی و شعر نشست از بارہ رہ نور و بر آہست لشکر برہم نہرو و چوتھا استعلا  
 مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی و شعر برتست پاس خاطر بیچارگان و شکر و  
 بر باد و بر خدا سے جہاں آفرین جزا و کیا معنی کہ استعلا حقیقی یہاں خصوصاً بر خدائی میں محال ہے  
 پانچواں برسبب جو سبب پر دخل ہوتا ہے یعنی مجبور بر اپنے متعلق کے لئے سبب واقع ہو مثلاً کسی  
 نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑ دی تو کہہ سکتے ہیں کہ فلان برو شکر ترک ملازمت کر  
 نظامی و شعر معنی دگر بارہ ہوا ز رو و بیاد آزان خفتگان و سرور و زمین سوز من ناز و کج ساز نو و

لفظ بر کا  
 استعمال  
 بر کسی  
 اُسپر  
 برہ  
 لفظ  
 بر سہمی  
 میں ہاے

بر لزوم  
 برسبب

مگر خوش بچشم بر آواز نو و اسے آواز نوسب خوش فخن شود و لہ کے ناب می خورد و بر بانگ رود و  
 فلک ہر زمان می رساندش درود و لہ نہ پچیزان پس سر از داد و ہمہ سال سے خورد و بر یاد او و  
 یعنی حریفان گذشتہ کی یاد اور آگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور نرم و  
 پرستی کا سبب بن جاتا ہے چھٹا بر اجلیہ جو یعنی برائے کے آتا ہے نظامی و شعر فرستاد تری ہنر اور او و  
 کمر بستہ ہر خدمت کا را و اسے برائے خدمت کا را و۔ مابہ الامتیا ز سبب اور اجلیہ بیان ازین مذکور ہو چکا  
 ہے۔ ساتواں بر اتصالیہ جو یعنی باے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی و شعر زبں مردمی یا  
 کہ آن زن نمود و زبان بر زبان کہش سے ستود و ملک را بیدار آن و نواز و زمان ہر زمان بیشتر شد  
 نیاز و آٹھواں جو یعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی و شعر بجائے میا و کہ جہنم زجا و  
 نذر و پریش بر پیل پاے و اسے مقابل پیل ثبات ندارد و لہ ہزار سی نمود از پے ز رخ و بنا لید  
 بر مرد گوہر فروش و اسے پیش مرد و لہ بفرمان شدہ کرد و سی شتاب و رسانیدمہ را بران آفتاب و  
 اسے نزد آن آفتاب و لہ یکے بر صد آید نہ صد بر یکے و اسے یک نزد صد آید نہ صد نزدیک مختل ہو  
 کہ یہ بر اسمی ہو یہاں فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نواں بر یعنی الی حافظہ شعر  
 مرثیہ سیاحت ار کرد بر خون ما اشارت و ز فریب او میندیش خلطی مکن نگار و جدال سعدی شعر لیکہ  
 حور ہشتی ریلو و لیغا کرد و کے التفات کند بر بٹان یغائی و اور اسی معنی میں ہے۔ برمن منکر بر کم  
 خویش نگہ نظامی و شعر سکندر بتاریکی آرد شتاب و رہ روشنی خضر یابد بر آب و دسواں بر جو  
 بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی خزین شعر ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی و بادہ ناب گفت  
 شور شراب بر سرم و اسے در سرم مدار قافیہ شراب و کباب وغیرہ پر ہے۔ نظامی و شعر جلا ج  
 از ہوا بر زمین برودہ بیخ و پس آہنگ شد در زمین چار بیخ و اسے در زمین بیخ برودہ۔ گیارہواں  
 بر مفعولی جو بجائے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے صائب شعر بر جرم من بخش کہ آوردہ  
 شفیع و اشک ندامت و عرف انفعال را و اسے جرم مرا بخش الخ بار ہواں بر یعنی با وجود۔ نظامی و  
 شعر بران فحلی اسکندر فلیقوس و تکرر التفاتے بچندین عروس و اسے با وجود مردمی و مذکری۔  
 تیرہواں ہر نائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ یا یا مجرور بہ کے آتا ہے اس سے محض تاکید یعنی یا یا  
 چار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے ہدیہ بر اس مصرعہ میں چون تا فخن رستم سگری ہدیہ بر

بر اجلیہ

بر اتصالیہ

بر یعنی مقابل و پیش و نزد

بر یعنی الی

بر یعنی

بر مفعولی

بر یعنی با وجود

بر نائدہ تاکید



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مظاہرِ حقین  
زائد نہیں ہے  
تاکیدِ اختصاص  
کرتا ہے

مرجعل و چین خوشتر وطن اور کبھی اس معنی کی تعین و تاکید کے لئے لفظ برائے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہیں انوری شعر ہر ان مثال کہ توفیق تو بران نبود زمانہ طے نکند جز برائے خنارہ چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبین و موکر سے موخر ہوتا ہے اور یہاں برائے ہو یا م لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لئے یہ برائے و مر لائے جاتے ہیں) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہیں چاہیے اسکے نظائر موجود ہیں چنانچہ مئے و نجام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحہ ظریفہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالیٰ باوجود میں اسکا بیان آویگا۔ دوسرا را تو سلیہ یعنی وہ را کہ مفید معنی تو سل و توسط ہے جسے مصرعہ خدا را برین بیدل بخشاے و تیسرا علیہ یعنی دخول اس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے مولوی معنویؒ شعردیہاران کے شود سبز سنگ و خاک شوتا گل بر وید رنگ رنگ و سالہا تو سنگ بودی دلخراش و آزمون را یک زمانی خاک باش اسے امتحان اسے از براے امتحان چنانچہ بجائے را از براے بھی آیا ہے مولوی معنویؒ شعرا از براے آزمون مے آزمون و زانکہ لب مروانہ و جانبا ز بود و یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسطر ح مصلحت را زلالی دیوانہ کے بازار حلب میں جانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر مصلحت را آتش اندر خانہ زد و تند گشت و باگ بر دیوانہ زد و چوتھا را سبب یعنی دخول را فعل متعلق کا سبب ہو سجدی شعر قضا را سن و پیرے از فاریاب و رسیدیم در خاک مغرب باب و لے بہ سبب قضا الہی یعنی قضا را متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الہی ہے جو اس سے سابق ہے پس را علیہ و اسبب میں وہی فرق ہو جو از اہلیہ اور سبب میں تھا کبھی اس راے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتماد پر حذف بھی کر دیتے ہیں مولوی معنویؒ شعر مصطفیٰ آدم عیادت سوے او و چون ہمہ لطف و کرم بدخسے او و اسے برائے عیادت الز پانچواں را یعنی براستعلا نظامیؒ شعر بدہ جزئیہ از مایہ کینہ را و قلم در کش رسم دیرینہ را اے بر رسم دیرینہ فردوسیؒ جو بگزے رسم کے تیر بنانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر چوبش نیر رسم میان را بہ بست و از انجا یکہ رخس را بر نشست و اسے بر رخس۔ نظامیؒ شعر شہ از ہول آن بازی سہناک و تر سید کا فتہ سپہ را ہلاک و اسے بر سپاہ۔ مولوی معنویؒ شعر راست می فرمود آن بحر کرم و من شمار از شما مشفق ترم و اسے بر شما۔ چھٹا را یعنی و ظریفہ پر خسر و

را تو سلیہ  
را علیہ

حرف

را علیہ کا حذف

راستعلا

را ظریفہ

را بے از

دہلوی شہر ختم کبر معشان سینہ را بہ پشت مدہ صحبت دیرینہ را بہ اسے در سینہ نظامی شہر کہ چن  
 صبح را شاہ چین بار دادہ عروس عدن در بدینار دادہ اسے در صبح ساتوان را بمعنی از نظامی شہر چن  
 ناکشادہ لب آگیرہ کہ آید لب غنچہ را بوسے شیرہ اسے از لب غنچہ بوسے شیر آید ولہ لب غنچہ را کایدش  
 بوسے شیرہ بکام گل سرخ در دم عبیرہ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنی  
 کایدش میں شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر میں مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو  
 یہاں بسبب تعذر کے لاحق نہیں ہوئی چنانچہ حالت انفصال میں اور اور کہتے ہیں پس کایدش کی  
 تعبیر کاید اور اہوگی جیسے در لے آدم میں در لے آدم را کے ساتھ تعبیر کجاتی ہے اور یہاں اور میں را  
 اپنے معنی مفعولیت پر نہیں بلکہ از کے معنوں میں ہے یعنی لب غنچہ را کہ آید از بوسے شیر چنان چنان  
 کن واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب آٹھواں را بمعنی با۔ بنجر کاشی شہر ختم الرسل اگرچہ نحو واداد از کرم  
 آن نسبت کہ داشت نارون کلیم را بہ اسے با کلیم۔ نو آن را محملہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ  
 پر دخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کر دیتا ہے جس طرح عربی میں لام اختصاص مضاف الیہ پر دخل  
 ہوئیے جیسے غلامہ نزدیک سے غلامہ لمزید اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے  
 مقدم و موخر بفصل و بلا فصل سب طرح بلا کٹکٹے لاسکتے ہیں تا تحلیل بخوبی متحقق ہو جائے سعدی  
 شہر شور و تختان آرزو خواہند بہ مقبلان راز و ال نعمت و جاہ بہ اسے زوال نعمت و جاہ مقبلان ولہ  
 کسانرا نشد ناوک اندر حیر بہ کہ گفتی بدوزند سندان بہ تیر بہ اسے ناوک کسان نظامی شہر گزارندہ  
 صرف گوہر فروش بہ سخن را بگوہر برآمد گوشت بہ اسے گوش سخن ولہ چہل روز خود را گرفتہ زمام بہ اسی زمام  
 خور۔ دستوان زائد محض جو کسی معنی کا افادہ نہیں کرتا صرف برائے بیت آتا ہے خواجہ جال الدین  
 سلمان کا شعر ہے شہر امید زندگانی را کہ دارد بہ تن رنجور من جان روان ست بہ اسی امید زندگانی  
 کہ دارد۔ اگر غور کیجئے تو اس قسم کی ترکیبوں میں چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہیں کرتے تو یہ را  
 زائد قرار دیا گیا۔ ورنہ در اصل دارد فعل اس میں ضمیر ستر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی  
 را مضاف مضاف الیہ ملکہ دارد کا مفعول بہ اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا زائد نہیں کہلاتا  
 واللہ تعالیٰ اعلم اسی طرح سید حسن اشرفی کے شعر میں شہر یارب سبے ساز کہ آن سرور وان را بہ  
 آرد بر بخت علی الرغم جہان را بہ اسے علی الرغم جہان یہاں محتمل ہے کہ مجموعہ علی الرغم کو ایک لفظ قرار

را بمعنی با  
محملہ اضافت

را زائد محض

دیکر یعنی عے کی ترکیب سے قطع نظر کر کے را کو بمعنی برقرار دیا ہو اور عے کو جز و لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا و لیکن کا و او جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات میں عربی الفاظ میں تصرفات کو جائز رکھتے ہیں جیسے حور کو جو جو جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہیں مہصر عہ حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف و اور کبھی اس را اور اس کے مخول میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدیؒ شعر دانکہ را بادشہ بیند از و کسش از خیل خانہ نتوازد و اسے نرا کہ حافظہ شعر محرم را ز دل شید آخودہ کس نے بنیم ز خاص و عام را و اسے کس را نے بنیم صاحب قوانین و تنگیری وغیرہ نے قاعدہ فصل پر توجہ نہ کی زائد محض کہ ہدایہ اللہ تعالیٰ اعلمہ بالوصو۔ اور کبھی سیاق و سباق کے اعتماد پر اعلات مفہول حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنویؒ شعر مصطفیٰ آمد عیادت سوے او و اسے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام خوردم۔ آب نوشیدم سعدیؒ شعر بروز کار سلامت شکستگان دریا بہ کہ جبر خاطر مسکین بلا بگرداند و اسے شکستگان را دریا بہ و بار را بگرداند ولہ مرا یکدم بود برداشتند و بکشتی د درویش بگذاشتند و اسے درویش را بگذاشتند

حذف اعلات مفہول

بیان کا  
کاف علیہ

السَّادِسُ حروف صلہ و رابطہ میں سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہی معنوں میں مشتمل ہوتا ہے ایک تو کہ علیہ چلت پر دخل ہوتا ہے یعنی مخول کاف اپنے قبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت خائفی جسکو غرض کہتے ہیں اول کاف تعلیلیہ و سببیہ ہی کہلاتا ہے جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر بے سجادہ رنگین کن گرت پر مغان گوید و کہ سالک بیخبر بنود ز راہ و ہم منزلیا و کیا معنی کہ سالک کی خبر داری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرانے میں تاثیر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرے کاف غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر دخل ہوتا ہے سعدیؒ شعر غریب آشنا باش و سیاح دوست و کہ سیاح جلاب نام نکوست و ولہ انگور نو آورده ترش طعم بود و روز دوسہ صبر کن کہ شیرین گردد و کیا معنی کہ مسافر کے ساتھ مروت کرنے کی غرض اور علت خائفی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسبطر ح صبر کی علت خائفی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے نظامیؒ شعر اگر نیک بشناسم شاہ را و شناسد لب ہر کسے ماہ را و اسے کہ شناسد ہر کسے ماہ را یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناسم عجب نیست

کاف غائیہ

حذف کاف غائیہ



کاف تثنیہ

ہر کہ ہر کس در شب ماہ را بشناسد تیسرا کہ تثنیہ جو جملہ تثنیہ پر داخل ہوتا ہے بعینہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تثنیہ پر بیدار شعر مکن گردن فرازی تانسا زودہر پالمالت و

کاف تفریع

کہ نے آخر بحر مکرشہ ہا بویا گرد و غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسپر دام غزلت شوہ کہ در پرواز وار و گوشہ گیری نام عقارہ چوتھا کاف تفریع جیسو عربی مین فا کے ساتھ اردو مین تو کے ساتھ

تعبیر کر سکتے ہیں نظامی در شعر سو خزن آوردم اول پہنچ کہ شستی نکر دم دران کار ایچ یعنی کہتے ہیں مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے مین تازہ دم تھا تو مین نے اس مین رضا مین لطیف

و معانی نازک کے ایراد مین ذرا شستی نہ کی۔ اس طرح اس شعر مین نظامی در شعر ہزیرا سے پند و زیران شندہ کہ از جملہ دور گیران شندہ پانچواں کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی دخول اسکا شرط

کاف شرطیہ

ہوتا ہے نظامی در شعر نہ خلوت بدی کافریش نبود نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فرودہ اے وقتیکہ آفریش نبود۔ عراقی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو مین بجان آدم اکنون تو چرا

مے نائی و اے ہر گاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین تھیں کے لیے لفظ ہر گاہ جو مضمین معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرعہ ہر کہ گفت گزر بکویت چھٹا کہ جزائیہ جو جزا پر دخل

کاف جزائیہ

ہوتا ہے تا شرط و جزا مین ارتباط پیدا کرے جی طرح عربی مین فا اور قدیم اردو مین لفظ تو۔ اس فا کے لیے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر مکن و

تا تو ان کرو عمارت دل ویرانی را و اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر۔ اس طرح جملہ کہ مرلج نہ نشینی مرزا احمیل کے شعر مین شعر بر خیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ و گزشت کنندت کہ مرلج نہ نشینی و

مگر صاحب جو اس الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زہاریہ نام رکھتے ہیں اور اسکے قبل ان صلیہ اور مابعد فعل منفی و نہی کا ہونا شرط کرتے ہیں میری سمجھ مین یہ بات نہیں آئی ایک تکلف معلوم

ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونے کی صرف معنی زہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زہار اور ہر گز جملہ مثبتہ پر آتے ہیں جی طرح بیان تازہ زہاریہ مین عرض کر چکا ہوں چنانچہ اس شعر مین دیکھیے سی

قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے شعر بہرن دہر سخت ست مشو مین از و گر خود ام و زہر دہ است کہ فردا بہر و یعنی اگر آج نہ لیکیا تو کل لیجا یگا جناب بہار کی را سے پر یعنی اگر زہار یہ کہا جائے یہ ترجمہ ہوگا

کہ اگر آج نہیں لیکیا ضرور کل لیجا یگا کیا معنی کہ زہار و ہر گز مثبتہ مین معنی ضرور کے دیتا ہو جیسے

صلحین ہوا المودن  
ال کاف زہاریہ کہ مین  
اور جہنم شلا سنا  
سلفہ نمہ کہ مین

غیم زیر دستان بخور زینہارہ اسے ضرور عاجز و محی غنحواری کر۔ اور اگر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر کن زینہارہ  
 کہنا اور اگر خود ام و زینہارہ است کہ فردا بر و کونہ کہنا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سا توان کہ لزوم  
 جو دو جلوئے در میان دخل ہوتا ہے جن میں باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل مابعد کے لئے  
 علت ہو اور مابعد اسکا معلول جس سے مدخل کاف اپنے ماقبل کے لئے لازم ہو جیسے عرفی کا شجرہ  
 شجر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آمدہ گر مرغ کباب است کہ بابال و پرایدہ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو  
 اتفاقہ بھی کہتے ہیں وہ ایسے دو جلوئے در میان دخل ہوتا ہے کہ جن میں ایسا علاقہ نہیں ہوتا کہ جس  
 مدخل کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شجرہ شجر شہ گزشتہ بزینہارہ و پودہ  
 کہ افتاد خرد و اوران خرابہ گزردہ اسے ناگاہ افتاد الخ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ لزومیہ میں جلوئے ماقبل  
 کے لئے مدخل کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبل کاف مابعد کی علت یعنی یہاں کشمیر میں آنیکو بابال  
 ہو جانا لازم اور بابال و پودہ ہونیکو دخل کشمیر علت اور مرغ کباب است جلوئے معترضہ بخلاف فجائیہ  
 کہ اس میں باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقہ لازمیہ اس میں نہیں ہوتا یعنی یہاں سر بزینہارہ و اور گزردہ  
 کردن خرد میں کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے یا بمعنی اسکا اتفاقہ نام  
 رکھنا مناسب نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی تبیین و تعین معنی فجائی کے لئے کاف  
 کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیخسروے دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہی جستم  
 کہ ناگہ چشم بدخوسوے رویش رفت و جان گم شدہ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ توان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عرفی میں لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہیں اور یہ دو  
 معنوں میں متعل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس میں ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے  
 اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر میں سعدیؒ شاعر از  
 جہل بے شکتم پائے خرد کہ از جو سلطان پیدا کردہ اسے بلکہ از جو سلطان الخ یا اس میں ترقی  
 مطلوب ہوگی جیسے سعدیؒ شاعر نہ فندے کہ مردم بصورت خوردہ کہ ارباب معنی بکاغذ بندہ اس  
 بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ امین معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اعراض  
 نام رکھتے ہیں کیا معنی کہ اعراض بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہیں اعراض علیہ ای اعراض  
 کما فی المنتہی الارب اور اضویت علیہ اعراضت عنہ ترکا و اھمارہ دوسرا بلا قصد ابطال

کاف لزومیہ

کاف فجائیہ اتفاقہ

کاف عاطفہ اعراض  
کاف اعراض  
مطلوب مقصودینکاف اعراض  
مطلوب مقصودینکاف عاطفہ سادہ  
بسنے واو

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہیں اس وقت اسکا استعمال بجائے  
 واو عاطفہ ہوگا سعدی رح شعر اے بسا سپ تیز رو کہ باندہ کہ خرنگ جان بنزل برودہ اے  
 وخرنگ ائم ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم میں داخل کریں مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاثر ہوگا  
 یعنی باندہ سے جان بنزل نہر کے معنی مراد لیں اسے بسا سپ تیز رو جان بنزل نہر وبلکہ خرنگ  
 جان بنزل برودہ اور عربی میں بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہو جیسے اس آیت شریف  
 میں بعض مفسرین کی رائے ہے کَمَا قَالَ عَمْرٌو جَلَّ وَاللَّهُ مِنْ قَرَأَ اِنَّهُ مَحْطَبٌ بَلْ هُوَ  
 قَرَأَ اِنَّهُ مَحْطَبٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جبکہ یہ کاف کئی معنوں میں مستعمل تھا مزید توضیح  
 و تفسیر معنی خاص اضرابی کے لئے لفظ بَلْ جو عربی میں اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہیں  
 جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تائے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور حسب طرح را بمعنی براے یا از بمعنی براہ کے  
 ساتھ ہر و براے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کر کے بلکہ کہا کرتے ہیں  
 نظامی رح شعر بر شمش تے بلکہ لولو سے ۛ روندہ چو لولو براہریشے ۛ یہاں صرف عطف بلا قصد  
 ترقی ہے۔ اور کبھی اس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہیں صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہیں  
 امیر خسرو رح شعر ہدیہ بسے ہر خداوند تاج ۛ ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج ۛ یہاں ترقی مقصود ہے اور کبھی  
 وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح شعر ترا با چنین تندی و کسری ۛ  
 نہ پندارم از خاک کی از آتشی ۛ بلکہ از آتشی عربی شعر بچار سوئے سخن نقد را بجی دارم ۛ نہ ہچو ماہ ز راندو  
 آفتاب عیار ۛ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاء متاخرین نے باشد و شاید  
 کیطرح موضع ظن میں استعمال کیا ہے طغرا شعر گر بطغر انظرے میکنی اموزگن ۛ بلکہ از دور و فراق  
 تو لغو دازسد ۛ فیاض لاجبی شعر در سر و گل و یاسمین آن نور ندیدم ۛ ہنگامہ مرغان چمن بلکہ لوباشی  
 محمد سعید اشرف شعر گر بآید خطت مشو لگیر ۛ بلکہ خیریت و ان باشد ۛ اور فارسی قدیم میں لفظ  
 وَاَنْ لَفَتْحِ وَاَوْ اضراب کیلئے مستعمل ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ و سوال کہ تفضیلیہ جو فضل علیہ  
 پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی رح شعر از دست توشت بردمانان خوردن ۛ خوشتر کہ بدست  
 خویش نان خوردن ۛ ولہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی نخل ۛ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ۛ اور باقی  
 حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کر لیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ گیارہواں کاف مقولہ

وقت قیام قرینہ  
 حذف کاف اضرابی

کاف تفضیلیہ

سورۃ تہوٰلہ کی تحقیق

جو جملہ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدیؒ شعر بخندید  
 و ہقان روشن ضمیر کہ پس حق بدست من ست اے امیر ذی اے گفت کہ پس از ولہ ہی گفت گریان  
 براحوال طے بسبع رسول آمد آواز وے بہ بخشیدش آن قوم و دیگر عطا کہ ہرگز نکر واصل گوہر خطا  
 اے بخشید و گفت کہ ہرگز واصل حیل خطا کند۔ یہاں ذرا سی توجہ سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی کہ یہ کاف  
 مقولہ بمعنی گفتن نہیں بلکہ بحسب اقتضائے مقام کوئی شق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہو گا یہ  
 کاف مع اپنے مفعول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بجائے پس جس صورت میں کہ فعل گفتن مفعول  
 ہوتا ہے یہ کاف انہی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی  
 کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض دراصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اس  
 فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ  
 جملہ مفرد کی تاویل میں کر لیا جاتا ہے جس طرح عربی میں لفظ ان سعدیؒ شعر فریدون گفت  
 نقاشان چین را کہ پیرامون خرگاہش بدوزند نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مفعول  
 کاف مفعول ثانی یعنی مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہیں رکھتا کاف مصری  
 اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر مفعول بن جائے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی  
 فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادہ کا  
 کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھ دیا  
 گیا ورنہ اور جملوں پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہیں اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے  
 مادہ سے نہیں یہ کاف مصری لایا جاتا ہے اور وہاں بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے  
 خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا سعدیؒ شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردی  
 و درکت نماز اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل میں مفرد کے ہو کر معطوف  
 معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اس طرح ولہ بامید بیشی ندا و نخورد و خورند و اند کہ ناخوب  
 کہ ناخوب کرد تاویل میں مفرد کے ہو کر و اند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ و اند افعال قلوب سے ہے  
 جو وہ مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعہ اول یعنی بامید بیشی ندا و نخورد و خورند پس  
 مناسب تھا اس کاف کا مصدر یہ نام رکھتے اور موضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نام  
 رکھنا مناسب ہے



جیسے عربی میں اس اُن کا مصدر یہ نام ہے اور اس اُن کی بدولت بڑے بڑے قصے کی قیل  
 کے مفعول واقع ہو جاتے ہیں۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جائے تو اس کو اُن للتفسیر کی طرح  
 کاف تفسیر کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَّا أَمَرْتُ بِهٖ اِنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ  
 اور تَبَارَكَ اِنْ يَّآ اَيُّهَا اِهْلِيْہُمْ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے  
 سعدی در شعر حد کرین زانکہ دشمن گوید ان کن + اے گوید کہ ان کن یعنی گوید کردن آنرا۔ اسطرح عربی  
 میں اُن مصدری حذف کیا جاتا ہے مع البقاء عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ  
 ثانیہ سبع معلقہ میں ہے شعر اَلَا اَيُّهَا الَّذِیْ اَلَّہُمَّی اَحْضُرْ الْوَعْدَ وَ اَنْ اَشْهَدَ الْاَحْثَ  
 هَلْ اَنْتَ مُخْلِدٌ اے اَنْ اَحْضُرْ الْوَعْدَ۔ واسطحا علمہ بالصواب۔ بارہواں کہ دعائیہ جو  
 جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی در شعر زعہد پدر یادم آید ہی + کہ باران رحمت برو ہر دمی +  
 نظامی در شعر مرزان کریمان صاحب زمان + توئی ماندہ باقی کہ باقی بمان + ولہ نختین شملے  
 جہاندار گفست + کہ بادا جہاندار با کام جفت + اگر غور کیجے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی بنحوں کا  
 فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعا  
 کہ تفسیرش باران رحمت برو ہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہیں یعنی دعا میکنم پدر  
 را بخیر کے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت از مفسرہ بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے میں کوئی قباحت  
 نہیں جیسے اے وانی ہدایہ میں ما کی تفسیر ان اقد فیہ سے کی گئی اِذْ اَوْحٰیْنَا اِلٰی اُمِّکَ  
 مَا یُؤْمَرُ اِنْ اَخَذَ فِیْہِ۔ واسطحا علمہ بالصواب + اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے  
 نظامی در شعر بزرگ ہمہ شہر زین شہر دور + نگرید کسے در بود ناصبور + اے کرین شہر دور باد + تیر ہواں  
 کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم پر آتا ہے نظامی در شعر بدارے گیتی ودانے راز + کہ دارم  
 بہ ہیو و دلا نیاز + شیدا شہر مرا کہ نیست بدور لبست ہواے قدح + بجان بادہ کہ جان میدہم برا  
 قدح + اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کر دیا جاتا ہے شعر ہر خشنده آذر باستا و زند + بخورشید روشن  
 بچرخ بلند + بروم اندر آرم ز گرد سپاہ + کہم چشم خورشید روشن سیاہ + اے سوگند بخورشید روشن  
 کہ در روم سپاہ آرم از چو ہواں کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب میں مشبہ بہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے  
 شہر عیان از غم نمل آن عکس لب + کہ فانوس نایخ در تیرہ شب + اے چنانکہ فانوس نایخ از غم نظامی

اُن کاف کو در صورت  
 خصوصیت معنی قول  
 کاف تفسیر کرنا چاہیے

کاف دعائیہ

حذف کاف دعائیہ

کاف قسم

حذف کاف قسم

کاف تشبیہ

شعر کے بیشہ و گردش انچوبہ تیر کہ باشد گیا برب آگیر کہ اسے چنانکہ باشد چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے نظامیؒ شعر گرا سودہ ورناتوان میزیم چنان کافریدی چنان میزیم اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجویزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو بحر لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسمی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب میں مستعمل ہوتا ہے وہ یہاں ان اسئلہ میں مقدر ہے پس چنانکہ میں بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کسواسطے کہ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی میں کما خلقتی کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اس میں کاف حرف تشبیہ اور صاموصلہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب پندرہواں کاف بیانیہ جو کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر دخل ہوتا ہے نظامیؒ شعر چنان دارم اسے داور کار سازہ کرین بانیا زان شوم نے نیاز کہ چنان گرم کن عرم ریم ہو کہ خرم دل آیم چو آیم ہو اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشتر تم قاسم فضلے آسمان تنگست بہر جا جست سنگے از فلاخن رو بآورد کہ فضلے آسمان از صاحب جواہر الحروف نے نظامیؒ کے اس شعر میں شعر جزا دہر کسے باتوسر میزند چوزلف توسر بر کمر میزند اسے ہر کسے کہ باتو از کاف بیانیہ محذوف مانا ہے مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث میں گذر چکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سولہواں کہ تردید جو بجائے لفظ یا حرف تردید کے مستعمل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہتر است کہ آن ازین بہتر است و این از آن اسے حسن معشوق بہتر است یا آن معشوق حافظہ شعر چشم صاحب نظر در پے دنیا است کہ نیست کہ سر خط سادہ دلائل نقش تناسل کہ نیست کہ اسے در پے دنیا یا نیست و نقش تناسل یا نیست یہاں اس تردید سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی و اثبات حصر کا ہے اور کبھی اس معنی کی تعین و تبیین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم موید غم سے نوشت یا کہ رگ ابر سیہ بود و دست واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سترہواں کہ زائدہ مولوی معنویؒ شعر اینچنین قفل گران را اسے وود و کہ تواند جز کہ فضل تو کشود اسے جز فضل تو کہ تواند کشود ولہ جز کہ صاحب ذوق نشاء طحوم شہد رانا خوردہ کے دانی زوم ہا لقی شعر طرازندہ داستان کہن چہین شہ صلی بند بکر سخن

کاف بیانیہ

کاف تردید

کاف زائدہ

کہ از فرو اقبال شاہنشہی کہ از فتنہ شد آن ممالک تہی ہاے از فتنہ الہ سعدی شعر بیا زنی گفت  
 این سخن بایزید کہ از منکر امین ترم کر مرید ہاے از مرید الخ اگر غمہ کیجاے ان کا فون میں تاویل  
 کیجا سکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے شکل جباتین اور یہ بھی سن لیجئے کہ سواے ان  
 حرفی کا فون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں کاف اسی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اہم میں گزر چکا  
 اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی شعر گزند کسانش نیاید پسند کہ ترسد  
 کہ در ملکش آید گزند ہاے کسیکہ ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کراجا و ان  
 ماندن امید نیست۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظور ہو چکا یا اثبات یا انکار مگر باعتبار  
 مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار میں حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو مضمون ہے  
 جیسے درخانہ کیست۔ اور باقی اثبات و انکار میں معنی طلب اپنی حقیقت پر نہیں ہے اول یعنی اثبات  
 میں تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر میں انوری عم کہ بر فروزد ہر باد او مطلع صبح ہاے سعدی شعر  
 بامرش وجود از عدم نقش لبست کہ داند جزا و گردن از نیست ہست یعنی وہی ہر باد او مطلع صبح روشن  
 کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اس  
 مجاز کے اختیار کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم  
 کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا  
 اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال میں از نیست ہست کر دن کہ داند غیر اونمی داند کے مساوی  
 ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست کر دن ہم اودا داند کو۔ اور استفہام انکاری میں جمیع افراد سے  
 انکار مقصود ہوتا ہے نظامی شعر کر اور خوراسے باشد بلند نگوید سخنہاے ناسودمند ہاے  
 کسے رایا ہر کر ایضے جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسؤل ہیں ان سبے شکم مضمون جملہ مداخل  
 کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر  
 میں غنیمت شعر کہ میگوید کہ بر عزم سفر لبست ہاے بقتل عاشق مسکین کمر بست ہاے یعنی کوئی بھی نہیں کہتا  
 کہ معشوق نے سفر کے لئے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لئے کمر باندھی ہے  
 یہاں منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نافی کی تعمیم حاصل ہو جائے۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ بیان کہ  
 استفہامیہ مجرد تو بیخ کے لئے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہہ دیا ہو کہ

کہ نفی موصول

کہ استخباری  
کہ تقریری

سہر زکاری

استفہام انکاری  
دوسری تاویل

بقصد سفر کمر باندھی ہے تو شکم سکوڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول  
 بنسبت اس معنی ثانی تو بیخی کے ابلغ ہیں اس واسطے کہ یہاں صرف ایک شکم تنہا منکر ہے اور اول  
 میں جمیع افراد یک زبان منکر ہیں غرض استفہام انکاری میں تعمیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریر میں  
 تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصر ہے) مقصود ہے تاہم وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ واضح ہو کہ  
 کاف استفہام ذو العقول کے لئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لئے اور  
 جہان ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں تعین نہ ہو سکے وہ بھی (بحکم انکہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے)  
 غیر ذوی العقول میں مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شیخ معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے  
 یا غیر انسان تو یہاں سوال میں این چیست کہا جائیگا و این کیست۔ اور یہ بھی سن لے کہ جب  
 یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری شعر دروغ زر گسنہ  
 چشمے بخوان تو بنشست و مرا گراشت چنین پشت دست خای کہ چہ و سعید اشرف شعر زہر دو چشم  
 میکنی سیار کہ چہ و نگہ دو سپہ چرانی بلالہ زار کہ چہ و اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف ہی کا تھا  
 مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کر دیا۔ اور کبھی دو کاف دو نوع کے ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہیں مگر یہ شاذ ہو  
 مولوی معنوی شعر سوے نمر لہا دوید و بانگ داشت کہ کہ بردردانہ ام عارت گماشت و اسی بانگ  
 داشت کہ کہ ام کس بردردانہ ام الخ۔

السَّابِعُ بے مفردیہ حرف چند معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لئے یعنی دخول  
 و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی  
 جیسے حکمی عقی عنہ شعر در بدل بودش و سودا بسر و خرد غم تلخ ترش چون شکر و دوسرا لصوق مجازی  
 جیسے حافظ شعر آخر لبسرم گزرن ای دوست و انگار کہ خاک آستانم و یہاں لصوق حقیقی نہیں کیا معنی  
 کہ در حقیقت گزرن ناسر کے قریب ہوگا نہ عین سر۔ واضح ہو کہ مثال اول در بدل و سودا بسر  
 بعینہ ایسی ترکیب ہو جیسے عربی میں یہ داء چنانچہ علامہ رضی اللہ عنہ الصاق کی شرح فرماتے  
 ہیں نحو یہ داء ای التصیق بہ و قولک مرہات یہ ای الصقت المرہات یہ کان یہ مرہات  
 مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا با اتصالیہ  
 نظامی شعر خراوندانی و باندہ ایم و بہ نیروے تو یک بیک زندہ ایم و اے یک متصل بیک۔

کہ آویختہ  
 جمع ہونے کا  
 دینے اور

کہ آویختہ  
 جمع ہونے کا  
 دینے اور

کہ آویختہ  
 جمع ہونے کا  
 دینے اور

بائے الصاق

بائے الصاق



اس کو کل افراد می سے کنایہ کرتے ہیں یعنی ہر مہمہ زندہ ایم۔ ولہ رسید لشکر بہ لشکر فراز زمانہ درکنہ  
 کبشا و باز و تیسرا بے مصاحبت و معیت جسکا مجبور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے میں دوسری ایک شے  
 کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اسے بازین و ہمراہ زین خریدم الہامی شعر پنج روز چوسو  
 تربت من گامے چند گفت این گور فلانیست بدشنامے چند ہا بے اتصالیہ اور معیت میں فرق ہی ہو  
 کہ بے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاسے معنی میں کوئی فرق نہ آئے مہذب اباحت  
 عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصا  
 لازم نہیں جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہیں کہ زین کا اشتراک اور معیت اسکے  
 ساتھ صرف خریداری میں ہے اور یہ ضرور نہیں کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا ہوا  
 استعانت جو دخول بالفعل متعلق کیلئے آئے ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل میں مجبور یا سے مدولیتا ہے  
 نظامی شعر نباشد چنین نامہ تزویر خیز و نوشتہ بچندین قلم ہاے تیز و بیان قلم آہ نوشتن ہے اور  
 نویسنہ اپنے کہنے میں قلم سے استعانت لیتا ہے ولہ بشمئیر آتش بر آرزو آب و میاں کندی کنابر آفتاب  
 سعدی شعر و گر ہچنان روزگار ملی و بگردش از پنج بنگلی و پانچوان باتوسلی جو دخول با سے  
 مہات میں وسیلہ پکڑ جاتا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر مر ربا عی یارب برسات رسول الثقلین و یارب بغزا  
 کنندہ بدروخین و عصیان مراد و نیمہ کن در عرصات و نیمی بحسن بخش و نیمی بحسین و اے لطفیل  
 حسن و بوسیلہ حسین رضی اللہ عنہا چھٹا بمعنی براے جسکا مجبور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا  
 اور جسکا وجود خارج میں فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے شعر اگر بسیر چمن میردی قدم بردار و کہ  
 ہچو رنگ حنای رود بہار از دست و اے براے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا  
 حصول ہوگا۔ سا تو ان باد علت و سبب جسکا مجبور علت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا  
 وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو شعر بیک آمدن ربودی دل و دین صد چوسر و چہ زید  
 اگر بدینسان دوسہ بار خواہی آمد نظامی شعر مشوران بخود کامی ایام را پد قلم در کش اندیشہ خام را  
 اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص میں موجود ہے جو شورش کا سبب ہے اسی طرح  
 محبوب دلربا کا آنا پہلے سے اور دل لیجانا بعد میں اسی طرح نظامی کا یہ شعر شعر بیاساقی آن جام  
 یاقوت بار و بیاد شہنشاہ بکامم سپار و یہ اسی قسم کا بابیہ ہے جو بر سبب میں مذکور ہوا۔ آٹھوان با

بائے مصاحبت

بائے اتصالیہ اور  
بائے معیت کا  
باب الامتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

بائے غایت یعنی چرا

بائے علت و سبب

بائے خواہ و مقالہ

با معاوضہ و مقابلہ جبکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ و معاوضہ میں واقع ہوتا ہے نظامی شعر گراں نامہ راسن ہز گفتمی پے بحرے کجا گوہرے ستمی پے اسے عوض زر و لہ بدریا کند بیج دریا پدید پے کہ دریا بدریا توانی خرید پے تو آن بمعنی موافقت حافظہ شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ماہ مطرب بگو کہ کار جهان شد بکام ماہ اسے موافق کام ماہ عارض اصفہانی شعر شاید بدعا تو گویم حکایت پے یکبار عرض حال مرا میتوان شنید پے اسے موافق دعا پے تو۔ دسوان با کیاقت جیسے شعر صائب کنون کہ در دبیر مان نمازہ است پے آن بہ کہ راہ چارہ و تدبیر نسپریم پے اسے لایق دطن پیری۔ گیار جوان با تو تصرف سعدی م شعر چنانکہ دست بہ دست آمدست ملک با ماہ بدستہاے دگر بچنین بخوابد رفت پے او تصرف دستہا دگرالہ حقیقت میں یہ با ظریفہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ پے گئے ہز بارہوان با ہر قدر یہ جو بیان عدد و قدر کے لئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور اکثر کم منفصل متصل کی تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی م شعر بہ نیم بیخہ کہ سلطان ستم بطوار و زیند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ پے نظامی شعر بجوی ستاند و ہقان پیر پے بن می فرستد بدیوان میر پے اسے قدر جو قدر من سجدی م شعر اگر باریفقان نہ باشی شفیق پے لغزنگ بگریز وازوے فیتق پے کبھی مقدار کمی کے غیر میں بھی متعل ہوتا ہے جیسے نظامی م شعر نہ من ز بہمن شدم کاژ و ماہ بخاریدن سر نکروش رہا پے اسے قدر زمانہ خارید اور کبھی لفظ قدر و مقدار کا صریحاً اس باء کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی م شعر اگر ختم گیری بقدر گناہ پے بدورخ فرست و ترازو خواہ پے ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جو دے نماز گرفتاری اندر وجود پے۔ تیر جوان باو تیز جبر کا مدخل ایک امزہ ہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامی شعر درختے ہی سرور باغ شرع پے زینے باصل آسمانے بفرع پے اسے ازوے اصل و ازوے فرع۔ ولہ و شاقان موکب زود خیر پے بدیدار خوب و برقرار تیز پے سعدی م شعر بخیل ارچہ باشد تو نگر مال پے بخواری چو مجلس خود گوشتا پے چو دہوان باقی قسم جو مقسم بہ پردخل ہوتا ہے جیسے یازو اس شعر میں نظامی م شعر و گرنہ باہر و کہ تابودہ ام نئے دهن لب نیا لودہ ام پے پند رہوان با ابتدائیہ جیسے شعر بنام چاندار جان آفرین پے حکیم سخن بر زبان آفرین پے اگر غور کیجیے تو یہ باے الصاق ہے جو معنی قسم و معنی ابتدا کو مقسم بہ و ابتدا تک پہنچانے اور اس کے ساتھ متصل کر نیکیے لئے لایا جاتا ہے پس با میں نہ معنی قسم کے ہیں نہ ابتدا کے بلکہ یہ معنی اُس کے متعلق کے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ سولہوان با بمعنی تا انتہائیہ نظامی م شعر

با معاوضہ و مقابلہ

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

با ہر قدر

سر آہنگ تاساقہ از تیر و تیغ و برآورد کوکبے زور یا بسخ و ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ و برایم  
 نیزے زماہی بپاہ و کبھی تا انتہائیہ اور یہ باد و نون ایک جگہ جمع پڑجاتے ہیں نظامی و شعر بے قمر ل  
 آمد زین تا بتو و نشاید ترا یافت الا بتو و ستر ہوان با بمعنی الی یعنی سو و طوط نظامی و شعر بدانش ترا  
 رہنمون کردہ اند و کہ مال ترا حکم خون کردہ اند و اے لبسوے دانش سعدی و شعر مکن التفاتے  
 یہاں خلیل و مہر نام مال و سنال خلیل و آٹھار ہوان با بمعنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مر کہ نیست  
 بدور لبیت ہوا اے قدح و بجایے بادہ کہ جان میدہم براے قدح و اے پیش دور لبیت۔ کبھی لفظ پتر  
 اس باکے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے نظامی و شعر کمر بکمر تاجداران دہر و بہ پیش جہاندار پیر و زہر و زین  
 با بمعنی نزو۔ نظامی شعر کہ مایم خاصان دارا و بس و بدارازا خاص ترینست کس و اے نزو دارا و مولوی  
 معنوی و شعر میر بیرون جست و لبوسی بدست و نیم شب آمد براہ نیم مست و اے نزو زائد کبھی  
 لفظ نزو بھی اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی و شعر اے سیر ترانان جوین خوش نہ نماید مشق  
 منست آنکہ ہنر و یک تو زشت ست و بیسوان با بمعنی زیر نظامی و شعر چین تا بقدر ہفتاد و مرد و بہ تیغ آمد  
 از رویان در بند و اے زیر تیغ و تحت سیوف۔ کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی  
 شعر زبون تر زین صیدے آدر زیر و کہ چرنی نخیز و پہلوے شیر و اکیسوان با تشبیہی جو مشبہ بہ پر  
 داخل ہوتا ہے فردوسی و شعر ببالاے تو دچین سر و نیست و چو خسار تو تالیش پرو نیست و اے  
 مانند بالاے تو سعدی و شعر مگر ملائکہ بر آسمان و گر نہ بشر و بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود و اے  
 چون حسن فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی و قہر ش بسوم قہر گانی و اے مانند بہار و بکر دار سموم۔  
 اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی و شعر لبانش با نزدیک و اندازہ  
 بیاوردہ از جنت کروکار و ولہ بیا لاکر دار سر و بلند و دوا برو کمان و دو گیسو مکند و بائیسوان با  
 ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی دخول اس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی و شعر بہر گوشہ کا فتم  
 ثنا خوانمت و بہر جا کہ باشم خدا و انمت و اے در ہر گوشہ و در ہر جا۔ اور کبھی تعین و تبیین معنی  
 ظرف کے لئے خود لفظ و اکثر اجد دخول باکے آتا ہے جیسے شعر مشہور ”بدریاد منافع بیشمارست“  
 مین اور کبھی اس باے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی شعر مے لعلگون در بجام بلور و  
 بخوردند تلور سرفا و دشور و نظامی شعر کم با تو کار سے درین کارزار و کہ اندر گریزی لبور لار و

با بمعنی الی

با بمعنی پیش

با بمعنی نزو

با بمعنی زور

با بمعنی تشبیہ

با بمعنی ظرفیہ

و تبیین کی باء

ظرفیہ سے تعین

اور کبھی یہ بائے ظرفیہ مع کلمہ مُبْتَنَیہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی <sup>۳۳۷</sup> شعر بگہرا علم و فن  
 آموختن و دادن تیغ است دست راہزن و اسے بدست راہزن بعض نسخوں میں دادن تیغے بدست  
 راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسواں باب استعلا بمعنی بر نظامی  
 شعر بنہ بست زین کوئے ہفتاد راہ و بہنم فلک برز وہ بارگاہ و اسے برہنم فلک۔ کبھی مجبور بلکہ بعد  
 تبیین و تعیین معنی استعلا کے لئے لفظ برزائے بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی <sup>۱۳۷</sup> شعر منم کہ خداے جہان  
 سر بسر و نشاید نشستن بیکجاے بر و اسے بریکجاے سعدی <sup>۱۳۸</sup> شعر تو کے بشنوی نالہ داد خواہ و بکیوں  
 برت کلمہ خوابگاہ و اسے برکیوں کلمہ خوابگاہ تو۔ چوتیسواں باب تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر  
 داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنا لیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت  
 معنی تصییر کی ہے کہ سوائے بائے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہیں ہوتی  
 ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی <sup>۱۳۹</sup> کا شعر ہے شعر در ایوان آن  
 پیرہ سر پر ہنر و بزرائی بیکسفر نامور و در اصل یہاں زادن بمعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کچھ اسکا فاعل  
 اب باب کے داخل ہونے بمعنی جتنا متعدی ہو گیا اور مدخول بہ فعل بے واللہ تعالیٰ اعلم پچیسواں  
 بابے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے دم بدر ویشان داد۔ جان بجانان رید۔ سپرم  
 بتو مایہ خویش را و گفتم بتو نوم و بید و غیرہ اور جو ان افعال کے معنی میں ہو جیسے بخشیدن و حوالہ کرنا  
 بمعنی دادن شعر اسے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم و از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم  
 ع۔ بجنون حوالہ کردم ہمہ کار و بار خود را و غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم چھیسواں بابے زائدیہ اسم فعل حرف  
 ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز و بسان و بہ تنہا و بہ بزار و بہ بسیار و مجرور و غیرہ نظامی  
 شعر می کوست حلوائے ہر غم کشی و نیدہ بجز آفتاب آتشی و ولہ شنیدم کہ رستم سوار دلیر و بہ تنہا  
 تگاپوے کردی چو شیر و انوری شعر ز کتانی خود آچنان بہ بزارم و کہ کاشکے پدرم نیز کتانی شدی  
 نظامی شعر زن از مرد موزی بہ بسیار بہ سنگ از مرد مردم ازار بہ و فردوسی <sup>۱۴۰</sup> شعر ز توران  
 نخواہم یک تن بمر و کہ یکسر ز نامند اندر نہر و ولہ ابا انکہ کاموس روز نہر و ہی پلین را ندارد و بمر و  
 ستایسواں باب معنی بائے مرکب۔ نظامی شعر چو شد کار خاقان ز قیصر بساز و بلشکر کہ خویش گشت باز و  
 اسے کار خاقان با ساز شد۔ آٹھایسواں بمعنی با وجود۔ نظامی شعر چو زرہ بگرد بزرگان و دید و بدان

حذف با ظرفیہ  
 بجز استعلا بمعنی بر

بابے تعدیہ  
 اور درون جر کو  
 عدت تعدیہ  
 سیونین بن جتہ

بابے صلہ

بابے زائدہ

بابے باء مرکب  
 بمعنی با وجود



خردی آورد خورایدید و اے باوجود آن خردی و کلمہ تعالیٰ اکلک باصطواب

بیان با مرکب

بائے مرکب

بائے مرکب عاطفہ

بائے مرکب معنی والا

بائے مرکب خبر

بائے مرکب استعلا

بائے مرکب معنی از

بائے مرکب جگہ

بائے مرکب معنی تضاد

بائے مرکب معنی اختصاص

بائے مرکب معنی باوجود

الٹامٹ باے مرکب اور اس کا مفید علیہ ابافروسی رہ شہر اباد دیگران مرمر کار نیست و برین در  
مراجاے گفتار نیست و اسی با دیگران۔ یہ باے مرکب باے مفرد کی طرح کئی معنوں میں مستعمل ہے  
ایک تو بیعت کے لیے جیسے نظامی رہ شہر زانڈ شہاے چنین ہوناک و دوشکر غنودند باترں ہاک  
اے مع ترس و ہاک۔ دوسرا عطف کے لیے بجائے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رہ شہر فرقت  
میان آنکہ یارش و بر و با آنکہ دو چشم انتظارش بردر و اے و میان آنکہ ظہوری شہر تفاوت کفودین  
آمد بمعنی و میان عدل او با عدل کسری و اے میان عدل او و عدل کسری۔ تیسرا با بمعنی الی سعدی  
شہر بریت بگویم حدیثے دست و اگر گوش بابندہ داری نخست و اے جانب بندہ۔ ولہ آن پر پھر  
کہ مارا نگران میدارد و چشم باما و نظر باو گران میدارد و اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران۔ فیضی  
شہر بستندہ تیغ پیش و پس را و باو نگراشتند کس را و اے سوے او نگراشتند۔ چوتھا باظرفیہ بمعنی در  
حافظہ شہر درخی گیر و نیاز و ناز ما با حسن دوست و خرم آن کرنا ز نینان بخت بر خوردارداشت و  
اے در حسن دوست۔ جمال الدین سلمان شہر جان بیمار با بمعنی براستعلا نظامی رہ شہر شبانی کندرگ  
باجان بیمار آمدست و اے در جان بیمار۔ پانچواں با بمعنی براستعلا نظامی رہ شہر زین خورد و با خورد  
باگوسفند و ہمان شیر باگور نارد و گزندہ اے برگور۔ چھٹا با بمعنی از نظامی رہ شہر زین خورد و با خورد  
دیر نیست و ہنوزش ز خوردن شکم سیر نیست و اے از خوردن شان۔ محمد قلی سلیم شہر حسن با مہر و فا  
بریکانہ است و ہر کہ عاشق میشود و دیوانہ است و اے از مہر و وفا۔ بعض مقنین کی راے باقر کاشی  
کے اس شعر میں بمعنی از تفضیلیہ ہے شہر پچان ترست زلف تو باگفتہاے من و شیرین ترست  
لعل تو باقند عسکری و اے ازگفتہاے من و ازقند عسکری و ساوان با بجائے راے محکمہ بھی محل  
ہے فروسی قصہ حضرت یوسف علیہ السلام میں لکھتے ہیں شہر کم و بیش باما تو یاور نہ و تو گوئی کہ با  
ما برادر نہ و اے ما برابر اور نہ یعنی برابر مانہ۔ آٹھواں باقبضہ اور تصرف کے معنوں میں آتا ہے  
سعدی رہ شہر ہنوز نگران ست کہ ملکش باو گران ست۔ نظامی رہ شہر لیک لیکے کہ دارم از پیران  
عیب باشد کہ ہست باو گران و اے در تصرف و قبضہ دیگران و توان با بمعنی اختصاص نظامی رہ شہر  
تاج داری سزاے گوہر تست و تاج بااست لیک بر ترست و اے تلج مختص بہ است۔ نہواں با بمعنی باوجود

بجائے کرب  
بجائے پیش و مقابل  
بجائے کرب و محاورہ  
بجائے کرب و محاورہ

امیر خسرو شعر با ہمہ این قوت و جوش سپاہ و نیم اندر پئے آزار شاہ و اسے با وجود این ہمہ قوت و جوش  
گیارہوان با بنیہ تقابل و پیش۔ امیر خسرو شعر با تو برابر نشوم در صاف و گرچہ بدوزم بسان کوہ قاف و  
فردوسی شعر کہ خرد غلامی چو باغ بہشت و کہ باو نماید رخ حور زشت و اسے پیش او و مقابل او۔ بارہوا  
باسعاضہ کے لئے خواجہ جعفری شعر فراد کوہ غم را با جان نمی فروشد و مسکین گران خرید است از ان نیز فرشتہ  
تیرہوان با استعانت کے لئے حکیم سنائی قدس سرہ شعر یکے با چشم دل بنگدورین زندان خاموشان و کہ اینجا  
صد ہزاران کس ندیمان ندم بینی و مولوی معنوی و شعر کہ بیاور مطہرہ اینجا بہ پیش و تابشوم جملہ را با دست  
خویش و اسے بدست خویش و محمد سعید اشرف شعر خط مشکین آلت قطع محبت میشود و با سیاہی طفل را  
ماور پستان می برد و اسے بسیاہی۔ چودہوان با عطفہ جو بجائے و بمعنی واد عطفہ ہے علی خراسانی۔  
شعرے دو چون باد بر شیب و فراز این جہان و پیش عاشق در طلیعت کوہ با صحر اکیست و اسے کوہ و  
صحرا۔ فردوسی و شعر فرنگیس بارنج دیدہ پس و بخواب اندر آوردہ بودند سر و اسے فرنگیس و پسرا۔  
یعنی بودند کا صیغہ جمع لانا بمعنی واد عطف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پندرہوان با جو با و مفرد کی طرح  
صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی و شعر بر آورد و سر و بسیار دان و چنین گفت با خضر کار دان  
شعر با لطف ساتھ دید بیضانی رسد و پیش لب سخن بسیجانی رسد و مصرعہ گفت با سن فروش باعث۔  
اسے فروش با سن ہمنے ان سیانات کو مجمل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً بمعنی از کہد یا اور اس میں تفصیل نہیں  
کی کہ از تو کئی قسم کا ہوتا ہے یہاں کس معنی میں ہے چونکہ بیان از میں ایک ضروری تفصیل مذکور ہو گئی  
ہے اگر اس پر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تحسین کر لے سکتا ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب  
اور یہ بات بھی بغور سن رکھئے کہ یہ حروف جیب مکر کسی اسم پر وارد ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک  
حذف کر دیا جاتا ہے خزن کا شعر ہے شعر بنام حسرتے نظارہ حسنہ کہ شکم را و چو آب تیغ از مرگان  
چکیدن باز میدارد و یہاں دو از چاہئے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا۔ حکیم سنائی  
قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہر جا بگزرم اہل ملامت و تماندم با باب سلامت و کہ این رد کردہ  
در گاہ عشق است و ز چشم افتادگان شاہ عشق است و یہاں ایک از تبعیضہ دوسرا افتادگان کا صلہ  
اور یہ بھی یاد رکھئے کہ اس بارہ میں دونوں حروف ایک جنس کے ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ دونوں  
مختلف کے دو حرف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہو جاتا ہے سعدی شعر پند است

بجائے کرب عطفہ

بجائے کرب صللہ



کے تصور نہیں یعنی صیغہ ماضی ثبوت و تحقق کے لئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث پر دال ہیں پس ثبوت امر تحقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا ایسی وجہ سے امر متیقن الوقوع بجائے مضارع صیغہ ماضی کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے سعدیؒ شعر گزشت انچه در ناصوابی گزشت درین نیز ہم در نیابی گزشت اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو جانب ماضی متادل ہوگا نظامیؒ شعر بسا شیر و زندہ و سہنناک کہ از نوک خارے در آید بجا کہ یعنی بہت سے شیر و زندہ ہیں کہ یک نوک خار سے خاک میں مل گئے ہیں سعدیؒ شعر بسا نام نہائی پنجاہ سال کہ یک نام شتش کند پائمال اے کرد پائمال چنانچہ نخاع عرب نے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا یَوَدُّ الذِّیْنَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِیْنَ مِیْن یَوَدُّ کو بمعنی وَدَّ تاویل کی ہے حارث بن حازم یشکری شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعمعلقہ کہتا ہے شعر اذ نَتَنَّا بِکَیْهَا السَّمَاءُ رَبَّ تَاوَدَ یَمْلُ مِنْهُ النَّوَّاءُ اور بھی واضح ہے کہ اس کے جواب میں کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہو اول جیسے اوپر کے امثلہ سے مستشہد اور ثانی یعنی تقدیر جیسے سعدیؒ شعر بسا اہل دولت بباری نشست کہ دولت فترش بباری زوست ہو بسا اہل دولت کہ بباری نشست یعنی بہت دولت مند کہ ہو و اہل مین پر گئے تو ان کے ہاتھ سے دولت نکال گئی یہاں کاف اول جو جواب بسا ہے مخدوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی لہار تاسف و تحسر وغیرہ کے قصہ سے اُسپر حرفِ نداء بھی لایا کرتے ہیں جیسے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کہ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہیں انہیں ایسی وحدت مان لی جاتی ہے کہ گویا یہ مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنویؒ شعر بسا کس کا کہ نان خورد دلشاد او پر مرگ اور گرد و بگیر و در گلو اے بسا کس کہ انہ اس باب میں ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس رباعی میں جو فردوسیؒ نے بفرمایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سبزہ عارض و خطا رخسار کی توصیف میں لکھی ہے رباعی مست تبا چشم تو تیر بدست بس کس کہ تیر چشم مست تو بخت کہ گر پوشد عارضت ز رہ عذرش بہت کہ تیر بترسد ہمہ کس خاصہ دست سعدیؒ شعر بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد چون باز کنی مادر و مادر باشد ولہ بس نامور بنیر زین دفن کردہ اند کہ بکوشش بروئے زمین یک نشان نماند یہاں کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ انہ اور بسے کو بعض تو اس باب میں لغت مستقل جانتے ہیں اور بعض بس کا مرید علیہ مانتے ہیں جیسے عربی میں اسی

ع  
نظامیؒ شعر  
خواب کو بیدار کیجئے  
دانش سے زنجیر چھل  
چکنا چار دیوانہ طلب  
غرض ہوا لڑائی و علم

بسا کے جواب میں  
کاف کا مقدر  
مخدوف ہوا ضروری

لہار تاسف و تحسر  
کبھی اُسپر حرفِ نداء  
بھی لایا کرتے ہیں  
بے کاف  
ع  
نظامیؒ شعر  
بس کہ کھلید نہایت  
بس تیری کہ درو آسانیت



رُب کے باب میں آٹھ لغات مروی ہیں چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں اسکی تصریح فرمائی ہے  
 فی باب ثمانی لغات اشہر ہا ضمم الراء وفتح الباء المشددة الیٰ اور انکا مدخل مفرد و جمع دونوں  
 طرح مستعمل ہو مفرد کی اسلئے اور پر مذکور ہو ہیں جمع کی مثال جیسے سعدی شعر بسا خوب رویان نوخاستہ  
 بسا نوخوسان آراستہ ولہ بسا تند گردان لشکر شکن و بسا شیر مردان شمشیر زن و نظامی شعر بسا گفتنیہا  
 کہ باشد نہفت و بدگیر زبان بایدش باز گفت و اسطرح بے میں مفرد و جمع دونوں استعمال جائز ہیں  
 نظامی شعر کران آب صافی بے سانخورد و بہ بینی بدہر اندران کس نخورد و ولہ بے سالہا شد کہ گوہر پرست  
 نیا و وزین گوہر پرست و خصوصاً اس لفظ بے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ اوپر  
 کی مثالوں سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھئے گا کہ بسا بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مفرد علیہ  
 بے اور بسا بھی مستعمل ہے چونکہ یہ حرف رُب کے معنوں میں نہیں ہے اُن شرطوں کے ساتھ مشروط  
 بھی نہیں سعدی شعر نداریم غیر از تو فریاد رس و تویی عاصیا نرا خطا بخش و بس و اسے خطا بخندہ بسیار  
 در صورت عطف یعنی خطا بخش و بس۔ یہاں بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا  
 فارسی نہ رہیگا ولہ در اقصاء عالم بگشتم بے و بسمر بر دم ایام باہر کسے و بے بسیار گشتم۔ نظامی شعر  
 شعر نظامی بسا صاحب آوازہ و کہن گشتی و ہچمان تازہ و بے بسیار صاحب آوازہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الحادی عشر** واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورہ عرب میں واو قسمیہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے  
 مقسم کا اہم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی  
 شعر نہ بہن نالہ و فغان بلہم و من و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں  
 کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل میں واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی کو  
 معنی لزوم کے لئے گئے ہیں اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الثانی عشر** حروف جر میں سے حروف تشبیہ میں جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جانا چاہئے کہ  
 ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی میں کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجه الاستعارہ  
 و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ او  
 لازم مشبہ کے مذکور ہوں جیسے فردوسی رح ہفت خوان رستم کی پہلی منزل میں لکھتے ہیں شعر کمند  
 کیانی بینداخت شیر و بخت اندر آور و گوری دلیر و اور کنائی جس میں عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

وہاں اس شعر کا مطلب ہے  
 کہ اس شعر میں واو قسمیہ کا  
 استعمال ہے اور اس کے  
 معنی لزوم کے لئے گئے ہیں  
 اور یہی معنی لزومی اس  
 مرکب کے معنی قسم کو  
 لازم کرتے ہیں واللہ  
 تعالیٰ اعلم بالصواب

واو قسمیہ کا بیان

تعریف تشبیہ

استعارہ تحقیقی

استعارہ بالکنایہ

جیسے نظامی شہر زگر گران سنگ چاشکان زمین را ہی سو و شہر استخوان و سینے زمین کو  
 دل میں جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر اسکے لئے استخوان ثابت کیا ایسا شہر کمان کڑا برہم گران  
 تیرہ پستان جوشن برآورد شیر و اور استعارہ تخیلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف  
 تشبیہ ہی نہیں جیسے مثال مذکور میں زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لئے استخوان ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہو  
 اور تجرید وہ ہے کہ ایک شے ذی صفت ایک اور شے جو اوصاف میں اسی ذی صفت کے مثل ہو  
 انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ متفرع عنہ اس صفت میں ایسے کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے جو  
 اسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے حکمی عنہ شہر باروے تو آفتاب دیدم و انزل لہ تو  
 پیچ و تاب دیدم و ولہ شہر زخسار و کیسوی پر پیچ و تاب و بیاوردہ اندر کند آفتاب و اس جگہ چہرہ  
 کی تجلی اور نورانیت میں مبالغہ منظور ہے یعنی فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اس سے ایک آفتاب  
 حاصل ہو گیا سعدی شہر امر و زخار راے سخیلان کشیدہ تیغ و گونی کہ خود بنود درین بوستان گلے بہ نظامی  
 شہر رخسار بنفشہ گل انداختہ و بنفشہ نگہبان گل ساختہ و یعنی خسار باعتبار رنگینی و ناز کی اس کمال کو  
 پہونچا ہے کہ اس سے ایک گل نکل سکتا ہے تجرید کے بھی اقسام ہیں اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائیں  
 اب معلوم ہوا ہو گا کہ تشبیہ میں پانچ چیزوں کی ضرورت ہے اول تو وہ دو شے جو باہم مشارکت میں جنکو طریق  
 تشبیہ بھی کہتے ہیں جن میں سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے  
 آہ ہے یا یون کہیے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کر نیکا واسطہ ہیں جنکو اداتہ التشبیہ  
 ہیں چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہیں ان دونوں مشارکوں کے ساتھ قائم اور ان میں موجود  
 امر تشبیہ میں اس کا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہ ہو اس کا  
 وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچویں غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو  
 تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان و اجزائے تشبیہ چار ہی مانے گئے ہیں غرض تشبیہ چونکہ  
 علت غائی ہو اور غایت کا خارج ہونا ناگزیر ہو ارکان میں داخل ہونے کی یعنی تشبیہ کا جزو نہیں سکتی لہذا بیان جہم اللہ کا  
 مذہب محقق یہی ہے جنہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنادیا  
 غرض یہ پانچ چیزیں تشبیہ کے لئے اگرچہ ضروری ہیں مگر ان میں سے دو ہی شے اصل ہیں ایک تو مشبہ  
 دوسرے تشبیہ بہ اور اداتہ التشبیہ اسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک لفظ ہے نظامی یہ فرماتے ہیں شہر

استعارہ تخیلیہ  
 تشبیہ

تشبیہ میں پانچ  
 چیزوں کا ہونا ضروری ہے

تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا  
 ضروری ہے اگرچہ تشبیہ کا جزو نہیں  
 سکتا لہذا بیان جہم اللہ کا  
 غرض تشبیہ کا بنادیا  
 تشبیہ میں پانچ چیزیں تشبیہ کے لئے  
 ضروری ہیں مگر ان میں سے دو ہی شے اصل ہیں ایک تو مشبہ  
 دوسرے تشبیہ بہ اور اداتہ التشبیہ اسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک لفظ ہے نظامی یہ فرماتے ہیں شہر

تشبیہ میں پانچ  
 چیزوں کا ہونا ضروری ہے

آلتی خواہ ہاں و خواہی نہ + اھ وجہ وہ بمثلہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قائم اور انہیں سے ماخوذ اور منترع ہے مگر مشبہ بہ میں یہ بات بطریق اصالت اور مشبہ میں بطور فرعیّت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کر دینا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبہ بہ کا بہ نسبت مشبہ کے رتبہ میں اقویٰ اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہوتا ہے ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہو جائے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صوت پذیر کمال ہو جیسے زید چون شیرست میں زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہوئیے جرات اور دلیری جو وصف مشتبہ شیر کے زید میں بھی معتبر ہو گئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبہ سے اقویٰ اور اکمل کا وجود حقیقہ ہو یا ادعاء محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود میں زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے افسر سحانہ تعالیٰ شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامی حمد میں فرماتے ہیں شعر وجودش آن فروزان آفتابست + کہ درہ ازوے نور یابست + اور اسی قبیل سے ہے صلوٰۃ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوٰۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک سمیع مجید اس واسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت سے اکمل اور افضل ہیں مگر چونکہ یہاں مشبہ اس کمال تنترہ اور تمام فضیلت میں ہے کہ بغیر تنزل فہم کرنا مستعذر کیا محال تو ایک وجود حقیقی اور کمال صلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظلی مشتبہ کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم میں آجائے اور حوصلہ اور اک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سوار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر اور اک متناہی اس کے دریافت کر نیے سخت عاجز ہے تو ناچار اس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شال حال تھی اہم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشتبہ تھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ میں آجائے۔

آن فضا لمہاے پنہان شان کہ آن + در نیاید در حواس و در بیان + ہیج ماہیات اوصاف جلال + کس نداند جز آثار کمال + آن کمال و آن جلال و آن وجود + بر نذر اند ز قہرش تار و پود + اور کبھی مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہو جائے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات میں حقیقہ ہو

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہو

اقویٰ اور اکمل کا وجود محال ہوتا ہے تو کبھی ضعیف و ناقص ہی کو مشبہ بہ بنادیتے ہیں

کبھی میں مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے





لفظاً ہو یا تقدیراً ان کا اعتبار تشبیہ میں ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس میں بھی علامۃ تشبیہ موجود ہے مگر متکلم چونکہ اسکی عینیت کا اذکار تا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہیں کیے جائینگے جیسے فردوسی <sup>۱۹۲</sup> شعر بشیر برد از زمان شیر دست و چپ لشکر چینیان بر شکست و سالتوان مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

شجاعت جواب دیا جائے چون شیرست - بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہجو خودی چو سر خوش ستی - سو گند بخن کہ بت پرستی و اسے با شخص مانند خود۔

کبھی ارکان ثلثہ یعنی اطراف و وجہ شبہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے الاول افراد جیسے زید و دلیری چون شیرست۔

ارکان ثلثہ افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم

جمع ارکان ثلثہ مرکب

الثانی ترکیب اس میں ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان ثلثہ مرکب ہوں جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین نے لعل ناب و بود نار سیال در بستہ آب و فردوسی شعر نشست از بر سینہ پلین و پراز خاک چنگال و رو و دہن و بکر دار شیرے کہ برگور نر و زند دست و گور اندر آید بسر و دوسر بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی شعر شود چہرہ نارافروختہ و چو تاج درو علما و دختر و اس مثال میں مشبہ چہرہ نار اور مشبہ بہ تاج مرکب یعنی مقید باوصاف مذکورہ - یہاں مشبہ مفرد ہے وجہ شبہ اور مشبہ بہ مرکب اس کے جمیع قسم اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ شبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہیں اور سیطرہ تعدد کا ہر فرد مرکب بھی ہو سکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلیں نکل آتی ہیں (اگرچہ علمائے بیان سے کسی نے اسکا تعرض نہیں کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے میں نے اپنے اس مختصر سے رسالہ میں ان امور سے بحث نہیں کی تاہم الامتیاز متعدد و مرکب میں یہ ہے کہ متعدد میں الگ الگ ایک شے

بعض مرکب اور بعض مفرد

متعدد و مرکب میں کیا مترق ہو

کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اندر شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب اس میں کئی چیزیں مجتمع ہو کر صورت و حدانی حاصل کرتی ہیں پس در صورت تعدد اگر بعض کو ذکر کریں اور بعض کو چھوڑ دیں معنوں میں بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی افادت معنی باقی میں بجا رہیگا اور در صورت ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جائے مقصود تشبیہ قتل ہو جائیگا واللہ اعلم بالصواب اب سنیے تعدد ایک طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ میں ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہسان موے درویش چو لیل دہار و

تعدد طرفین



جدی تقسیم کی جاتی ہے اور حسی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا ان کا مادہ اگر خارج میں موجود ہو تو بواسطہ حواس خمسہ ظاہر و مدرك ہوں خیالات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جائے معدوم ہیں اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرك باحس الظاہر ہیں جیسے فردوسیؒ شہر زین شد بگردار دریاے قیر بہ موجش از خنجر و گرز و تیر بہ نظامیؒ شہر بر گنخت رزے چو بارندہ سیخ بہ تگر گش ز پیکان و باران ز تیغ بہ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مدرك بحس بصیرت مگر بحیثیت اجتماعی یعنی دریا قیر کا بہتا ہوا اسپرہ یہ کہ خنجر و گرز و تیر اسکی موجیں ہوں کسی نے نہیں دیکھا البتہ موج و خنجر و گرز و تیر جدا جدا مدرك باحس میں اسطرح تگر گش و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہیں لیکن ابر سے اگلے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہوں کتم عدم سے وجود میں نہیں آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہیں اسی قبیل سے ہے شعر نظامیؒ شہر گیا مان نورستہ از آب پر بہ چو بر شلخ مینا بر آموہ در بہ آور و ہیات جیسے اس شعر میں حکمی غفر لہ لوالدیہ شہر بدل ہول شبہ ہجران چنان بود کہ انجم بہ چو چشم غول بنمود بہ پس اب تشبیہ تخیلی وہی میں فرق بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی میں یہ بات ہو کرتی ہے کہ مدركات حسیہ کی صورتیں جو بواسطہ حواس خزانہ خیال میں جمع تھیں قوت تخیلہ بقدر ضرورت ان میں سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے ان میں اختراع کرتی ہو پس معلوم ہو کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے یعنی خارج میں اس کے اجزاء کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج میں نہ ہوگا بخلاف تشبیہ وہی کہ وہ محض نے اصل ہوتی ہو کہ وجود لہ ولا تحقق لہ فی الخارج اس پر صادق ہے کیا معنی کہ وہاں سرے سے من جانب تخیلہ ایک اصل گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوہم خلوق کہا جاتا ہے۔ لیکن با اینہم مختصرات و ہمہ جیسے چشم و دندان غول کا اور اک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرك بحس بصیر ہونگے تو جیسے خیالات داخل نوع حسی ہیں وہیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطرح مدرك نہو اگر وہ خارج میں موجود بھی ہو مدرك بحواس ظاہر نہ ہو چو کہ محسوسات اصل معقولات ہیں یعنی معقولات انہیں محسوسات سے منتزع ہوتے ہیں محسوس از روئے دلالت اقومی سمجھا جاتا ہے اور تشبیہ اگرچہ ادعا ہی کیوں نہو تشبیہ سے اکمل اور اقومی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے اگر کہیں اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہاں مشبہ بہ معقول بنظر محسوس بنالیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی عقلی کا بیان مجاہد یہ کہ تشبیہ بمعجزہ

حسی سے ہماری  
یہاں کہا مراد ہے

تشبیہ وہی  
تفرقہ بھی خیالی

تشبیہ خیالی اور وہی  
سما بالاشیاء

خیالات کی طرح  
وہاں حسی ہیں

محسوس کو معقول  
کے ساتھ تشبیہ  
نہوئے کی وجہ

تشبیہ بمعجزہ  
حسی

تشبیہ مجموع اجزاء  
عقلی  
بعض اجزاء  
بعض عقلی  
تشبیل و تشبیل  
سکرتیہ بین

حسی ہوگی جیسے حکمی عنی عنہ شعر و عارض چو خورشید اندر فروغ و یا بجمع اجزاء عقلی جیسے حکمی غفر لہ لوالدیہ  
شعر ز علم آدم برز و بر افلاک و کہ علم ہمچو حیات آمد و راک و یا بعض حسی بعض عقلی حکمی غفر لہ لوالدیہ شعر لطیف  
چو در بہار باران و سر سبز جهان از چوستان و یہاں مشبہ لطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی  
امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جانتا چاہیے کہ جس تشبیہ میں  
کہ وجہ تشبیہ چند امور سے منترع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اس  
تشبیہ کا تمثیل و ضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب  
تمثیل نہیں بنتا بلکہ ان کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمۃ اللہ  
دیکر مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ اس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ حساً  
مستحق ہونہ عقلاً تمثیل کے لئے ان کے ان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی و شعر مشکین زکال آتش لعل  
رنگ و در افتاد چون عکس گوہر رنگ و ولہ شعر بہ آتش بران شوشہ مشک سنخ و چو مار سیہ بر سر کان گنج  
عند الجمہور تمثیل ہیں۔ اور یہ قطعہ سعدی کا قطعہ عالم اندر میانہ جہاں و شلے گفتہ اند صدیقان و شاہد  
در میان کو انست و مصحفی و کنشت زندیقان و سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہیں یہ اشعار  
شعر پر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست و تربیت نا اہل را چو گردگان برگنبدست و ولہ شعر  
ابرگر آب زندگی بار و ہرگز از شاخ بید بر نخوری و با فرومایہ روزگار مہر و کزنے بویا شکر نخوری و  
ولہ شعر نہ محقق بود نہ دانشمند و چارپاے بر دو کتابے چند و ولہ شعر نے فائدہ ہر کہ عمر در باخت و  
چیزے نخرید و ز بیدناخت و یہاں وجہ تشبیہ المبلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم رہنا باوجود  
سخت تکلیف و تعب اٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منترع ہے چونکہ  
مرجح اس وصف کا جانب تو ہم ہے اسکو وصف حقیقی نہیں کہہ سکتے اور اگر وجہ تشبیہ ایسی نہ ہو  
تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنی جمہور کے نزدیک تمثیل کے لئے وجہ تشبیہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا  
چاہیے اور شیخ کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہ ہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ تشبیہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو  
وہی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم باعتبار وجہ  
تشبیہ مجمل

باعتبار وجہ تشبیہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنی کہ وجہ تشبیہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل  
تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس میں وجہ تشبیہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہوں یا نہ ہوں جیسے زید چون شیرست



وجہ کمال ظاہر

یا زید شیریں

یا زید شیریں۔ اور یہ اجمال کئی باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اس میں ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُس پر ٹکڑ کھائے جیسے روے چون آفتاب میں چمک و مک زید چون شیر میں شجاعت یہ ایسے امور ہیں بغیر ذکر مجاز تشبیہ سامع کا خیال اُس پر ہونے لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ مجز خواص بلغا دوسروں کی نظر و امان تک نہ پہنچے جیسے حکمی غفرلہ و لوالدیہ شعر کے بارگاہے مثل آفتاب و دیگر بارگی ہجو دریا سے آب و یہاں خیمہ پادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دیکھی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول میں بارگاہ کی وسعت میں مبالغہ کہ آفتاب کی طبع مشرق سے مغرب تک اسکی طنائیں کشیدہ چنانچہ نظامی اس وجہ کا اظہار فرماتے ہیں شعر زہے بارگاہے کہ چون آفتاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و فردوسی و بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہیں شعر کے خیمہ داشت افراسیاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و دوسرے مصرعہ میں گھوڑے کی سرعت میں مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہوتا ہے اور ٹھیکر ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطہ ارض یک جگہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ میں موجود ہے یہ کمال سرعت پر وال ہے۔ اسی قبیل سے ہے شیخ علی خزین کا نالہ کو مشکین پرند سے اور طالب آملی کا شبیدیز سے تشبیہ بننا شعر <sup>اے وجہ شبہ کا خفا</sup> شب بھران سیاہ در دریا شور خیزین تو و درفش کاویان از نالہ مشکین پرند آرد و طالب آملی <sup>منقول فیہ</sup> شعر کشش کردا تقدرا پنچہ غم جانب ظلمت و کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد و صاحب شعر ہر خسے قیمت ندان نالہ شیرین را و مروے باید کہ داند قدر این شبیدیز را و یہ امور ایسے ہیں کہ مجز خواص اور کسی کا ذہن نہیں پہنچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیریں چوتھے فقط شبہ کا وصف مذکور ہونے لگتا ہے شعر براق شتابندہ زیرش چو برق و ستامش چو خورشید و نور غرق و پانچویں فقط شبہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ شعر چو خورشید روشن و در خسارگان و گیسو کند و بر و کمان و چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی شعر بگل چیدن آمد عروسے بباغ و فرد زندہ روے چو روشن چراغ و یہ بھی واضح رہے کہ یہاں وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس میں جانب وجہ شبہ ایسا لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے اشلہ بالا میں مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین محل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی شعر نشد کارگر تیغ بر درع شاہ و بخیر زنگی چو ابر سیاہ و اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہاں غرض بیان

نالہ کو مشکین پرند  
اور شبیدیز سے  
تشبیہ بننا بھی  
اسی قبیل سے ہے

طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو

یہاں وصف  
کو نہ وصف مراد

تشبیہ مفصل

کرتی ہے ایر کا متصف بسا ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہیں کرتا تشبیہ مفصل وہ ہے کہ جس میں خود وجہ شبہ صراحتاً مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ و دشواری مساحتہ ذکر کیا ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شے لازم ہو اول جیسے زید چون شیرت و رعیت و دم جیسے کلام فصیح چون شہادت و شیرینی یہاں وجہ شبہ میلان طبع ہی جو شیرینی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ شعر سخن از دولاب و رطوبت چنانکہ ہر وقت مکر شکر پارہ و لہ صبر مانند صبر باشد تلخ ہر سوم نظامی ہر شعر سبق بردہ از آہوان و رشتاب ہر گرمی چو آتش بہ نری چو آب ہر یہاں وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہاں مساحتہ وجہ شبہ گرمی بیان کی گئی ہے اور حقیقت میں سرعت وجہ شبہ ہے جو گرمی کا لزوم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجئے۔

تشبیہ نوع ثالث  
تشبیہ اعتبار وجہ

تشبیہ مبتدل

تشبیہ غریب

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کر سکتے ہیں کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہو نیکی جلد سمجھ میں آ جاتی ہے اسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ کی جانب انتقال کرنے میں ذہن و نظر کو کوئی وقت اٹھانی نہیں پڑتی اس حالت میں اسکو تشبیہ قریب مبتدل کہتے ہیں نظامی ہر شعر مرہ روشن از تیرہ شب تافتہ ہر چو آئینہ روشنی یافتہ ہر مشبہ یعنی آئینہ ایسی شے ہے کہ ذہن میں اکثر اسکی صورت کا حضور رہتا ہے۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں بعد تدقیق نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہیں جیسے نظامی ہر شعر چارم علم بر زیا زون ہر چو خرشید لشکر بہ تنہا زون ہر مدوح کو خرشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا وقت سے اس تک پہنچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت و سیا کو ایک دم میں ہلاک یعنی معدوم کر دیتا ہے مدوح بھی لشکر دشمن کے لئے تن تنہا کفایت کرتا ہے۔ اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ میں غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی ہر شعر زجنش نشد یکدم آرام گیر ہر چو سیما ببردست مفلوج پیر ہر یہاں وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل بادی الارے میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اس کے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب بعید قریب و مبتدل سے احسن و بالغ ہوگی اسبطر ح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہیں اس کے قدر و انداز و تشبیہ کے حسن و قبح میں تفاوت ہو کر تا ہے۔ کبھی تشبیہ قریب مبتدل کو ٹھوڑے سے صرف سے بعید غریب بنا لیتے ہیں جس سے اس میں اور بھی حسن آ جاتا ہو اور بلاغت پیدا ہو جاتی ہو چنانچہ حکیم

اوحمد الدین انوری کی تشبیہ بتدل کو جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے شعر روم چو ماہ آسمان  
 داری و قد چو سرو بوستان داری و شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصریح  
 کے ساتھ بلیغ و بلند کر دکھایا ہے جہاں کہا ہے شعر سرو را مانی و لیکن سرو را رفتار نیست و ماہ را  
 مانی و لیکن ماہ را گفتار نیست و نغمہ داری کا شعر ہے شعر ماہی اگر ماہ را از سرو بود قد و سروے اگر سرو  
 از ماہ بود بر و کیا معنی کہ تشبیہ معشوق ماہ و سرو کے ساتھ قریب و مبتدل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج  
 غرابت تک بلاغت پر پہنچا دیا۔ اور کبھی ایک آدھ دور کی مناسبت و جہ شبہ ہوتی ہے اس وقت باوجود  
 بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے فروسی ہم کا شعر ہے شعر سپاہش بدینسان ہمہ ہمگروہ و  
 ہمہ حلقہ گردن مانند کوہ و جہ شبہ ہیئت ثباتی لشکر ہے یعنی جیسے کوہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا سپاہ بھی  
 نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لڑتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ رستم کی رجز میں اس امر کو ظاہر کیا ہے  
 شعر گو پلین گفت جنگی منم و باورد گہر و درنگی منم و

جہ شبہ کی مناسبت  
 میں جب کمال ہو  
 ہوتا ہے جیسا کہ  
 پہلے بلاغت سے  
 گر جاتی ہے۔

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلاثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہیں جیسے وجہ شبہ اور اداۃ  
 اور شبہ تینوں کا حذف یعنی وقت قیام قرینہ مقالیہ فقط مشبہ کا ذکر اقویٰ ہے مثلاً شیرست اگر قرینہ  
 سوالیہ موقع اخبار نہ ہو اسوقت وہ استعارہ مطلقہ سمجھا جائیگا جیسے فروسی سوداہ کے بال کھسوٹنے  
 منہ نوچنے کو کس لطف سے بیان کرتے ہیں شعر بشکین کند اندر افگند چنگ و بفندق گلان را  
 بخون داو رنگ و یا فقط مشبہ شبہ کا ذکر جیسے فروسی ہم رستم دسہراب کی کشتی کی داستان میں  
 لکھتے ہیں شعر یکے نعرہ بزد پر از خشم و کین و بزد رستم شیراب ز زمین و بندہ حکمی عفی عنہ شعر منم  
 شیر غرندہ وقت نبرد و پیشیم چہ مردی چہ یکدشت مرد و یہ دونو قسین اقویٰ ہیں کسواسطے کہ اداۃ کے  
 حذف سے مشبہ شبہ میں گل مواطاتی درست ہو جاتا ہے جس سے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہے  
 اور چاروں رکن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیرست در شجاعت تشبیہ کو بوجہ اوضعیف تر کر دیتا ہے اور  
 باقی شقین قوت و ضعف میں بین بین ہیں اس میں وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک رکن یعنی اداۃ کے  
 حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیرست در شجاعت یہ منجملہ اقسام قوی ہے اور حذف اداۃ مع الوجہ  
 اقویٰ ہے حالانکہ کمالات تشبیہ جو ادعائی عینیت ہے جس کا سبب حمل مواطاتی ہے فقط اداۃ کے  
 حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اس میں کچھ دخل نہیں پھر ایک کو قوی و دوسرے کو قوی تر کہنے کا

باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلاثہ  
 تشبیہ قوی و ضعیف ہوجاتی ہے  
 صرف مشبہ نہ کہ  
 باقی ارکان حذف  
 تشبیہ پر مشتبہ  
 باقی حذف ہے

یہ دونو قسین  
 اقویٰ ہیں

تشبیہ کی کمالات  
 چاروں رکن کا ذکر کرنا  
 باقی بین بین ہیں  
 و بیان ضعف و قوت

سبب ظاہر حصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تعمیم نہیں ہو کرتی کس واسطے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے خص واکمل و اشہر اوصاف میں دیجاتی ہے ورنہ شیرین گندہ دہنی چار پانوں اور دھم کار کھنا بھی وصف ہے یہ سب نہیں لئے جاتے اسی طرح ہر شے کے بیشمار اغراض ہیں بلکہ اُس کے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری میں تشبیہ دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر میں مقتضی تعمیم ہے) نظر میں رکھ کر بیان بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ بیات ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم میں اتنا سہارا بس ہے علوم عقلیہ میں بال کی کمال کھینچی جاتی ہے ایسی سامعوتوں کا وہاں دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کبھی انہیں ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرین اور وجہ مطلق ہوں ان میں کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دونو مقید ہوں جیسے مصرعہ تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہیں بلکہ نا اہل کی تربیت اس طرح مشبہ مطلق گردگان نہیں بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ دو چشم اند غضب ہ چون دوشعل و یہاں فقط مشبہ مقید ہو جیسا کہ مطلق دو چشم نہیں بلکہ چشم غضبناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ مصرعہ خش ہ چون خورشید و نیمروز فردوسی در شعر دور خسار زیباش مثل قمر و دوشمش ستارہ بوقت سحر و یہاں مشبہ مطلق ستارہ اور مطلق خورشید نہیں بلکہ موقت و نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر خورشید بھی مطلق و مقید دونو ہو سکتی ہے اول جیسے بندہ حکمی عفی عنہ چو خورشید روشن بر خندگی و دوسری یعنی وجہ شبہ مقید نظامی در شعر چو بوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ و فروزندہ باشد لبش چون چراغ و یہاں وجہ شبہ فروزندگی مطلق نہیں بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تفسیر کا لحاظ کیا جائے ان چار اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمیں حاصل ہوتی ہیں پوشیدہ نہ ہے کہ یہ تفسیر اُس توصیف سے عام ہو جو تشبیہ محل میں بیان کی گئی ہے کیا معنی کہ اوصاف والہ علی وجہ شبہ پر بھی یہ تفسیر صادق آتی ہے اور غیر والہ پر بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

چونکہ ہر شے کی غرض علت غائی اُس شے کی ہو کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس شے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان عرض تشبیہ کو نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

مشبہ بہ کے اشخاص  
خص واکمل و اشہر اوصاف  
میں دیجاتی ہے

مشبہ بہ کی اشخاص  
علوم عقلیہ میں بال کی کمال  
کھینچی جاتی ہے

مشبہ بہ کی اشخاص  
صفت مشبہ بہ

مشبہ بہ کی اشخاص  
مشبہ بہ کی اشخاص

مشبہ بہ کی اشخاص  
مشبہ بہ کی اشخاص

مشبہ بہ کی اشخاص  
مشبہ بہ کی اشخاص



جاننا چاہیے کہ غرض تشبیہ کی کبھی مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کی طرف یعنی اگر مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہو اسکو راجع بسوے مشبہ کہیں گے اور جو مقصود بیان حال مشبہ بہ ہی راجع بسوے مشبہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات و حالات کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ ایسا مرغیب ہو کہ اگر اسکے امتناع کا دعویٰ کیا جائے صحت کو پہنچ جائے اُس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اسکا امکان وقوعی ثابت کر دکھلائیں جیسے حکمی غفر لہ ولوالد یہ کے اس نعتیہ شعر میں شعر مکنے و کمکات افضل چنانکہ مشک نے آہو زخون آہوست یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعویٰ یہ ہے کہ مدوح کل ممکنات سے برتر ہے اور ممکن بھی ہے ممکنات سے برتر ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ بنفسہ ایک جنس ممکنات سے الگ ہے اور برابر اسے یک اصل جہاں ہے جب مشک سے تشبیہ دی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک اصل برابر بن گیا ہے اب احکام خون کے اُسپر جاری نہیں کر سکتے غنی کا شعر ہے شعر و بال گردن خود گشت بال خویش مرا + بسان شمع کہ اندر پیہ خود بگداز + ولہ شعر بخودوری زہنجسان نشاطی گر طبع دای و چوی مینی جلا از یکدگر لبہاے خندان را + پہلے شعر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اپنا تن و قوش اپنا وبال جان ہے ظاہر یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اُس کا اپنے پیہ کی بدولت گلنا بتلادیا خیال امتناع جاتا رہا اور اسی طرح دوسرے شعر میں دعویٰ کیا ہے کہ حصول نشاط دوری یا ران بجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر میں ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ واسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یا ران بجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبباً ہوتا ہے جب لبہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ میں مشبہ بہ کا عرف و شہر ہونا اور اسکی امکانت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے اور اسکی کیا کیفیت ہے بیان کرنا اُس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اسکی سرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ تشبیہ دین اُس وقت فقط مشبہ بہ کی رنگت پر واقعیت سامع کی شرط ہے۔ بندہ حکمی شعر لبش قوت فرجان یا قوت را + چومی کو جوان کر دفر قوت را + اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ بہ میں وجہ بہ بہت ظاہر اور بہت مشہور ہوتا کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

تاریخ راجہ بسو مرتبہ  
کا پی سی ایم پی ممبر  
عرب عنان القوس  
معلوم ہوتا ہے اسکو  
میں القوس ثابت کرنا

ع  
 بیخون آہو می مثل اور  
 غور کے ہاں کسے اگر گئی  
 شے اس سے اللہ ہو سکا  
 اس پر ہی حکم نہا ہی کا  
 لیکھا تھا شک کہ  
 حکم نکالتا اور اور  
 کر دیتے ہیں اور اور  
 اور سیدھے ہی رضی اللہ  
 تھا ورنہ  
 ہو جائے  
 سب کے  
 سب کے  
 فقال هو  
 طیب کما  
 عید ارباب  
 عید ارباب

غرض تشبیہ  
مستطاب بیان کرنا  
اور حسن صفتی  
مستطاب کی کیفیت

تقدیر بیان

یا کیت مشبہ کا بیان مقصود ہو آیا وہ مقدار میں کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑا پلے کے سفید بالوں کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پیرزاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی شعر مرابرت بارید بر پیرزاغ و نشاید چو بلبل تماشاے باغ و حکمی شعر چو مشکین سر و نگاہ کافور زاوہ کفن آمد آجینیم بیاد و اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرہ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کینزان روداہ کا زلال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہیں شعر دو چشمش چو دو زگس آبگون لبانش چو پستہ رخانش چو خون و انوری شعر حدیث سرین میانش چو گویم کہ دیدہ است کو ہے معلق بکافور اس شعر میں سرین و میان اور کوہ و کاه مین باعتبار شدت فرہی و لاغری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیوں نہ ہو) مقدار میں بلا کم و کاست مشبہ کے حال کے برابر ہو تاکہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی محین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جائے مثلاً ایسے کام میں سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو بادور مشقت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شعر بر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت ناہل را چون گردگان برگنبد است و تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اس تربیت کا کچھ بھی نہ ہو ایک گول شے کے گنبد پر ٹھیرنے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عاۃً محال ہے۔

مشبہ کا حال سے  
کے تشبیہ کی  
کے تشبیہ کی

اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ معقول بھی ہو اس کو بمنزلہ محسوس کیا جائے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالون ہے اور نیز اس قسم میں وجہ مشبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر بر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت ناہل را چون گردگان برگنبد است کی بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی تناقض نہیں تمثیل باعتبار ترکیب حال و وجہ مشبہ ہے اور یہاں باعتبار غرض تشبیہ فلا منافات پانچواں سامع کی نظر میں مشبہ کی خوبیوں کا مزین کر کے دکھلا دینا یا اس کی برائیوں کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع میں مشبہ کے اندر وہ برائیاں اور بھلائیاں ہوں یا نہ ہوں اول جیسے چہرہ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرہ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ دلوالدیہ

غفل را چون گردگان  
کی برائیوں کی  
کی نظر میں  
نہیں تمثیل  
طریق سے  
مقصود ہو

شعر چہ نامہ سوادش ہمہ مشک بود شب قدر را روشنائی فروزہ اور ثانی یعنی سامع کی نظر میں  
 مشبہ کی برائی کا جمادینا ہو جیسے بد ہیأت شکل کو شیطان اور دیو سے تشبیہ دین جیسے سعدی شعر  
 شخصے نہ چنان کر یہ نظر کہ زشتی او خبر توان داد گندہ غلبش نحوذ بانسد ہر دار بافتاب مراد نہ نظر  
 زراچہ کی ہیأت کا خاکہ اتار تے ہیں اشعار سیہ مارے افسون گر گے درو ہر سر آماسی از سر زنگی درو  
 دمان فرخ و سیہ چون لویدہ کو چشم بیتہ گشتی سفیدہ خمے از خم آہن بر انگینتہ ہنجمہا سکا ہن بروختہ  
 چھٹا مشبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پہرہ ندرت  
 و استطراف مشبہ بہ کا جسکی وجہ سے مشبہ میں ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یا قوت  
 مذاب سے تشبیہ دین از رو سے عادت یا قوت کا کھلکر مائیات میں سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند الحقل  
 محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر آن شبیت روی ارغوان فش  
 چون برف تنیدہ گزد آتش ہ از رو سے عادت آتش کے آس پاس برف کا جمانا ممکن ہے بعضی  
 کا شعر ہے شعر صبح را بنگر پس پروین بدان ماند رست ہ کر پس سیمین تدروے بسدین عنقا ست این  
 یہ اکثر تشبیہ بھی اور خیالی میں پایا جاتا ہے یہاں اس بات کو جان لینا چاہیے کہ مشبہ میں ندرت اور  
 طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)  
 یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گزد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔  
 یا فی نفسہ اُمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہیں مگر بوقت موجودگی و حضور شبہ طرفگی و ندرت متحقق  
 ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اسکی خوشنائی بیان  
 کیجاتی ہے نظامی شعر آتش بران شوشہ مشک سنج ہ چو مار سیہ بر سر کان گنج ہ ولہ شعر خان  
 از بر شعلہ آذری ہ جو بر سرخ گل برگ نیلوفر می ہ کیا معنی کہ مار سیہ کا کان گنج ہ ولہ شعر خان  
 پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہیں کہ آتش کے آس پاس برف کا جمانا اور بسدی عنقا کا سیمین تدرو کا چھپا  
 کرنا نادر اور طرفہ بلکہ منع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا  
 ہو گئی ہے غرض ان دونوں حالتوں میں مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل  
 ندرت بھی کریگا اور ان اخیر شقوں میں مشبہ بہ کا اکل واشہر ہونا شرط نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 یہاں تک بیان ان اقسام کا تھا کہ جن میں غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

فی ہر شبہ کی  
 چھٹی قسم یعنی  
 طرفگی اور ندرت  
 بالکل غلط ثابت  
 ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے

مشبہ میں ندرت  
 اور طرفگی کیسے  
 حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہونا

مشبہ خود نادر نہیں  
 مگر بوقت وجود  
 حضور شبہ ہوا  
 معلوم ہوتا ہے

آب ان اقسام کو بیان کرتا ہوں جن میں غرض تشبیہ شبہ بہ کی جانب راجح ہوتی ہے اسکی دو ہی  
 قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس میں وجہ شبہ ناقص ہو اور اس سے اس امر کا  
 ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ارسطی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماند پچید  
 افعی کمبندت ماند اندیشہ برفتن سمندت ماند خورشید بہت بلندت ماند اسی طرح سعدی رح کا شعر ہو  
 شعر گل سرخش چو عارض خوبان و سنبلسل ہچ زلف محبوبان و ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو میں خرا  
 وزلف ایسے کامل ہیں کہ گل و سنبل کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبکی طرف اہتمام ہو  
 اسے مشبہ بہ کریں اور غرض تشبیہ کی یہاں اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے  
 اور جوازہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح کا شعر ہے اگر کلو خے بر سر آید ز شاوی بر جہد کاین استخوانیت  
 اگر نغشے و کس بردوش دارند و لیم الطبع پندارد کہ خوانیت و نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم میدان  
 قناعت میکند جولان و ز شمشیر و سپر دارد دم آبی لب نانے و مخم رائشد غیر از فلاکت از فلک حاصل و  
 رضعہ جمع بیند قرص سر را گردہ نانے و طعرا می مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام  
 دروغ و کر فخطی نان نامند درویدہ فروغ و کے مردک است آنچه کہ بینی در چشم و پران گسے فتاوہ  
 در کاسہ دروغ و اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھیں جہاں مشبہ بہ باعتبار  
 وجہ شبہ حقیقتہ ہو یا ادعائے شبہ سے کامل تر نہ ہو حقیقتہ تشبیہ میں متحقق ہوگی۔ اور جہاں طرفین میں  
 برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالات یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود  
 نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقتہ پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت میں تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیونکہ  
 کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں زیادت اور کمالات وہ ادعائی کیوں نہ ہو ہونی چاہیے پس  
 جہاں یہ بات نہ ہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اس میں  
 آوازہ تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں ان کسی اور غرض سے جیسے زیادہ  
 اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعیات طرفین تشبیہ دے سکتے ہیں واللہ اعلم  
 اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض  
 کا پوری طرح کرتی ہے یعنی غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے مسا  
 اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

بیان تشبیہ  
 و شبہ بہ کی  
 جس میں غرض  
 ناقص ہو اسکو  
 بنانا اور اسکی  
 کا ادعا کرنا

جس میں غرض  
 اہتمام ہو اسکو  
 بنانا اور اسکی  
 کا ادعا کرنا

طرفین میں مساوات مقصود  
 ہونی چاہیے کہ نام ہے نہ تشبیہ

تشبہ و تشبیہ میں فرق

بیان تشبیہ  
 مقبول و مردود





واقعیت نہ ہو لطف اس کلام کا حاصل نہیں ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاشعری ہانکتے ہیں اس لطف سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں تو تین نے باوجود الزام تحطی یہاں مجملہ کچھ بیان تشبیہ کا کر دیا باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کر دیا اگر کسی کو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یا وہ ہے کہ اداتہ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہیں کس واسطے کہ اداتہ لغت میں الہ کو کہتے ہیں اور یہاں وہ شے مراد ہے جس کے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا مانندہ و مانند و کردار و سان و مثال و عینہ سب ہوں مگر آخر آقا شاپور کا شعر ہے شعر گل بچشم عینہ پیر ابن یوسف نمودہ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا بہ فعل جیسے ماند وانی و پنداری و گوئی و گویا و غیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر اگر نقش کسے بر دوش داند بہ لیم الطبع پندار کہ خوانست بہ ولہ شعر بزرگ زادہ نادان بشہر و ماند بہ کہ در دیار غریبش پہنچ نہ تماند بہ فردوسی شعر یکے دژ بر آرد و در کوہ سار بہ تو گفتی سپہر شش اندر کنار بہ اور حرف جیسے آسا اور اسکا مخفف آسا و سا و سار و سان و دیس اور اسکا مبدل دیز جیسے شبیز لے شبزنگ یعنی اسپ مشکلی ووش اور اسکا مبدل فش و وار و چون اور اسکا مخفف چو۔ ابو الفرج رومی شعر غم و خوش بجنیش و بسکون بہ آسمان وزین آسا باشد بہ خاقانی شعر آن روح دوزخ نارین حور زبانی سارین بہ بحر نہنگ اوبارین آہنگ اعدا داشته بہ منقل مرلج کعبہ سان آشفہ دروے رویان بہ لبیک داران در میان تن محرم آسا داشته بہ سعدی شعر چہ قدر آرد و بندہ حور دیس بہ کہ زیر قبا وارد اندام پیس شمس فخری شعر جہان را اگر شہ تو باشی یقین بہ شود در پناہت جہان خلوش اور لفظ وں مانا و مانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے کہ زم مثل وگہ زم وں وں نظامی شعر نشست از بر بارہ کوہ وں بہ بدیل ہمایون بر رفتار خوش بہ فردوسی شعر گنجیان اویا جو کردہ کیش نشست بہ پیش اندرون شاہ فش بہ عرفی شعر کلام من کہ متاع ولایت سخت بہ بروے دست صبا میر و سلیمان واہ اور جیسے لفظ برائے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذر چکا اسی طرح لفظ سان تشبیہ کا حرف بھی ہے جیسے مثال مذکور میں اور اسم بھی بمعنی مانند و طور نظامی شعر کہ چون کردہ انداین دو صورت گذار بہ دوازنگ را بر یکے سان نگار بہ فردوسی شعر تو این را دروغ و فسانہ مدان بہ بیکیسان روش در زمانہ مدان بہ لیکن بلا استناد و استظهار حرف با می موحہ یا بر استظهار

ادواتہ تشبیہ  
بیان آن ادواتہ تشبیہ  
مثال عینہ کی  
جوادہ تشبیہ میں  
اسم ہے  
بیان آہ  
مثال آہ  
بیان آہ تشبیہ  
اس کا جو حرف ہیں

مثال آسا  
بیان آسا بالمد  
وسار و سان

مثال دیس  
بیان دیس  
مثال وں  
مثال فش  
مثال وار

لفظ سان کی تحقیق  
کہ وہ بہ استعلا  
طرح اسم اور حرف  
دونوں ہے

اُس میں اتنا استقلال پیدا نہیں ہوتا جس سے اور اسموں کی طرح اُس کی اضافت کی جگہ جامی  
 شہر بسان مردک درویدہ بنشت و زفر زندان و دیگر ویدہ بر بست و فروسی و شہر بر آشت برسان  
 شیر بیان و یکے تیغ تیزش بزور بیان و ولہ زرنے بود برسان گردے سوار و ہمیشہ بجنگ اندرون نامدا  
 اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہیں اسکے اور اخوات یعنی اُن اسموں پر جو متضمن معنی تشبیہ میں جائز  
 رکھی گئی ہے جیسے ہائند و بعینہ و بکر و دار و بسان و برسان و بمثال و بر مثال۔ ملا قاسم شہدی شہر لاف از  
 نسب مزن کہ ہائند آئینہ و آدم نمی شود کسے از روے دیگران و رضی تبریزی حدائق العشاق میں لکھتے  
 ہیں شہر در نگار خانہ تصویر چہمان آہنگاہ آرزوے کہ خامہ از مرثۃ ایشان ترتیب کند بر مثال مژگان  
 بتان و در نظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان میں حیثیت حرفی غالب ہو بوقت اضافت یہ استناد  
 واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہاں کوئی واجب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور ان سب میں کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چواس کا استعمال تشبیہ مفرد میں حقیقی ہی  
 جسطح تشبیہ مرکب کے لئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیرست و چو شیرست اور کبھی تشبیہ مرکب  
 میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی و شہر بکبک درسی چون درآید عقاب و چگونہ جہد برز میں آفتاب  
 ازان تیز تر خسرو سلین و بہ تندی در آمد بران اہرمن سعید اشرف شہر چون نماید یک خیابان  
 بلغ از آئینہ و ہست ملک و افرت در زیر گردون آنچنان و اے چنانچہ نماید۔ صاحب شہر چون  
 لباس غنچہ تنگی میکند بر دوش گل و بر فراز این عمارت پر بیان آسمان و چنانچہ لباس غنچہ الخ ولہ  
 شہر رشیشہ چون گذر رنگ می بگرم عنانی و رشیشہ خانہ عشرت بان شتاب گزشتہم و اے چنانچہ  
 گزد الخ نظامی و شہر فرو گفت لختے سخنہاے سخت و چو گوید خداوند شمشیر و تخت و اے چنانکہ گوید  
 فروسی و توحید میں فرماتے ہیں شہر ستودن نداند کس اور اچو ہست و میان بندگی را باندیت  
 ولہ شہر یکے تیر باران بگردار سخت و چو باد خزان بر وزو بردخت و بہان مرکب مراد مصطلح علم  
 بیان نہیں بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفہیم و تعظیم کے لئے بھی  
 آتا ہے۔ نظامی و فرماتے ہیں شہر بنا کر و شہری چو شہر ہری و کز انسان کند شہر کم و دیگری  
 اس واسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لئے مغائر طرفین از روے حقیقت و از روے قصد واجبات سے ہے  
 جیسے زید چون شیرتین شیر سے عین ذات زید مراد نہیں اور یہاں تشبیہ تفہیم میں عین ذات مشبہ

حرف تشبیہ چون  
 اور اسکے مخفف  
 چو کا بیان

مراد ہے یعنی ہنا کرد شہر ہے چو شہر ہری مین یہ مقصود متکلم نہیں ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہریت جیسا بنا کرنے کو بتلادے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بنا کر ناجسکی خوبیاں اور عظمت اعرف و اشہر ہے بتلانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ بہ جسکی اشہریت و اعرفیت سے مشبہ میں کمال حاصل ہو سوائے اس مشبہ کے حاصل نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف و اکمل و افخم ہے اور کبھی اس نوع میں مشبہ حذف بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے شعر مقدرے نہ بہ آلت بقدرت مطلق چکنہ شکل بخاری چو گنبد ارزق چا اے گنبدے چو گنبد ارزق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لئے (جو مغائرت طریقین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا پس ہے اور سوائے موضع تشبیہ کے ایک شے کی کیفیت و سبب کی طلب اخبار کے لئے بھی آتا ہے صائب کا شعر ہے شعر آئینہ کے بچہ شبنم نشان رسد چلن آب ایستادہ بہ آب روان رسد اے چگونہ ہو لوی معنوی شعر گردن شمشیر مرالشکر نمود می نیارم گفت چون پر ہول بود اے چگونہ و بچہ کیفیت پر ہول بود۔ میر معزی شعر طبعم بلوے بہت تو تازہ چون شدت چو گریبے بہت تو چو باد بہار نیست چو جام بجاک در گہ تو شاو چون شدت چو گر خاک در گہ تو چو زریا نیست چا اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاو بچہ سبب شدہ است۔ اور بجائے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر طے کم این نامہ را اگر نکم چون کم چو حصہ خامہ نیست تاب رقم داشتن چا اے اگر طے نکم چو کم۔ اور کبھی مضمون معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی شعر سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے چو نکہ تر شدہ پلید تر باشد اے ہر گہ کہ تر شدہ اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آئے گئے۔

## الحروف المشبہة بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف مانا و مکر و گویا و گویا و رنگ و بلکہ و لیکن اس کا مخفف لیک دو لے دکاش اُس کا مبطل کج اس کا مزید علیہ کاشکے دکاشی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہیں ان میں ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی میں انّ مشدود۔ سعدی شعر ہمانا کہ در پال انشائے ن چو مشک است بے قیمت اندر ختن نظامی شعر بروشاہ اگر یک شینون کندہ ز ملکش ہمانا کہ بیرون کندہ بعض مقننین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شعر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف چہ کہ باشد کہ با ما شود ہم مصاف چہ ولہ زمانہ جزا این خود

لفظ چون کی کیفیت  
بجائے طلب  
بجائے طلب

چون بجا چہ استفہامیہ  
مستعمل ہوتا ہے

چون مضمون معنی شرط

چون شرطیہ

حرف مشبہ بالفعل

ہمانا کا بیان

لفظ خود کی تحقیق



نہ مبینہ صواب ہے کہ این را کند خوب و آنرا خراب ہے شعر خود معطی توئی وائل من و پیش ازین عشوہ شین باشد  
 شین و مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لئے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے  
 ذہن میں اس کا متبوع اس طرح متحقق ہو جائے کہ اُسکے سوا کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی میں  
 لفظ نفس مگر عربی میں الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لئے نفس را و خطا  
 کے لئے نفسک متکلم کے لئے نفسے اور فارسی میں واجب نہیں جو ان کے وجہ میں ہے جیسے خودش خود  
 خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونوں برابر ہے۔ یہ بھی سن لیجئے کہ لفظ خود بحسب اقتضا  
 مقام و سیاق کلام اگر معنی ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ  
 اس پر زائد سمجھی جائیں گی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہیں ہے یعنی صرف نفس کے معنی میں ہے تو  
 الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہاں ضمیر میں خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہیں  
 ملحق ہیں جیسے خودش خودت خودم میں اور جہاں ملحق نہیں وہاں تقدیراً مانتا پڑیگا۔ غرض محاورہ  
 عرب کی طرح یہاں بھی وجوب ثابت ہو گیا مگر وہاں ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی میں  
 عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل امثلہ مذکورہ میں لفظ خود شعر اول میں کوہ قاف کی تاکید اور شعر  
 ثانی میں زمانہ کی تاکید بخلاف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر میں منفصل خطاب کی تو کی تاکید کے  
 لئے بخلاف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب میں خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہیں متصلہ و  
 منفصلہ ہر دو ضمیر میں اس پر لاحق ہو سکتی ہیں جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہیں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جانتا چاہئے کہ ہمارا جس طرح موضع تیقن و محقق میں مستعمل ہوتا ہے  
 موقع ظن میں بھی مستعمل ہوتا ہے جامی رح شعر ہمارا پیش چشم او نگوئیست و ازان رو خاطرش را  
 میل او نیست و سلطان ابراہیم ز او جاہی شعر شنیدم کہ چشم تو دارو گزندے و ہمارا کہ افتا و بر  
 درو مندے و اسکا محف مانا اثیر الدین خسیکی کا شعر ہے شعر مانا کہ خلد پروہ ز خسار برگرفت و  
 یا سادہ گشت ریشور و ہر را خدا و واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنی ماندہ اور ہے جو انستن تشبہ سے مشتق ہے  
 جس طرح دانستن سے مانا چونکہ وہ معنی تشبہ کو متضمن ہے بجائے اداۃ تشبہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے  
 صلہ میں بائے موصدہ آیا کرتا ہے جیسے رخس مانا بخور رشید۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہے  
 جو فارسی قدیم میں منجملہ اسمائے طلبیہ الہیہ ہے جسکو عربی میں باقی کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں مگر

لفظ خود متضمن معنی  
 ضمیر ہر ضمائر کا  
 الحاق زائد ہے

لفظ خود ضمائر متصلہ  
 و منفصلہ ہر دو لاحق  
 ہو سکتے ہیں

ہمارا کی تحقیق

مانا محف ہمارا  
 مانا اداۃ تشبہ ہمارا  
 بننے باقی اس  
 بحث سے خارج ہے



بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہیں۔ اور مطلوب خواہ ممکنات  
 ہو خواہ ممکنات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی میں لیت۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام  
 خواہش و تمنائے اظہار کے قصد سے حرف نہ بھی لایا کرتے ہیں جیسے عربی میں یا لیتنے کنت ترابا  
 شعرے کا ش گوش رغبتم احوال بدی چو چشم تاہر چہ گفتی از تو کمر شنیدی و نظامی در شعر مراے  
 کا شکے ماورنی زاد و اگرے زاد پس شیرم نے داد و سعدی در شعر کاج کا ناکہ عیب بن گفتند  
 رویت اے داستان بیدندی و حکیم نزاری قہستانی شعر ز خط گوہر بر افشانی تو باری و مراکشی کہ  
 بوی یادگاری و ولہ کنون در دست ماند از دوست یادے کہ کاشے ہرگز از ماورن زادے و سا توان  
 آیا و ایا بالمد و القص یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے  
 جیسے عربی میں لعل شعر آنا کہ خاک را بنظر کیما کنند و آیا بود کہ گوشے چشمے ہما کنند و اس لفظ کا صدر  
 جملہ میں لانا کوئی ضرورت نہیں جیسے شعر بود آیا کہ در میکد ہماکشایند و گرہ از کار فردب شہ ہماکشایند  
 یہ کلمہ کبھی استعجاب و استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے شعر آنا کہ بصدر زبان سخن مے گفتند و آیا چہ  
 مے شنیدند کہ خاموش شدند و

کاش ممکنات و  
 تمنعات عقلی  
 و عادی ان چاروں  
 حال میں عقلی ہو  
 یا عادی ہو  
 کہ حرف نہ بھی لایا  
 کرتے ہیں

آیا و ایا۔

یہ کلمہ کے لئے صندھ میں  
 واقع ہونا ضروری ہے

آیا استفہام و  
 استعجاب کے لیے

## نہ ونے مشبہ بہ نیست

بیان نہ ونے  
 مشبہ بہ نیست

نہ ونے نیست کے مشابہ ہونیکے یہ معنی ہیں کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملہ  
 اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ ونے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جس طرح عربی میں ما و لا  
 مشبہ ہتان بلیس سعدی در شعر نہ پاپے چو بہیندگان راست رو و نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو  
 نظامی در شعر غمزدہ نسرین نہ زیاد صبا و آن اثر لطف تو شد تو تیا و ولہ ہستی تو صورت و پیوند نے  
 تو کبس و کس تو ماتد نے و فیضی فیاضی شعر بر ترز نہ بود بود و ش نے جوہر نے عرض وجودش  
 اے اور اپاے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غمزدہ نسرین از یاد صبا نیست۔ وجودش  
 جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی در شعر نہ آہو و لے  
 نافہ از شک پر و چو ندان آہو پر آمودہ در و لے نیست آن براق آہو و لیکن الخ

کبھی یہ کلمات  
 نفی محذوف الہم  
 بھی آتے ہیں

## نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخل کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے جامی در شعر نہ در و

بیان نہ نفی جنس

نہی نفی جنس کا  
اسم نہی جنس کا  
مبتدا کی جگہ پر ہے

نہی نفی جنس کا  
مبتدا کی جگہ پر ہے

سایہ غیر از شب تار نہ دروے بسترے جز نشتر خار بہ نظامی مہ شہر نہ دولت نہ دنیا نہ داراگزاشت  
 و سنان از سرسنگ خار اگزاشت و چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ  
 اعلام خبریات ہوا کرتے ہیں جنس کے لئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ داراگزاشت متادل ہو گا یعنی  
 مانند دارا یا کوئی پادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبیر شہر نگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکند  
 نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیے نہ کسی بادشاہ تکبر کو بدون مغلوب کیے  
 چھوڑا چنانچہ عربی میں صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ  
 دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیۃ لا ابا حسن لہا ای لا فیصل لہا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد  
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اقتضا کہ علی حضرت خاتم الخلفاء علی کرم اللہ وجہہ فیصل فی الحکومات تھے  
 اور اس طرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہیں اور فرق نفی جنس اور مشبہ بنیت میں یہ ہے کہ نفی جنس  
 اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بنیت اس کے اسم کے وصف و حال مذکور کی  
 نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنی اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہاں نفی جنس مستعمل ہوتی ہو  
 جیسے مثلہ مذکور نہ دروے سایہ غیر از شب تار الخ میں مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح  
 نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ میں مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبارہ کی نفی ہے اور جس جگہ  
 مطلقاً اس اسم کی نفی نہ ہو بلکہ اسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے  
 اتصاف کی نفی کیا ہے تو وہاں مشبہ بنیت استعمال کیا جاتا ہے جیسے مثلہ مذکور نہ پائے جو بیندگان  
 راست رو الخ میں مطلقاً پامی اور گوش کی نفی نہیں بلکہ اس وصف راست روی اور فصاحت مشنودگی  
 کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسی طرح نے جوہر نے عرض وجود میں مطلقاً وجود کی  
 نفی نہیں بلکہ اسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسی طرح تیسرے شعر میں مطلق براق کی نفی  
 نہیں بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لئے مختصات آہو یعنی نانہ مشک  
 وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ تو ہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالیٰ اعلم یہ کلمہ  
 خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بنیت ماے مخفی کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کبھی بالظہار ماے ہوز متعل  
 ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شہر رقیب ارکث خسرو خستہ از زبان  
 دران رخصت نہ مدہ ولہ چن خستہ جان ماے دے بران عاشق و کو از پئے جان چیزے

نہی نفی جنس کا  
اسم نہی جنس کا  
مبتدا کی جگہ پر ہے



بروے تو نہ کردہ + یہ دونوں شعران غزلون میں ہیں جنکا مدار قافیہ رہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ  
اعلم بالصواب

## تاوے نافیان

بیان ناوے  
نافیہ کا

ناکشران اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا محل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہو سکتا یعنی مدخل اس  
ناکا صیغہاے صفات سے ہو جیسے نامہوار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغون کا جنکا نامہوار  
و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اس پر اگر مدخل ناکا محل کیا جائے بلاتا دلیل صحیح ہو مثلاً  
کسی راہ کو نامہوار است کہنا بلاتا دلیل حل بالمواطات ہے اسی راہ کو ہمواست کہنا بلاتا دلیل بالمواطات  
حل صحیح ہو سکتا ہے خواہ اس میں اشتقاق کی راہ سے معنی صنفی حاصل کیے گئے ہوں جیسے تراشیدہ  
نا تراشیدہ میں اور روان ناروان میں سعدی ۛ شہر بیک نا تراشیدہ در مجلس ۛ بر بخدول ہوشمند  
بے ۛ النوری شہر کا نجاس سبز نے رخ سبز ۛ چون سیم سیاہ ناروان است ۛ اے نارنج است  
خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جن طرح صفت مشبہ کے بیان میں عرض کیا گیا معنی صنفی اس میں  
حاصل کیے جائیں جیسے تو ان بین و خدا ترس - ناتوان بین و نا خدا ترس میں اسم اور امر کی ترکیب سے  
اے کیکہ خدا را ترسد شخصے کہے را تو نا ویدن نمی تواند یعنی حاسد عبد القنی قبول شہر چشم او دید  
دست من بوسید ۛ آن کہ مے گفت ناتوان بین است ۛ جو انمرو نا جو انمرو میں دو اسمون کی ترکیب سے  
سعدی ۛ شہر اگرین نا جو انمرو دم بکروار ۛ تو بر من چون جو انمروان گزر کن ۛ تو نا نا تو ان میں روانا  
روا میں صیغہ امر پر الف فاعلی کے لاحق کر نیسے جامی ۛ شہر تعالیٰ العزیز ہے قیوم و نا ۛ تو نا فی وہ  
پیر نا تو نا ۛ طاہر وحید شہر آب گہر گرچہ لبہ با صفاست ۛ سکھ موجب نبود نا رواست ۛ بود مند نا بود  
او مفلس ہوشمند نا ہوشمند میں اہم پر کلمہ بہت مند کے الحاق سے صاحب ہماے ہایون کا شعر ہے شہر  
تو کو تاہ دستی و نا بود مند ۛ مزن دست در شاخ سر و بلند ۛ نا تھی ۛ شہر وزیران کج بین نا ہوشمند ۛ  
رسانند در شاہ و ملکش گزند ۛ سزاوار کلمہ نسب وار کے الحاق سے ناسزاوار میں میر خرمی شہر تراست  
ملک و سزاوار آن توئی بییقین ۛ خداے ملک بخشد بنا سزاواری ۛ بسا مان مخف یا بمعنی باسا مان  
(حرف با میں جس کا ذکر ہو گیا ہے) نا بسا مان میں یعنی کوئی شے جو سلمان و اسباب اپنے ساتھ  
نہ رکے اسکو نا بسا مان کہتے ہیں صائب شہر برگ کا ہے نیست کشت نا بسا مان ترا ۛ خوش از

صیغہ صفت اشتقاق  
ناکا و اصل ہونا

اسما و غیر مشتق پر  
کسی اور ترکیب سے  
معنی صنفی حاصل  
کر کے داخل کرنا

اشک پشیمانی است دہقان مرا چہ خواہد وہ اسم ضمن معنی صفت ہو جسے تندرست نام تندرست میں  
 فرو وہی شہر بشد شاہ بہرام ورخ رابشت پ کران اژدا بود نام تندرست پ اور بعض اسماء غیر صفت  
 کو بمعنی صفت لیکر داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنوں  
 میں لیکر نام مردم کہتے ہیں۔ امیر خسرو شہر بزرگی بایت در مردمی کوش پ کہ دولت گرد نام مردم نگرود پ  
 سعدی پ شہر چو نام مردم آواز مردم شنید پ میان خطر جاے برون ندید پ اے نالایق اسی طرح  
 ناکس سعدی پ شہر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کس پ ناکس تہر بیت نشود اے حکیم کس پ یعنی  
 نالایق تہر بیت سے لایق نہیں ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لے جائیں اسکی نفی نے کے ساتھ  
 کرتے ہیں یعنی نے کس کہتے ہیں محمد قلی سلیم شہر نے کسی چون من نہیں باشد چہ می کردم سلیم پ  
 چون شراب ہند اگر حاجت بکس می داشت پ نظامی پ شہر نے کس مانے کسی مابین پ قافلہ شد  
 واپسی مابین پ یہاں اسی یکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان نادار نادان  
 یہ مرخم صنف ہیں بعد ترخم ان پر نادخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع میں ناتوانا بلا ترخم بھی مستعمل ہو جسے  
 مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت افراد میں یعنی غیر منفی مستعمل ہیں۔ ظہوری شہر چنان خط  
 مغیش خوانا فتاد پ کہ ہر کوہ فہم ست روشن سواد پ مخلص کاشی شہر دلا بصرہ قدم نہ کہ در طریق محاش  
 سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دار نیست پ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فروسی پ شہر اگر  
 چند بیشن توان ست نو پ بہر کار وار و خرو پیش رو پ محتمل ہے کہ از قبیل زید عدل یہاں  
 اسناد مجازی ہو مگر اس صورت میں دان اور دار کی طرح مشتق نہ ہوگا بلکہ مستقل اسم بمعنی قوت ہوگا ان  
 ہر دو صیغوں ناتوان و ناتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی و ناتوانائی دونوں مستعمل ہیں  
 امیر خسرو شہر نیکس از کف جام نہد گرچہ از رنج خار پ سر فلندہ ماند و چندان ناتوانی میکشد پ درویش  
 والد ہروی شہر بجز ماچہ پینی کار اگر افتد حمیت را پ تماشای توانائی کنی از ناتوانائی پ اسی طرح نابرید  
 یعنی غیر مختون مخفف و مرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے  
 مولانا کا تہی شہر ہجر از ہلاک کا تہی ام مژدہ داد و دوش پ پسند گرچہ این سخن آمد پسندہ ام پ اور ناخواست  
 مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضائے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے ناسید ناہن ناانصاف  
 ناہر و نا تراش نا داشت بمعنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب نا صواب نا فرمان ناہر ہر وغیرہ

اسم غیر مشتق بمعنی  
 صفت پرنا کا  
 داخل ہونا  
 بعض صفت  
 اسماء غیر صفت  
 کو بمعنی صفت  
 لیکر داخل کیا جاتا ہے  
 جیسے مردم کو مردمی  
 یعنی انسانیت اور اہلیت  
 رکھنے والے کے معنوں  
 میں لیکر نام مردم کہتے  
 ہیں۔ امیر خسرو شہر  
 بزرگی بایت در مردمی  
 کوش پ کہ دولت گرد  
 نام مردم نگرود پ  
 سعدی پ شہر چو نام  
 مردم آواز مردم شنید  
 پ میان خطر جاے برون  
 ندید پ اے نالایق اسی  
 طرح ناکس سعدی پ  
 شہر شمشیر نیک زاہن  
 بد چون کند کس پ  
 ناکس تہر بیت نشود  
 اے حکیم کس پ یعنی  
 نالایق تہر بیت سے  
 لایق نہیں ہوتا اگر اس  
 سے معنی وصفی نہ لے  
 جائیں اسکی نفی نے کے  
 ساتھ کرتے ہیں یعنی  
 نے کس کہتے ہیں محمد  
 قلی سلیم شہر نے کسی  
 چون من نہیں باشد  
 چہ می کردم سلیم پ  
 چون شراب ہند اگر  
 حاجت بکس می داشت  
 پ نظامی پ شہر نے  
 کس مانے کسی مابین  
 پ قافلہ شد واپسی  
 مابین پ یہاں اسی  
 یکس پر یاے مصدری  
 لاحق ہوئی ہے۔ اور  
 ناتوان ناخوان  
 نادار نادان یہ  
 مرخم صنف ہیں بعد  
 ترخم ان پر نادخل  
 کیا گیا چنانچہ بعض  
 موضع میں ناتوانا  
 بلا ترخم بھی  
 مستعمل ہو جسے  
 مذکور ہوا اور  
 خوانا اور دارا  
 اور دانا حالت  
 افراد میں یعنی  
 غیر منفی  
 مستعمل ہیں۔  
 ظہوری شہر  
 چنان خط  
 مغیش خوانا  
 فتاد پ کہ ہر  
 کوہ فہم ست  
 روشن سواد  
 پ مخلص کاشی  
 شہر دلا بصرہ  
 قدم نہ کہ  
 در طریق  
 محاش سکندری  
 خورد از فاقہ  
 ہر کہ دار  
 نیست پ  
 خصوصاً  
 توان غیر  
 منفی مرخم  
 مستعمل ہے  
 فروسی پ  
 شہر اگر  
 چند بیشن  
 توان ست نو  
 پ بہر کار  
 وار و خرو  
 پیش رو پ  
 محتمل ہے  
 کہ از قبیل  
 زید عدل  
 یہاں اسناد  
 مجازی ہو  
 مگر اس  
 صورت میں  
 دان اور دار  
 کی طرح  
 مشتق نہ  
 ہوگا بلکہ  
 مستقل اسم  
 بمعنی قوت  
 ہوگا ان ہر  
 دو صیغوں  
 ناتوان و  
 ناتوانا پر  
 یاے مصدری  
 کے الحاق سے  
 ناتوانی و  
 ناتوانائی  
 دونوں  
 مستعمل  
 ہیں امیر  
 خسرو شہر  
 نیکس از کف  
 جام نہد  
 گرچہ از  
 رنج خار پ  
 سر فلندہ  
 ماند و  
 چندان  
 ناتوانی  
 میکشد پ  
 درویش والد  
 ہروی شہر  
 بجز ماچہ  
 پینی کار  
 اگر افتد  
 حمیت را پ  
 تماشای  
 توانائی  
 کنی از  
 ناتوانائی  
 پ اسی طرح  
 نابرید یعنی  
 غیر مختون  
 مخفف و  
 مرخم  
 نابریدہ  
 اور ناپسند  
 مخفف  
 ناپسندہ  
 چنانچہ  
 پسندہ  
 غیر منفی  
 منفرد  
 مستعمل  
 ہے مولانا  
 کا تہی  
 شہر ہجر  
 از ہلاک  
 کا تہی  
 ام مژدہ  
 داد و  
 دوش پ  
 پسند گرچہ  
 این سخن  
 آمد پسندہ  
 ام پ اور  
 ناخواست  
 مخفف  
 ناخواستہ۔  
 اور بعض  
 جگہ  
 مقتضائے  
 قیاس کے  
 خلاف  
 مستعمل  
 ہے جیسے  
 ناسید  
 ناہن  
 ناانصاف  
 ناہر و  
 نا تراش  
 نا داشت  
 بمعنی  
 مفلس  
 نارس  
 ناسپاس  
 ناشکر  
 ناشکیب  
 نا صواب  
 نا فرمان  
 ناہر ہر  
 وغیرہ

ناکا استعمال خلا  
 اقتضا و قیاس

ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست

ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست

ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست

ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست

ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست  
یہاں ناتوا فیست

سعدی رح شعر بہنگام سختی مشونا امید کہ ابرسیہ بارد آب سفید و البوطالب کلیم شعر رود آرام  
بعمری کہ ہجران گزرد و کاروان از رہ نامن شتابان گزرد و مرزا کا فی غلخال شعر و دیارے کہ  
توئی بودم آنجا کا فیست و آرزو مایے و گر غایت ناتوا فیست و امیر لاجبی شعر ہر دے کو والہ  
و حیران حسن یار شد و از غم دنیا و دین آزاد و ناپرواہ بود و نظامی شعر ہماں خور و کان ناتراش و گر  
چنین چند را خاک خارید سر و البوطالب شعر دل نا داشت پر ز خون باشد و ساغر عیش او نگون باشد  
اے دل مفلس یہ لفظ مجازائے غیرت اور لہجہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے ہندی میں ننگا کہتے  
ہیں نظامی رح شعر چنین آمدست از لقیبان پیر و کہ با ہیج نا داشت کشتی گیر و ولہ سپاس خدا  
کن کہ بر ناسپاس و نگوید شام و ایزد شناس و محمد جان قدسی شعر شب دل نا شکر من آرام باخبر  
نا داشت و سینہ صد پریشان چشید و دست از افغان نا داشت و طاہر وحید شعر بسکہ بود از غم او تکیب  
غنجہ گل گشتہ دل عندلیب و سید حسن اشرفی شعر صواب ست با و شدن سوی گل و اگر چند گوید  
بے ناصواب و مسیح کاشی شعر فلک نا حفاظ و نا فرمان و یک نفس کے اطاعت کر دست و  
نا حفاظ بمعنی بیجا و نئے شرم و نظامی رح شعر وزان خشت زرین شداد و عادی و چہ آمد مجرم دل نامراد  
با باغانی رح شعر صد بار تیغ تہر کشیدی و بچپان و می آید از پے تو دل ناہر اس من و اے دل  
نئے پاک من و ناساز و نا قبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و  
سازمند و قبول بمعنی مقبول مستعمل ہے والہ ہر وی شعر باز می عیش مخور سخت تنک حوصلہ است و  
فکر بہرہ و مکن غم بطبیعت ساز است و سی موافق است میر حسن و بلوی رح شعر اے کز کمال حسن تو  
حیران شدہ عقول و در سینہ باغریزی و در دید نا قبول و اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے ناسپاس بجائے ناسپاس فروشی رح شعر بدین بخشش کرو باید پسند و مکن  
جانت ناسپاس و دل رانزند و یہاں خلاف مقتضائے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہاں قیاس  
نے نافیہ کو مقتضی تھا نا نافیہ کا یہاں استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور نے اس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں مدخل نے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول  
نہ ہوا اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش او  
عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حل کیا جائے درست نہ ہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

(جیسے داندہ یاد اشنند یاد انشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلند یا صاحب عقل) گل درست ہوگا  
پیش احتساب ہے اوب ہے اصل ہے انجام ہے انتہا ہے پایاں ہے باک ہے برگ ہے سانا  
ہے بصر ہے بہا ہے قیمت یعنی گران بہا ہے بہرہ ہے پایاب ہے پرکار یعنی بے قاعدہ ہے پرواہ ہے  
ہے رحم ہے تہ ہے جرأت ہے حساب ہے حضور ہے داد ہے رگ یعنی بے حیت ہے شرم ہے رو  
یعنی بے مروت ہے روزگار یعنی بے کسب ہے زہار یعنی امان نہ بندہ ہے سپاس یعنی ناشکر  
ہے شکوہ یعنی شکوہ کنندہ ہے شمار ہے طاقت ہے طراوت ہے فرمان ہے نور و غیرہ حسن بیگ  
رفیع شعر از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت ۱۰ مے رانکوندانم ہے احتساب خوردن ۱۱ البوطاب  
کلیہ شعر باماکین سپہر زانچم پیدا است ۱۲ تماشازی بخت ہے ترم پیدا است ۱۳ چون خشکی آشیانہ و گلین سبز  
نہے برگی مامیان مردم پیدا است ۱۴ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گوہر کنی خرمہرہ رانہرہ درسی بندہ راہ  
سلطان کنی ہے بہرہ را شاہ اس اے سلطان ماہ سعدی ۱۵ شعر وقتے در آہے تامیان دستی و پاس  
میزوم ۱۶ اکنون ہمان ہند اشم دریا سے ہے پایاب راہ ۱۷ فوٹی یزدی شعر فوٹی از گردون بر پشت  
خندہ ز دازرہ مرو ۱۸ عشرت او بچو قول کون دمان ہے تہ بود ۱۹ اے بے اصل بود ۲۰ حساب یعنی  
نہے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب و شمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر  
گر نہ ہی داؤ من اے شہر یار ۲۱ با تو روز شمار این شمار ۲۲ ملا قاسم مشہدی شعر عشق آمد و شدم  
ز ثواب و عتاب پاک ۲۳ دل از دو کون شستم و کردم حساب پاک ۲۴ اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور  
خوبی ہے اور اسکی نفی قبح تو ہے حساب بمعنی بد معاملہ یعنی بے حساب سے بیداد و ظلم کے معنی بھی  
لیئے جاتے ہیں (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بد سرشت اور ناخوان و بدخوان ایسے خط کو کہتے ہیں  
جسکا پڑ بہنا دشوار ہو۔ باقر و اما د اشراق کا شعر ہے شعر بود بہ بندم فلک بدرگی ۲۵ حادثہ نگار شت از ان  
صدیکے ۲۶ محمد رفیع واعظ شعر جوہر از تیغ زبان شد ریخت تا دندان مرا ۲۷ گفتگو شد بہچو سطرے لفظ  
بدخوان مرا ۲۸) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو  
کہتے ہیں ۲۹ حساب بمعنی نے داؤ یعنی ظلم کے لئے گئے مخلص کاشی شعر شاہ ہے کہ بر رعیت خود ہے حساب  
سیلاب گشت و خانہ خود را خراب کر دے ۳۰ داؤ جیسے حکیم ناصر خسرو شعر را کن ظلم و عدل دواد گزین ۳۱ کہ  
باشد بیگان بے داد بیدین ۳۲ اے ظالم بیدین باشد۔ اس بے داؤ بمعنی ظالم اور اس پر یکا مصدری

من حساب یعنی بیداد  
و ظلم کی تحقیق

بے داؤ بمعنی ظلم  
و بمعنی ظالم ہر دو  
کی تحقیق ۱۷



کے الحاق سے بے دومی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ ہے داو واقع  
ہوا ہے اُس پر بغیر تاویل لفظ داو محمول نہ ہوگا میر غفری شہر جہان از داو پر گشت و خالی شد  
نہ بیداری کہ داو او حقیقت گشت و بے دومی مجاز آمد ہاں بے داو بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس  
نہیں کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل و عمل جس پر بے داو و ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر محل  
داو کا جو دخل بھی ہے کیا جائے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمہ ناکہ ہے نہ بے کی  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب میر غفری کا شعر ہے شعر بے داو کنی برین دادم ندھی ہرگز بے داو  
تو برجام ہر روز حشر آرد و فروسی شعر بغزنی مرا گرچہ خون شد جگر و زبید و آن شاہ بید و گر و اس  
بے داو بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ اگر بند کے الحاق سے بے داو گرو بے داو مند کہتے ہیں  
نظامی مصرعہ تو بادا دے او بہت بید و گر و امیر خسرو شعر جفا بین ز گردون بے داو مند و  
چون خسروی در چین تختہ بند و بے زہار بمعنی پناہ نہ بندہ صائب شعر زیر پائے چرخ کج رفتار چون  
خوابد کسے و درو این سیل بے زہار چون خوابد کسے و تشنہ خون ست تیغ آبدار کہکشان و زیر این  
شمسیر بے زہار چون خوابد کسے و بے سپاس نظامی شعر بجائے شامہر کے بے قیاس و نوا شکار ہا  
رو بے سپاس و بعض موضع میں بے نافیہ خلاف مقتضائے قیاس مستعمل ہے جیسے بے ہشنا  
نئے فرزانه بے کس بے یار بے عدل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانه و کس و عدیل و نظیر  
ویار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہو سکتا ہے سو یہ شان کلمہ ناکہ ہے ابوطالب کلیم  
شعر سنم آن بکس و بے آشنائے گنج تنہائی کہ غیر از پر تو مہر از درم کس ورنی آید و سعدی  
شعر خلق میگومند جاہ و منصب از فرزانی است و گو مباحث اینہا کہ ماندان بے فرزانه ایم و نظامی  
شعر خداوند بے یار و یار ہمہ و بخود زندہ و زندہ دار ہمہ و یہاں ناہویا بے سببیں ایسی تاویل  
کر سکتے ہیں کہ موافق مقتضائے قیاس کے ہو جائیں مگر یہ در دوسری اور کلفت محض ہے جب انہیں  
اسما پر جن پر نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع میں بے کے ساتھ بھی مستعمل ہیں جیسے ناہروا  
و بے پروا ناہسپاس و بے سپاس نا فرمان و بے فرمان نا کس و بے کس نا مراد و بے مراد چنانچہ انکے  
شواہد اور پر بیان کیے گئے ہیں اگرچہ اخیرین یعنی نا کس و بے کس اور نا مراد و بے مراد میں فرق  
معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصول مراد نہ ہونا مراد کے ساتھ متصف

بے داو پر کلمات  
نسبت فاعلی کے  
الحاق سے بید و گر  
و بے داو مند  
کہنا جائز ہے

بعض موضع میں  
بے نافیہ خلاف  
مقتضائے قیاس  
مستعمل ہے

ایک ہی اسم پر  
دو بے ہوتا ہے اور  
کبھی بے

نام اور بے  
میں فرق معنوی

کرتے ہیں اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اس کو بے مراد کہتے ہیں مولوی معنویؒ  
شعر عاشقان از بے مراد بہاے خویش و باختر شند از مولاے خویش و غرض جس کو مرادوں نے ترک  
کر دیا ہو اس کو کم نصیب کو نامراد کہتے ہیں اور جس نے مرادوں پر لات مار دی ہو اس کو خد کو بے مراد کہتے  
ہیں اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کر دیا ہے مگر یہ فرق قاعدہ اصلی حل مواعظ  
و حل اشتقاق میں تفرقہ نہیں پیدا کر سکتا پس مجھ کو سراج الحقیقین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند  
آتا ہے وہ فرماتے ہیں ”پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر بہان اکتفا باید کرد ازین جهت لفظ ناقوت کہ مراد  
نا توان ست نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ“ انتہی کلامہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

لفظ نفی کا معنی  
ہی نہیں ہے

نہ اندک و نہ  
بہت اس کا معنی  
مطلق ہے نہ اندک  
نہ بہت

نہ اندک و نہ بہت کا  
معنی مطلق ہے نہ  
اندک نہ بہت

اور حروف نفی میں سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں مشترک ہے جیسے افحس  
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن و امیر بمعنی نامیرندہ یعنی سخی ہندی میں جیسے  
اماں بمعنی بے ماہ اب نام شب نے ماہ کا ہو گیا۔ بعض وقت لفظ کم و اندک و نہیج نفی مطلق اور معدوم  
محض کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں جیسے مصرعہ مجتنب یار کم یافتند و نظامی شعر نحو خلق را  
کم شوم رہنماے ہمایون کم دیدن آمد ہماے و ولہ خانہ بربلک ستکاری است و دولت باقی  
بکم آزاری ست و ولہ شعر مرادل کیے بود و بیان کیے و درستی فراوان فریب اند کے پکیانی  
کہ بیان مراد یہ نہیں ہے کہ ہا کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فہ الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق  
نفی مقصود ہے۔ مگر اس پیرایہ کے اختیار میں نکتہ یہ ہے کہ تا مثیل متباہن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر  
ہی سہی ہاتھ سے نہ جائے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہیں بلکہ مصرع  
اولے میں کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعے میں ہمایون زنا دیدن آمد ہماے کہا جاتا  
مطابقت لفظاً رہتی نہ معنی صنعت استعمال میں ایک ہی لفظ ایک ہی لفظ سے دو معنی حاصل کرتے  
ہیں بیان تو دو لفظ ہیں نقص نہیں ایک بلاغت خیر صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ میں  
فہ الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہیں مگر اس پیرایہ میں اوا کرنے میں یکتہ ہے کہ آدمی  
بمقتضای بشریت اس قسم کے قبائح سے بالکلیہ پاک نہیں رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کلی  
کھلم کھلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسی طرح فردوسیؒ قصہ یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں شعر  
زمن بہیج آزار شان بود بہیج و گرفتہ کشتم را بسج و احوال جناب من بہیج آزار نبود واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## الحروف نواصب الاسم

یہاں حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہیں کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی میں انکے ہم معنی حروف متعل ہوتے ہیں اپنے مداخل کو نصب دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک واو ہی اسکی دو قسم ہیں ایک تو معیت محصورہ کے لئے آتا ہے سعدی رح شعر اگر دعوتم رو کنی و قبول پڑ من و دست و دامن آل رسول پڑ ولہ اگر جسم اندست این تیز زن پڑ من و موش و ویرانہ پیر زن پڑ ولہ شنیدم کہ میگفت و خوش میگفت پڑ کہ اے نفس خود کہ را چارہ چیت پڑ بلا جوے باشد گرفتار آرزو من و خانہ من بعد نان و پیاز پڑ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ میں وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ ادعائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بن جائے ظہوری شعر از شخہ بیت نگاہ ہے پڑ و زکوة بکاه و خریدن پڑ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہے دونوں امر اس شعر سے واضح ہیں نظامی رح شعر زین جستن و رہ نمودن نژو پڑ بجان آمدن جان فزودن نژو پڑ اے بجان آمدن اژن و از تو جان فزودن وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ دوسرے حروف نواصب میں سے حروف استثناء میں جیسے مگر اور جزا کے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لئے حکم ماقبل کا نہیں ہے کیا معنی کہ استثناء اصطلاح نحو میں ایک شے ذمی تعدو میں سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کروینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی جمیع سے اجزا یا جزئیات خارج کیے جاتے ہیں مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے اور یہ جز یا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہو مستثنیٰ کہلاتی ہے پھر اس مستثنیٰ کی دو قسم ہیں اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ میں (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنیٰ متصل کہتے ہیں ملفوظ جیسے اشلہ نذیلہ میں اور مقدر جیسے گلستان میں ہے شمر قدم برندارم مگر انگہ کہ سخن گفتم شود بجاوت مالوف و طریق معروف اے قدم برندارم در ہیچ گم و ہیچ حال مگر انگہ الخ نظامی رح شعر بکجہ کند بے علف جائے خویش پڑ نہ لیسد بگردست یا پائے خویش پڑ اے نہ لیسد چیزے از بدن خویش گم دست یا پائے خویش اس مقدر کا مستثنیٰ مفرغ نام ہے اور مخفی قص غیر موجب میں ہے اور موجب میں بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی اس طرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے و المفرغ

حروف نواصب

واو بیت محصورہ کے لئے

واو جو ملازمہ بغیر و معطوف علیہ میں علاقہ علیت پیدا کرتا ہے

واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے

حروف استثناء

مستثنیٰ متصل

مستثنیٰ مفرغ

مستثنیٰ مفرغ کلام موجب میں نادر ہے

لا بھیجئے فی الموجب الا نادراً۔ اول یعنی کلی جیسے گلستان میں ہے نشر بر ہر یک از سائر  
 بندگان و حواری خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الہم کس واسطے کہ بندگان کے افراد  
 درویش بھی ہیں۔ ثانی یعنی کل جیسے گلستان کی اول حکایت میں ہے نشر جملہ وجود اور یختہ بود  
 و خاک شدہ مگر چشمانش الہم بیان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ نہ  
 میں کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنیٰ منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت میں ہے نشر سائر حکما  
 از تاویل آن فرماندہ مگر درویش الہم اور مدار اس دخول و عدم دخول کا مکمل کے قصد و اعتبار پر ہے  
 صرف مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا اس امر میں کفایت نہیں کیا معنی کہ بعض مواضع میں مستثنیٰ منہ  
 جنس مستثنیٰ سے ہوتا ہے مگر چونکہ مکمل کے نزدیک مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں منقطع ہی ہوگا  
 جیسے فرمان آمدن مگر زید یہ اسی صورت میں درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت میں داخل نہ ہو  
 اگرچہ مردم جنس زید سے ہیں یہی حال عربی میں ہے بلکہ یہ قواعد تابع عرب کے طفیل فارسی میں  
 ضبط کیے گئے ہیں چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ میں فرماتے ہیں فال مستثنیٰ الذی لم یکن  
 داخلہ فی المتعدد الاول قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد  
 کقولک جاء القوم الا زید امشیراً بالقوم الی جماعة خالیۃ عن زید اولہ لیکن نحو  
 جاء فی القوم الاحتمال افتدین ان المتصل لیس هو المستثنیٰ من الجنس کما ظن بعضہم  
 اگر غور سے دیکھا جائے حرف استثناء یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع میں کلمہ استدراک یعنی لیکن کی طرح منع  
 اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد میں سرے سے داخل ہی  
 نہیں پھر اس کے نکالنے کے کیا معنی ہونگے پس اب اشلہ مذکور میں یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر  
 حکماء از تاویل آن فرماندہ سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکماء جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آگئے  
 پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہنچ سکتا تو دفع اس توہم کا کر دیا مگر درویشی بجا آورد و گفت اے لیکن  
 درویش بجا آورد و گفت اسی وجہ سے فقہار رحمہم اللہ نے حقیقتہ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر  
 استثناء کا اطلاق مجازی قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب  
 اور یہ حرف استثناء مگر مجازی کبھی موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یقین میں استعمال ہوتا ہے نظامی شعر  
 مگر تیر ترکان بیجاے من و نخوردی کہ تندی بغوغاے من و والہ ہر وی شعر نے نامہ زینب و

عبارتیں صحیح  
 عربی و فارسی  
 سائر الناس تمامہ مردم  
 بیان مستثنیٰ منقطع  
 دخول عدم دخول  
 مستثنیٰ منقطع  
 پر موقوف ہو

استثناء منقطع  
 حقیقت میں استثناء نہیں  
 ہوا میں لفظ مگر  
 لیکن کے استعمال  
 حرف استثناء مگر مجازی  
 استعمال ہوتا ہے  
 نظامی شعر  
 مگر تیر ترکان بیجاے من و نخوردی کہ تندی بغوغاے من و والہ ہر وی شعر نے نامہ زینب و



نے کر دو دھم + قاصد ز تو آموخت مگر نامہ برے راہ اور کبھی موقع اسید میں یعنی جملہ مامول پر دخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر مگر کاتشے برفروزد لعل + و آتش نہند از پے شاہ لعل + اسے اسید کہ آتش برفروزد  
 الخ سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے رحمت + کن بر حال مسکینان دعلے + اسی اسید کہ صاحب دلے الخ  
 کبھی موقع استفہام میں مستعمل ہوتا ہے شعر غرور حسن اجازت مگر ندا اے گل + کہ پرستے نکنی عند لیب  
 شیدارا + نظامی شعر مگر شہ نماند کہ در روز جنگ + چہ سرا بریدم باقصاے رنگ + مگر غلبہ بن سکوشال ہیگا  
 اور لفظ جزیجیے اس شعر میں نظامی شعر نشاید ترا جز تبویافتن + عنان باید از ہر درے تافتن + اسے  
 نشاید ترا یافتن مگر تبویافتن تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ لکھا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں شعر بے منزل  
 آمد من تا تو + نشاید ترا یافتن الا تو + اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف  
 بھی ہو جاتا ہے اور اسپر بانی زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابداً منقطع الاضافت یعنی ہمیشہ  
 حذف کسرۃ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر نیاید زما جز نظر کردنی + و گر خفتنی باز  
 یا خورونی + اور بانی زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر میں شعر نظامی دران بارگاہ رفیع + نیار و بجز  
 مصطفیٰ راشفیع + اسید طرح لفظ گزشت جو باعتبار اصل گزشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزاً استثناً  
 کے لئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی میں عدا و خلاۃ مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں عربی  
 میں کلمہ استثناً غیر و سوئی مستعمل ہوتے ہیں پیشوائے سخن سیجان عنصری کا شعر ہے شعر  
 گزشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید + حجاب کردہ و خرشید را ز یکد گیر + اے غیر چتر تو اے سوائے چتر  
 نظامی مرقا قان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر گزشت از خورشہاے چینی  
 سرشت + کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت + ز شکر بے پختہ حلوائے نغز + بہا و دام و پستہ پر آگندہ مغز  
 یعنی سوائے خورشہاے چینی سرشت یعنی شہزاد چینی کھانوں کے سوا بہت سے حلوائے اور عمدہ  
 شیرینیان مغرباے پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہیے کہ استثنا میں جیسے  
 ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کر لیا جاتا ہے کبھی اس کلمہ استثنا کی بدولت بخلاف معنی استثنا کے  
 حکم ماقبل کا مابعد کے لئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے  
 لئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو میں اور بھی اور سوا کہا کرتے ہیں نظامی شعر بدو عرتا  
 شان نے گزند کہ تا بر کشد آن بنار بلند + برے عمارت بران رختگاہ + بے مال شان داو جز برگ راہ +

یہاں حرف استثنا ہے  
 لایا جاتا ہے  
 ہوتا ہے اور اسپر بانی زائدہ بھی  
 لفظ بانی زائدہ کلمہ جزیجی

کلمہ جزا یا مقطوع  
 الاضافت مستعمل ہوتا ہے  
 زائدہ الحاق سے لگائی  
 کہل جاتا ہے  
 لفظ گزشت بھی  
 کلمہ استثنا ہے

کلمہ استثنا جزیجی  
 سے بخلاف معنی  
 استثنا حکم ماقبل کا  
 مابعد کے لئے بھی  
 ثابت رہتا ہے

اسے درائے ساز و برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کر دیا یعنی زاد راہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر میں لفظ گوشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی نے نو شاہ اور اسکی سہیلیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں شجر گزشت از پرستیدن کردگار پذیر خواب و خوردن ندارند کار پر یعنی عبادت الہی کے بغیر نائے و نوش خواب و خور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہیں رکھتی یقین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لیے ہیں یہ حاصل معنی ہیں تحقیق لفظی نہیں غرض کلمہ استثناء لفظ مگر کو اتباعا میں نے حروف میں داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماء افعال سے ہے معنی اسکے استثنائی کلم کے ہونے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض نحاة کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ میں نقل فرمایا ہے وقال بعضہم ہو منصوب بآستثنیٰ کما ان المنادی منصوب بانادی خصوصاً فارسی میں چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہیں مستثنیٰ کے رفع و نصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہیں بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

کلمات استثناء  
اسما سے افعال سے  
میں بعض استثناء  
سے تشریح حروف

حروف نواصب  
میں سے کلمات  
نہا بھی ہیں

تیسرے حروف نواصب اسم میں سے کلمات نہا ہیں جیسے اے بالکسر وغیرہ میں نے اتباعا نحاة عرب کلمات مذکور حروف میں شمار کیا ورنہ کلمہ استثناء کی طرح یہ اسماء افعال سے ہیں اس کا مفصل بیان بحث اسم میں گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلق کرنے کا نام شرط مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہیں حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گروار۔ جاننا چاہیے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہو یعنی بوجہ انتفاع شرط انتفاع جز کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ ہیں ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا بشرط حصول شرط کے لیے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی نے شجر گر بہ سخن کار میسر شدی و کار نظامی بفلک پر شدی و ولہ گز بخورش دیر کے زیستی و ہر کہ بے خوردی بے زیستی و ان مثالوں میں انتفاء ثبوت کا ہے ولہ گز بہ سخن خوب تر از جان بدی و معجزہ عیسے فرقان بدی و اس مثال میں انتفاعی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

بیان حروف شرط

حروف شرط مین  
سے اگر اور اس  
کی تعلیق

ان و صلیہ ہر کہ بے زیستی  
اگر و صلیہ عیسے فرقان بدی

عربی میں آن وصلیہ اور ایسے موقع میں ستمل ہوتا ہے کہ جہاں یہ بیان کرنا منظور ہو کہ بر تقدیر انتفاع  
شرط ثبوت جہاں بطریق اولیٰ ہوگا نظامی رہ شہر تانہ ہند متستان گرد و است نہات نہر سند  
مگر گرد و است نہ حافظ رہ شہر چور و ریت بخند و گل مشور و آش اے بلبل نہ کہ بر گل اعتماد نہست  
گر حسن جہاں داد نہ جیسے عربی میں نہیکہ عیسیٰ وان کان فقیراً در صورت انتفاع فقر  
وحصول غنا اعطای زید بطریق اولیٰ ہوگا مگر عربی میں آن وصلیہ پر و اضرور لایا کرتے ہیں  
فارسی میں اکثر لفظ چہ اور کبھی لفظ چند کے الحاق سے یہ معنی حاصل کرتے ہیں نظامی شہر ہمہ کوسہ  
پیر کو دک شرت نہ بخوبی روند ارچہ باشند زشت نہ ولہ نہ ارم طمع بر زو سیم کس نہ اگر چند یا ہم بران و شرت  
اے اگر چہ یا ہم فروزی رہ کا مشہور بخوبیہ شہر ہے شہر پرستان زادہ نیاید بکار نہ اگر چند باشد پد شہر بارہ  
اے اگر چہ پدش با و شاہ باشد اور کبھی محاورہ عرب کی طرح و او سے یہ معنی حاصل کرتے ہیں نظامی  
شہر بہ بے چارگی تن فرا خاک داد نہ و گر گرد و عالم برآمد چہ بادہ اے اگر چہ اطراف عالم الخ اور کبھی  
بغیر اس واو وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر کتفا کرتے ہیں جیسے اوپر حافظ رہ کے شعر سے واضح  
ہے اور صائب کہتے ہیں شہر می نماید گر بظاہر دامن دولت وسیع نہ دستگا ہش سائیہ بال ہماے  
میش نیست نہ اگر چہ دامن دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی رہ شہر گر سخن راست شود جملہ دُر نہ تلخ  
بود تلخ کہ الحق مَر نہ اور جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہو نہ لا وقوع یقینی یعنی اس کا تذبذب اور عدم  
جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجائے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں نظامی رہ شہر گر آئند  
حاضریت نوش بادہ و گر نہ زیادت فراموش بادہ کیا معنی کہ حرفیون کے جمع ہونے کا جزم یقین شک کم کو  
ہنیں کہ وہ جمع ہونگے یا نہیں یا محال عقلی یا عادی کو شرط والا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کو استعمال  
کرتے ہیں نظامی رہ شہر اگر فروزی چومہ صد چراغ نہ زخور شید باشد برو نام دلغ نہ ولہ اگر مردہ  
سر بر آرد ز گور نہ بگیر و ہمہ شہر و بانار شور نہ بخلاف صیغہ ماضی کہ اس میں اس امر کا جزم یقین ہوتا ہے  
دوسرا حرف شرط میں سے چون اور اسکا مخفف چون نظامی رہ شہر بشرطیکہ چون دین دستگاہ نہ  
رسانم سرش را بخورشید و ماہ نہ مرا نیز ازو پایگا ہے رسد نہ باندا زہ سر کلا ہے رسد نہ ماضی مضارع کے  
صیغوں سے جزم و عدم جزم کے بارہ میں اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی رہ شہر چون زین  
ولایت کشادہ کم نہ تو خواہ از من افسرستان خواہ سر نہ چونکہ دارا نے ایسا کاری نہم کھایا تھا کہ جان نہ

تھکیہ بنانے کے لیے  
لفظ اگرچہ یا ہم  
یا و او بھی لائق  
کرتے ہیں

حرف شرط صیغہ  
مضارع کے ساتھ  
سنتے ہیں

حرف شرط صیغہ  
ماضی کے ساتھ  
مستعمل ہوتا ہے  
چون بشرطیکہ

نہ ہونا یقین ہو گیا تھا تو اس امر جزئی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ میں یعنی بجائے کشایم کشاوم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہیں ولہ شعر یکا یک در قہارے مازین درخت ہر زیر اوقت چون وز باد سخت ہ

تأثر شرطیہ  
حروف شرطیہ  
جی

کبھی جزا بھی  
حذف کی جاتی ہے

بعض موصولات  
جتنی معنی شیط  
ہو کر کے ہیں

تیسرا حروف شرط میں سے تا ہے جس وقت شدت التزام میں الشرط والجز بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتیب شرط پر ترتیب جزا فوری بلا توقف ہو جائے تو ایسے موقع میں تالافتے ہیں عرفی شعر تانیخ بکف یا بی نفس دوستی زن ہ تا سنگ بدست آید بر شیشہ ہستی زن ہ اسکی تفصیل بیان حروف میں گزر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کئے جاتے ہیں مولوی معنوی <sup>۳۴۵</sup> شعر پشم بگزینی شتر نبود ترا ہ در بود اشتر چہ قیمت پشم را ہ اے اگر پشم بگزینی نظامی ہ شعر ز مردم کشی ترس باشد لبے ہ ز مردم غری چون نرسد کسے اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو حذف کر دیتے ہیں نظامی ہ شعر اگر نیک بشا ختم شاہ را ہ شناسد لبش ہر کسے ماہ را ہ اے اگر شاہ را بخونی بشا ختم عجب نیست ہ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم مقتضی شرط و جزا کے ہوتے ہیں نظامی ہ شعر کرادر خرد را ہ باشد بلند ہ نگوید سخنہاے ناسودمند ہ مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری ہ شعر چہ باشد میسر بزودم فرست ہ کہ چون گر بر سرفراستادہ ام ہ چہ باشد میسر شرط بزودم فرست جزا شعر اول میں کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی میں چہ موصولہ بمعنی ہر کہ وہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف التعجب

حروف تعجب  
کا بیان

شعر ہر فلک گفت آہن ملک گفت زہ  
میں آہن اور زہ کی تثنیہ

متعجب نہ کا ہوت

زہ و زہ اور ان کا مزید علیہ زہ ہے و زہے اور آہن اور آہن اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پڑ پڑ اور ٹیلی۔ یہ کلمات تعجب ہیں جو انشا و ایجا و تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہیں مگر عربی میں انفعال تعجب کے لئے صیغہ مشتقات فعلیہ کے مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہیں بخلاف زبان فارسی کہ انکے لئے نہ مشتقات فعلیہ ہیں نہ کوئی میزان خاص فردوسی ہ رستم و اشکبوس کی رزم میں فرماتے ہیں شعر بزود تیر بر سینہ اشکبوس ہ سپہر آرتزان دست او داد بوس ہ قضا گفت گیر و قدرت وہ ہ فلک گفت آہن ملک گفت زہ ہ یہاں أَحْسَنُ مَخْفُفٌ أَحْسَنُ بِهِ ہے کس العین فعل تعجب جسکی میزان أَفْعِلْ بِهِ ہے نہ کہ أَحْسَنُ وَأَحْسَنْتَ بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے یہاں سے متعجب نہ



مخروف ہے اور متعجب منہ کا حذف کرنا اگر تعجب منہ معلوم و مجہود ہو جائز رکھا گیا ہے اور محاورہ عرب بھی سیطرح ہے جیسے اسد جل علا شانہ فرماتے ہیں **الْمُتَعَجِّبُ بِهِمْ وَأَيُّصِرُ** اے ابصر ہم۔ رضی شرح کافیہ میں ہے **وَإِذَا عَلِمَ الْمُتَعَجِّبُ جَازِحَهُ** اور مصرعہ اولیٰ میں نقطہ وادان معنی ضرب و قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے **شعربے** از شتم فرمود کو را دہید <sup>لے ہنسی</sup> ہمہ دستہ را بخون و نہید علامہ رضی اسما اصوات کے بیان میں لکھتے ہیں **دہ** بفتح الدال وسكون الہاء زجرۃ مطلقا جمعنے **اَضْرَبُ** واصلہ فارسی "مگر عرب کا کسر و وال کو فتح سے بدل دینا تصرف تعریضی ہے عربی کا شعر ہے **شعربے** اطاعت حسن ادب خھے طاعت <sup>مثال زہد</sup> کہ با اجازت مائی ز وصل ماہجور <sup>مثال زہد</sup> انوری شعر ہے بقائے تو دوران ملک را مفر <sup>مثال زہد</sup> خھے لقائے تو بستان عدل را زیور <sup>مثال زہد</sup> بنظامی شعر <sup>مثال زہد</sup> اینت فصاحت کہ زبان بستگی است <sup>مثال زہد</sup> آنت شتابی کہ در آہستگی است <sup>مثال زہد</sup> بین ان کلمات کو اسمای افعال کہتا ہوں معنی انکے چہ خوش است و چہ عجب است و چہ شگفت است لیتا ہوں پس معنی ان اشعار شالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش است اطاعت الخ و چہ خوش است طاعت یعنی کیا خوب اطاعت ہے اور کیا اچھی طاعت ہے سیطرح دوسرے شعر میں چہ عجب است بقائے تو و چہ عجب است لقائے تو سیطرح تیسرے شعر میں چہ عجب است فصاحت الخ و چہ شگفت است شتابی الخ اور اسی کو عربی میں **مَا أَحْسَنَ لِقَاءَكَ** و **أَحْسَنَ بِفَصَاحَتِكَ** کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر اول میں رہے و خھے اسم فعل تعجب اور تعجب منہ اطاعت و طاعت اس کا فاعل۔۔۔ دوسرے شعر میں رہے اسم فعل تعجب۔ بقائے تو متعجب منہ ذوالحال۔ دوران ملک را مفر میں را اضافی مضافا مضاف الیہ سے ملکر حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکر رہے کا فاعل۔ اسی طرح خھے اسم فعل تعجب۔ بقائے تو متعجب منہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال ملکر فاعل خھے کا۔ اسم حال کی بحث میں بیان ہو گیا ہے کہ اسم غیر شقی جو متضمن معنی صفت کو ہو وہ حال واقع ہو سکتا ہے۔ تیسرے شعر میں اینت اسم فعل تعجب فصاحت تعجب منہ بوصوف۔ کہ زبان بستگی است موصول صلہ ملکر صفت بوصوف صفت کے ساتھ ملکر فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ میں شتابی متعجب منہ بوصوف کہ در آہستگی است موصول باصلہ صفت۔ بوصوف و صفت ملکر فاعل آنت کا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ آب را واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پھ پھ اور پھلی دراصل یہ کلمات اسمای

مثال ہے و خھے

مثال اینت و انت  
کلمات اسمای افعال ہیں  
کلمات کے معنیترکیب نحوی  
اشعار شالیہواہ واہ واہ پھ  
پھلی اسمای صفت  
میں



من الناس صورتها صورتها وماهيتها غير ماهيتها اذ ليست موضوعه  
 في الاصل ملعنه كالکلمات پس جہا تک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ فصیحہ اور مخارج صحیحہ کو  
 بتکلف مشابہ اُن اصوات غیر فصیحہ کے بناتا ہے تو اُن پر احکام کلمات کے جاری کیئے جاتے ہیں  
 بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہیں اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہیں  
 جیسے اشلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا  
 دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی و سماوی تاثیرات سے ہے جو اُن کے مخارج پر اثر کرتے ہیں اسی  
 وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہو گئے دوسری قوم بتکلف اُن کو ادا کر سکتی ہے جیسے  
 ضاد و عجم عرب کے ساتھ اور ژا و عجم کے اور ٹ ڈ ژ اور حروف مخلوطہ بہ ماہند کے ساتھ مخصوص ہیں  
 کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی و سماوی سے اُن کے امزجہ اور طبائع میں فرق ہوتا ہے جس پر  
 ان کا اختلاف لون و بشرہ و سمنہ و قوت و ضعف دال ہے اسی طرح اُن کے مخارج حروف میں اختلاف  
 جس سے اداے حروف خاص ایک کے لئے سہل اور دوسرے کے لئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچوں کو  
 جو مولود علی الفطرۃ ہیں ملاحظہ فرمائیے جب وہ اول اول تتلا تے ہیں جس طرح انکو سہل ہوتا ہے  
 لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہیں تو ہند کے بچوں کا تتلانا اور الفاظ میں ہوتا ہے اور عرب کے بچوں کا  
 اور ولایت کے بچوں کا اور غرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شے کی آواز کی حکایت میں  
 عرب و عجم و ہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کوئے کی آواز کو خاق کے ساتھ حکایت کرتے ہیں۔  
 عجم قا کے ساتھ اور ہندی کا کے ساتھ حکایت کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ایک ہی شے کی  
 آواز کو بعض قوم  
 ایک طور سے اور  
 بعض قوم ایک  
 سے کسی ایک  
 ادا کرتے ہیں

تیسری وہ آوازیں جو انسان کے منہ سے صادر ہوتی ہیں اور وہ نفس تکلم کے احوال کو بتلاتی  
 ہیں آیادہ شلاً سنج میں ہے یا خوشی میں تعجب میں ہے یا تنفر میں اُن میں علاقہ وضع واضح کا کچھ  
 نہیں ہوتا یا صرف انجبت احداث طبیعت ہوتی ہیں یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی  
 ہے نہ وضعی جیسے آہ درد و رنج میں واہ اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ  
 کسی شے کی تحسین کرنے میں انسان کے منہ سے نکلتی ہیں چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو  
 سنج بنے کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر میں شجر بنخ اے یا رخہ خہ اے دلدارہ ہم وفادارو  
 ہم جابر دارہ اسی راے کا مؤید ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ اور سنج بنخ کی طرح نہیں

اسامی اصوات سے ہے جو دالہ علی احوال نفس المتکلم ہیں بلکہ حالت الفرد و تکرار و دونوں میں بنج اور  
 بنج واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالہ علی احوال نفس المتکلم  
 کے تحت میں فرماتے ہیں ومنہ بنج وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والیرضی بالشیء و  
 تکرار للمبالغة فیقال بنج بنج اور جس طرح بنج جب منفرد ہوتا ہے مع التوین والتشدید مکسور  
 ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر میں ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسی طرح خہ جب تنہا ہوتا ہے بزیادتی  
 یا تنجہ مستعمل ہوتا ہے اسی قسم میں ہے یللی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی  
 کسی حالت غربت یا کراہت میں بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہو  
 جیسے کسی شے مستکروہ کے تھوکنے کے وقت منہ سے نف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب نف کے ساتھ  
 اور ہندی تھو کے ساتھ اور اہل فارس تفواؤ نف کے ساتھ حکایت کرتے ہیں فردوسی رح کا مشہور شعر  
 ہے جو سپہ سالار لشکر نیر و دروہ رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے شعر کہ ملک کیان را کند آرزوہ تفواؤ  
 بر چرخ گردان تفواؤ محسن تاثیر شعر آبر و ننگست بھر بکر دینار تختن ہ خصم مروست نف بر کیش این قطا  
 کن ہ اسی طرح نف باضم چراغ کو منہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے  
 سعید اشرف شعر نے ہمیں راخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ہ شد چراغ ہر کہ روشن و زماش  
 نف کنند ہ اسی قسم میں ہے پُہ یعنی جب انسان کسی شے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت غیر تعجب  
 میں پڑ کر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے نے ساختہ اپنے ہاتھ کو منہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے  
 پُہ کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بُہ بُہ کہتے ہیں چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہیں  
 بہ بہ معنی بنج بنج جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزہ مفتوحہ ا ب ب کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ  
 و پہ یہ وہ قہقہہ خلاف ضابطہ فارسی ہاے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہیں یا جاکو رو نکے اٹھانے بٹھانے یا بلانے  
 یا دانستن یعنی زجر یا بلانے یعنی تسکین و رام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریص و تحریش میں ان آواؤں کو  
 انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے جیسے بُسن بضم الباء و سکون ال سین عرب بکری کے بلانے کے لئے  
 آواز دیتے ہیں اور اسی آواز کو بہ تبدیل با و موحہ با پائے مثلثہ فارسی تکرار لفظ یعنی پس پس اہل ہند  
 بلی کے بلانے میں استعمال کرتے ہیں اور قوس باضم کتے کے دیکارنے کے لئے عرب استعمال  
 کرتے ہیں چنانچہ رضی میں ہے قوس نرجب للکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

عہ نف  
 یہ لفظ آداب دانی ہونک  
 کے معنی میں بھی آیا ہے  
 شعر فرج واعظ فردوسی  
 شعر نیست دندان  
 اینکہ پیران از دمان  
 ی افکنند و نف بکرو  
 اعتبار این بہانہ ی افکنند  
 ہ



ہندی دُت اور دُت دُت کہتے کے دُتکارنے کے لئے اور چھو چھو باجیم فارسی مخلوط بجا اسکی تحریریں اور بھڑکانے کے لئے اور ننھے ننھے بچوں کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہیں انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لئے جو آوازیں دیجاتی ہیں وہ بھی اسی قسم میں داخل ہیں جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ میں آلودہ ہونا چاہے عرب قعۃ برور شقہ کہتے ہیں ہندی جیسا اسی طرح اسکے زجر کے لئے عرب کہنے کہنے اور ہندی آخ الخ کے ساتھ آواز کرتے ہیں اسی طرح بچوں کے کھلانے اور بلانے کے لئے اعجام قی قی کے ساتھ آواز کرتے ہیں ہولی معنوی شجر بہر طفل نوید قی قی کند گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند خیر یہ تو اسی قسم کی آوازیں ہیں جو ترکیب حروف کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں مگر بعض الہی ہیں کہ صرف سنہ سے ادا کی جاسکتی ہیں قلبند ہو نہیں سکتیں یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہیں جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے لئے پانی پینے کے لئے صغیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہیں۔

کلمات تنبیہ بھی  
اصوات زجرین

آلا و ہلا و ہان و ہا و ہین و ہبی در اصل انہیں اصوات زجر یہ سے ہیں جو موضع تنبیہ میں استعمال کیے جاتے ہیں مگر آلا و ہلا و ہبی عربی الاصل ہیں جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام میں استعمال کر لیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہیں علامہ رضی بیان اسمای اصوات میں فرماتے ہیں ہلا لہ زجر الخیل ای توسعی فی البحر انتہی الارب میں ای جواد لایقال لہا ہلا اور یہی بھی زجر خیل کے لئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی تعریف میں کہتے ہیں شجر دم و عوی از برق باوے زند و زکندش تند بروہی زند و طغر شجر بیا تا بخش طرب ہی کنم و سمند غم و ہر پے کم و غرض یہ کلمات زجر یہ جواز قسم اصوات ہیں موقع تنبیہ میں استعمال کیے گئے ہیں در اصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے مثلاً اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے ذیل میں عرض کیے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلمات تنبیہ مطلقاً اسمای اصوات کی قسم ہیں جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن میں کیا گیا مگر کلمات مع و دم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظاً و معنیٰ مناسبت تامہ رکھتے ہیں لفظاً جیسے حالت تنبیہ و جمع و تانیث میں جس طرح افعال تعجب میں تصرف نہیں کیا جاتا یعنی احسنوا و احسنوا و احسنے و احسن نہین کہتے افعال مع و دم میں بھی نہیں کیا جاتا رضی میں ہے وہی غیر متصرفۃ لمتشابهتھا بالانشاء للحروف وہی غیر متصرفۃ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

کلمات تعجب کلمات  
مع و دم کہتے ہیں  
لفظاً و معنیٰ مناسبت  
تامہ رکھتے ہیں

لانہا بجمودھا صارت کنعہ وبئس خیرہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہو  
 اے افعال تعجب<sup>۱۲</sup> یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لئے موضوع ہیں جیسے اَحْسَنُ بَزْدِ مَقْصُودِ  
 یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا معنی کہ زید میں جس طرح کی خوبیاں کہو جو  
 ہیں چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار  
 دینا ایماے لطیف ہو سکتا ہے شعر نخل شمیم ز تحسین ہمدان تاثیر پڑ کہ واہ واہ نمی خواست شعروا ہی ماہ  
 بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح و ذم کو بیان کرتے ہیں خیر یہ سنا تین  
 زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہوں یا نہ ہوں میں ان کلمات مدح و ذم کو اتباعاً لِنَحَاۃِ العرب کلمات تعجب کے  
 متصل ہی بیان کرتا ہوں پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ کس واسطے کہ یہ بھی  
 اسمی صوات و اسمی افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مدح و ذم انواع اسمی افعال  
 سے ہیں جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوۡرِ

## کلمات المدح والذم

یہ وہ کلمات ہیں جو انشاء مدح و ذم کے لئے موضوع ہیں جیسے خوشا و بدآ جس طرح عربی میں نعم  
 وبئس خاقانی شعر خوشادر ویشیا کور ابود عیش تن آسانی پد اسلطانیا کور ابودرنج دل شوبی  
 یہ دونوں جملے مصدر بکاف انکی صفت ہیں جو قائم مقام اپنے موصوف بتدائے محذوف کے ہیں  
 پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن را یاد روے عیش تن آسانی بود  
 بتدا۔ خوشادر ویشیا اے خوش درویشے ست خبر۔ اسی طرح سلطانی کہ آن را یاد روے رنج دل شوبی  
 بود مخصوص بالذم بتدا محذوف بد اسلطانیا اے بد سلطانے ست خبر ضمیر مفصل او کی ذوالعقول و  
 غیر ذوالعقول میں استعمال پانکی تحقیق بیان ضمائر میں گزرجکی اسی طرح عربی میں بتدائی مخصوص وقت  
 قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال ابو عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علیہ  
 نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے غن بقرینہ سابق قولہ تعالیٰ شانہ و الاض  
 فرشتاھا مگر عربی میں نعم وبئس فعل قرار دیئے گئے ہیں فارسی میں میرے نزدیک اسمی  
 افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی میں انکی اسمیت پر (چونکہ وہ بتدا واقع ہوتے ہیں

کلمات مدح و ذم

خوشا و بدآ  
 گوشتن کردن و بھلاست  
 بلید و بدبت انشاء

مخصوص بالمدح  
 محذوف بھی ہوتا ہے

فارسی میں کلمات مدح و ذم کو  
 اسمی افعال کہنا مناسب ہے



مثلاً شی ان مباحث کا ان کو اسی بحث میں تلاش کرے گا میں نے طالب کی سہولت اور آسانی کے خیال سے سماعتہ ان کلمات کو بحث حروف میں درج کر دیا۔

## حروف الایجاب

نعم و بے و آے یہ حروف ایجاب ہیں ان میں سے نعم عربی الاصل ہے جو فارسی میں بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح بے بھی عربی الاصل بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے لاکن عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہیں مگر فارسی میں بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل نہیں بوجہ ان خاص تصرف کے آے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہیں یعنی یہ وہ حروف ہیں کہ جملہ ماسبق کے اثبات و تصدیق و تقریر و تحقیق کے لئے لائے جاتے ہیں اس کے دو حال ہیں یا تو وہ بلا تصرف اثبات قول ماسبق کرتا ہے یعنی جملہ ماسبق کو محقق و مقرر کر دیتا ہے اور جملہ ماسبق خواہ مثبت ہو خواہ منفی۔ مثبت جیسے جدال سعدی میں محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہو مثلاً کہ گفتم تو نگران مشتغل نہ بنا ہی دست ملا ہی نعم طائفہ ہستند برین صفت کہ بیان کر دی الزامیٰ لفظم ز خوابے بند با بر کارش افتاد و خیالے آمد آن بند بکشا و بے ہر جان شاطے یا ملا لے ست و بگیتی در ز خوانے یا خیالے ست و شمر گویند لعل سنگ شود و مقام صبر و آے شود و لیک بخون جگر شود و یہ اشلہ جملہ ماسبق مثبتہ کی تحصیل منفی کو اسی پر قیاس کر لے سکتے ہیں یا یہ اثبات و تحقیق ازالہ نفی ماسبق کو لازم آجائے سعدی نہ نشر گفت تو آن نیستی کہ پدرم ترا از قید فرنگ بدہ دینار خرید گفتم بے بدہ دینار خرید و بدہ دینار بدست تو گرفتار کرد۔ یہ بات عربی میں بلی کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ و تبارک الہم بکلمہ قالوا بلی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی میں جیسے اقامہ نرید جواب میں بے اقامہ نرید کہا جائے اور جیسے بخاری شریف کی کتاب الایمان میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضیف ظہرہ الی قبة من ادم یکان اذ قال لا صحابہ اترضون ان تکونوا ربع اهل الجنة قالوا بلی الحدیث چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف المحشر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عن

۲۷  
اس میں معلوم ہو کہ  
ایجاب یعنی اثبات و  
تصدیق ہے

حروف الایجاب

بلی عربی سے عربی  
بلی عربی سے عربی

تصدیق حروف ایجاب  
حروف ایجاب تصدیق  
قول ماسبق کر دینا  
بلی عربی سے عربی  
تصدیق حروف ایجاب

۲۸  
نظامیہ شعر  
چو ملازمنہ دہانم  
نظارہ بیان مادی  
چون خواہم نثار  
بے کار تو بندہ بندہ  
مکار با بندہ کون  
۲۹

۳۰  
انہیں نکل دینا  
بے کار کو کسی سے  
بے کار استعمال تصدیق ایجاب میں شاذ ہے



عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة فقال اترضون ان  
تکونوا رباع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال میں شعر وقد بعدت بالوصل  
بینی و بینها ۛ بلی ان من تزار القبور لیبعدا ۛ شاذ بتلا یا جانا ہے اور بعض ائمہ نحاق نے اس  
شعر میں بلی کو بل اضر بیه کا مزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نغم بلی کی طرح اثبات ماسبق  
بازالہ النفی میں مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع أمّ عمرو ۛ وایا نانا فذاک بنا لدان  
نغم وتری الهلاک کما ادا ۛ و یعلوها النهار کما علانی ۛ اے ان اللیل جمع ام عمرو  
ایا نانا نغم۔ فارسی میں یہ سب باریکیاں نہیں ہیں دونوں قسموں میں اسکا استعمال برابر ہے جس طرح  
اشک سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام میں آتے ہیں وسط میں بھی استعمال پاتے ہیں شعر  
نغم دندان خوش نما کردان لب پر خندہ را ۛ قیمت افزون می شود آری عقیق کندہ را ۛ بقصد تاکید بکر  
بھی لائے جاتے ہیں امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی سیکند ۛ آری آری می کنم باخلق وعلم  
کار نیست ۛ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۛ

## المحروف العاطفة

واو و با و تا و تھم و نیر و پس و باز و کہ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لئے استعمال کیئے جاتے ہیں خواہ با ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لاعلیٰ التئین بیان کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں ہو خواہ جَدے جَدے۔

ان میں سے واو مطلق جمع کے لئے بلا لحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہاں ترتیب محال ہو سکتا ہے  
ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و دونوں نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہیں کہ این غلام زید و عمروست اسی طرح زید  
و عمرو و دونوں نے کسی مسئلہ میں بحث کی تو کہہ سکتے ہیں کہ زید و عمرو مباحثہ کردند یہاں ترتیب مستحیل ہے بلکہ  
کلام عرب میں اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا  
ضرور ہے جیسے کلام مجید میں سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع میں یہ آیت شریف ہے یا مَرِیْمُ قُنِّیْ

فارسى ميں غم اور غمى کے اندر کوفى بالالاميا زنجير  
ایک دور حسرت کی جاگیر اور تسکون ہو جا تین  
حروف ایجاب وسط  
سکلام میں داخل  
ہوتے ہیں  
تاکید حروف ایجاب  
کی تیس ہوتی ہیں

حرف و عاطفہ کا بیان

۱  
 ان میں سے اکثر نام فنی  
 اور باریک بینی سے  
 پڑھ کر  
 ۲  
 مطلق جمیع  
 جمیع مطلق یعنی  
 بنی بنی کے  
 ۳  
 بیان وادھا  
 جو مطلق جمیع کیلئے  
 موضوع ہو بلا لحاظ  
 ۴  
 میں ہی مستعمل ہو  
 چنانچہ ترتیب حال  
 ہو

و اے موضوع میں کسی بحث سے متعلق ہونا اور جو ان ترتیب ذکر کی کا کسی وجہ ہے۔

لِرَبِّكَ وَاسْتَجِدْنِي وَارْكَبْنِي مَعَ السَّارِعِينَ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنبتیوضا  
ثمّ ینام من عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہ قال ذکر عمر بن الخطاب  
لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب الجنابة من اللیل فقال له رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمَّ حَالَا نَكَهَ بِاعْتِبَارِ تَرْتِيبِ رُكُوعٍ پہلے اور  
سجدہ بعد میں اور اسطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

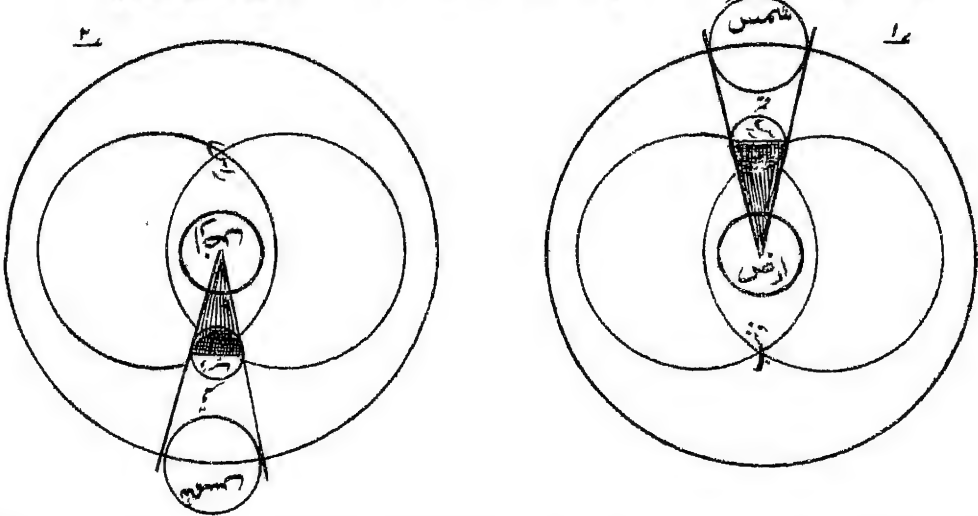
اسطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان میں  
ہونا شرط نہیں یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ میں اور مکان میں ہوا و معطوف  
کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان میں ہو ایسے موقع میں وادعاطف استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر مہر و  
چون فرو برد تین دست بر جز کہ خیر نازے ہیں : اس واسطے کہ مہر وہ ایک وقت ایک ساعت میں  
نہیں گھنٹے میرے مکرم آپ نے اس شعر میں چند امور دریافت فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ چاند سورج کے  
گھٹنے کو اردور کے گھٹنے کے ساتھ تعمیر کیا۔ دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف  
و خسوف موضع خاص میں شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس میں اثر ہے کا گھٹنا  
کیسا اور خوف کی کیا بات ہے اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیئات سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی فیض  
ہیں مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد عابلی نے جانے کو غنیمت سمجھا کہ آپ کے شہادت کا جواب مختصراً  
عرض کرتا ہوں تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضوں کو لاجواب سمجھے ہوئے ہیں فی الجملہ اگہی ہو جا  
پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ منظم ہے رنگ اسکا کیمہ اور ارنق ہے وہ کشف الجرم بھی  
ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ میں آجائے یعنی کیسے درمیان وہ حائل ہو جائے وہ شے  
اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی  
جیز کشف الجرم اس کے اوٹ میں کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستفی ہو جاتا ہے  
اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اس واسطے کہ یہ بات اپنے محل و موضع  
میں دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈا  
یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ میں پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا منظم اور تاریک ہی رہیگا  
پس حالت اجتماع شمس و قمر میں قمر کا رخ منظم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

فارسی صنف ہی حاضر  
آرا منت

مالک امیر اکبر  
اور شمس کی کثافت

قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاوے یعنی شمس سے ہٹتا جاوے یہاں تک کہ باؤہجر  
یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر بنگیا تو اس قمر کا رخ مستیہ جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتد بہ میل  
کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہمو چکنا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری  
ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑھتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تصویر بھی بڑھتی جائیگی ....  
یہاں تک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہو جاوے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایک طرف  
اُفق غربی پر شمس کو دیکھیں اسکا کمال تنزید تمام میل انتہا کا بعید ہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہیں  
اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دنوں کے غروب  
آفتاب سے پہلے طلوع کرنے میں مبادرت کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب ادھر غروب ہوا نہیں کہ یہ نکل  
کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تنزید حاصل کرتا بدر بٹتا جیسے ہی منحرف اور  
آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولیٰ اسکا احقاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام تاریکی  
بھی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا  
اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک انتیس دن بارہ گھنٹے چوالیس منٹ تین سکنڈ کی مدت  
صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور تقابل میں خسوف اور کسوف ہوتا ہے یعنی چاند اور سورج گھٹتے ہیں چونکہ منطقہ البروج  
اور منطقہ فلک اُبل قمر ہم سطح نہیں ہیں ہر مقابلہ میں خسوف اور ہر اجتماع میں کسوف نیزین کا نہیں ہوتا ورنہ  
برہمنے چاند سورج گھٹتے رہتے بلکہ اکثر ان کے درمیان چھ مہینوں کا فرق پڑتا ہے مان ہر کسوف کیلئے اجتماع  
شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہو مگر یہ اجتماع نیزین اکبر نیزین یعنی شمس و قمر اس یا ذنب میں  
اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیائے شمس کا بالکلیہ حائل ہو جاوے

ہکذا



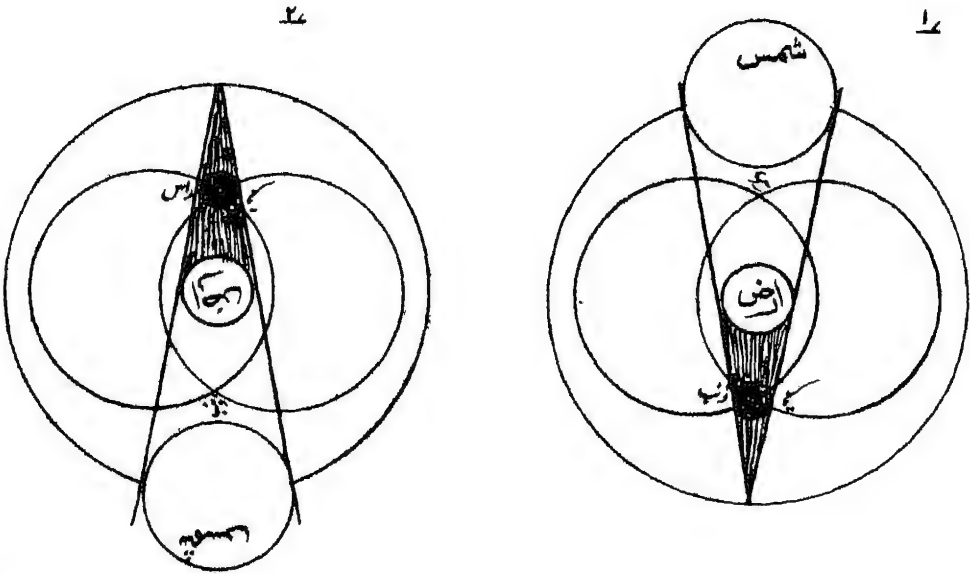
ملاحظہ فرمائیے شکل میں اجتماع عین راس میں واقع ہوا ہے اور شکل میں عین ذنب میں اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن میں زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین انہوں یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستغنی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت میں کہ قمر عین راس یا ذنب میں ہوا اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال خفیف میں ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہاں آفتاب بکل الاجزا مستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایک سو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ میں طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف میں کہ سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام و کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جائے تو اس قدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رانی کو مبصر و مرئی ہوگا کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزوں کے ایک خط ایک سیدہ میں واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑیں کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا آن دونوں کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جائے اور ان کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہوں یعنی قطر قمر کا شمس سے بحسب رویت کم بھی نہ کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے شرقی کناروں سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح ان کے غربی کناروں سے ملا ہوا زمین تک پہنچ سکے پس ان دونوں خطوں کے درمیان قمر کا تاریک سایہ لے لے مخروط کی شکل میں زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والوں کے لئے چاند آفتاب کا حجاب بنا دیگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اس مخروط و دائرہ سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روئے زمین پر کہیں سے بھی کسوف تمام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کو ایک حلقہ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ میں چھپ جاتا اور جہاں تک یہ تاریک سایہ ہوتا وہاں تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندوں کو نمایاں ہوتا۔

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب میں ہوتا ہے کہ جب چاند آفتاب کے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہیں ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب میں واقع ہو زمین ان نیز زمین کے درمیان ایسی حالت ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ میں بالکل چھپ جائیگا اسلئے شمس

۱۷  
نہی ملی چال چوہ  
اور سادون کے تیر  
اس وجہ سے چاند  
سورج فلک کہتے ہیں



اس تک کسی حال میں پہنچ نہ سکیں گی۔۔۔ ہکذا



شکل اول میں تقابل راس میں ہوا ہے اور شکل ثانی میں تقابل ذنب میں غرض ہر حال میں زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے شعہ اُس تک نہیں پہنچیں وہ بے نور کانے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب میں نہ ہو تو صرف قدر حیل و ملت نامرئی رہیگا یعنی اتنا ہی حصہ چاند کانے نور رہیگا۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہوں آپ جانتے ہیں قمریٰ گردش اجتماعی میں قدر انحاق صرف مستضیٰ نہیں ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہیں کہ جتنا حصہ عظیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم ہیں ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ میں عدم سے وجود میں آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے یہ شاید اور معائنہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اس طرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے شعہ منعکس کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیاء تکلیف صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب میں واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گراہن کہتے ہیں اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت و ظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیے تھا اس واسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فائدہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ لمر علم مناظرہ میں مبرہن ہے کہ رویت میں نور داخل یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر بین تو صریح ناظر ورائی کو بلا نور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدک نہیں ہوتے اس طرح بغیر روشنی اور اُجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہونہیں سکتے غرض دونوں نور داخلی و خارجی ملکر غیر رویت اور واسطہ النظر فی المنظورات ہوتے ہیں ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بنیائے ظلمات میں بھی اور ان جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہیں پس کسوف شمس میں قمر کو اگرچہ تاریک و مظلم ہے بدولت ان اشعہ مزلقہ شمسیہ کے جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہیں جو شمس کے محاذی ہے اور پھر چونکہ قمر کر دی شکل صیقلی الجرم ہے وہ پھلتی ہوئی شعاعیں قمر کے اس حصہ پر (جو ہمارے محاذات میں ہے) پھیل جاتی ہیں تو فقط اتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکیہ بھی ایک رنگ مری ہوئی ہے جیسے دل میں دھوپ جب مکان کے صحن میں ہوتی ہے مگر اس سے اچھٹی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے میں بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہیں رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام میں مری ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرد اگر دس تالیس میل کے دل میں زمین کو گھیر ہوئے ہے جب اشعہ شمسیہ اس ہوا سی محیط پر پڑتی ہیں وہیں سے کج ہو کر جانب بالا اُچھٹے ہوئے سایہ زمین کے ساتھ ملکر قمر منخسف پر پڑتی ہیں اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہوا منخسف تا نبی کی شکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اجتماع میں قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی میں گھیر لیتا ہے یعنی نور کو دیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع میں خسوف کا واقع ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن نہیں خیر یہ بات تو طے ہو گئی دیکھ آگے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجملاً مذکور ہوئی پھر اسکو فرو بردن تین یعنی اڑھ ہے کے نکلنے کے ساتھ تعبیر کی گئی وجہ یہ ہے کہ منطقہ فلک مائل قمر اور منطقہ فلک مثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے اس اور جنوبی کو جنوب کہتے ہیں یعنی سر و دم تین کیا معنی کہ دونوں منطقوں کے دو نصف حصوں کے درمیان قمر کے جانب سے عند الوہم ایک اڑھ ہے کی شکل شکل ہوتی ہے یہ دونوں موضع تقاطع کے اسکے سر اور دم متصور ہوتے ہیں چنانچہ شام جینی فرماتے ہیں "لانہم شبہوا الشکل الحادث بین نصفی المائل والمائل من الجانب الاقرب بالتین فیکون احدی العقدین راسا والاخری ذنباً غرض قمر کے عقدہ راس میں آنے کو تین کے نکلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیے اور عقدہ ذنب میں ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ میں منخرد ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیے غرض جیسے تین کی

۵۱  
چونکہ منطقہ فلک مثل  
منطقہ البرج کے سطح میں  
منہج ہوا اور سطح میں  
ان دونوں کے ساتھ  
چونکہ سیدہ میں واقع  
ہیں چنانچہ منطقہ فلک  
مثل منطقہ البرج بھی  
اس جگہ کہتے ہیں  
اس سے شمس میں  
موجزات فلک مثل کی  
خداوند خلافت حرکت  
فلک البرج ہے

کسوف و خسوف حقیقت  
میں جو بیان ہوئی پھر  
اڑھ ہے کے نکلنے کے  
ساتھ تعبیر کی گئی  
قمر کے تین

شکل واہمہ نے گھڑی ہے اس طرح ان عقدوں میں سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے ٹھکنے کا تصور بانہ  
لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف و خسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرانا معظمت اور  
مہمت سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز و عبادت کے لئے ارشاد فرمانا کس لئے  
ہے تو مختصر عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں ہر فاعل کے لئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف و عزت  
وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل میں شرف و عزت و صف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی  
خصوصیت نہیں ہر موصوف ذی شرف میں وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت و شرف صفت کو کہنا  
چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف ہیں ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک شخص  
من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبہ اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر  
کسی جگہ اسکے غلبہ میں فتور اسکے احکام کے انفاذ میں قصور پڑ جائے اور اس کی سلطنت کی دست درازی  
حکومت کی قادر اندازی کسی عائق و مانع کی وجہ سے کہیں پر رک جائے جتنی دیر کے لئے اور جن جہتوں  
کے لئے مطلوب الوصف ہے مسلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف و عزت کا سبب  
حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر پادشاہ تخت حکومت پر جلوں فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا  
و انفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ و جریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبور اس  
عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مسلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معذایہ  
اوبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آ پڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے ہشت  
کے اپنی اپنی خیر منائی پڑ جائیگی اس سے جو کوئی بڑا پادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی  
جائیگی پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً پادشاہ اختران نیر خاوان عین اجلاس میں یعنی دن کے  
وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم و رعیت یعنی زمین و زمانوں پر اجراسی حکم و انفاذ  
فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیہ معر نیات تصویر مافی الارحام سے (جن امور پر حکم الخائن  
سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اس سے  
یہ اقتدارات چھن جائیں العظمۃ اللہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت  
حاملہ عورت کے خور و نوش میں احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کوفہ و خسوف ایک  
مفہومی اجتماع و تقابل  
شکل و قیاس ہوتا ہے  
پھر شارع علیہ السلام  
و الصلوٰۃ اس کے  
کیون خوف و ملت میں  
ان اوقات میں کا ذکر  
و عبادت کی کس پیک  
ہدایت فرماتے ہیں

کوئی خصوصیت نہیں لکڑی پتھر ناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سو تدبیر سے ہٹا کر  
 پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہیں آپ دیکھتے ہیں آگ کی مہارت سے گرمی بڑھ گئی اور پانی کی مجاورت  
 سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہاں نہ پہنچی فراج اس شے کا سا  
 ہوگا اور ان میں صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہیں مستعار ہے موثر حقیقی حکم یا ناک کوئی برد او سلا مائل  
 امر احکم الحاکمین ہے ہاں اگر کسی نے انہیں کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اس طرح جب سلطان انجم  
 کا تسلط اسکی زمین اور زمینوں پر سے اٹھ جاوے بہت سی قباحتیں اور کئی قسم کے فسادات ہی دیر میں  
 اسکے لشکر نے سر میں پیدا ہو جائے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائیں اس احکم الحاکمین  
 الملک المقدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل کر دیا ہے) دعا و صدقات سے  
 راضی کریں اور کیا کیا جائے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھ کر نے خوف ہو جانے و قونی ہے شقاوت  
 اعاذ اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے  
 جب ان پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ  
 تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع و اشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل میں  
 ہوگا جیسے احمد و محمود و حامد آمد یعنی حصول صرف محبت کا ان تین شخصوں سے ہوا۔ کبھی چند فعلوں کا  
 ایک اسم میں جیسے زید آمد و نان خورد و برفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف  
 زید سے ہوا۔ کبھی حصول چند جملوں کو مضمون کا (خواہ اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد و  
 محمود نشست و حامد برفت یعنی آمدن احمد و نشستن محمود و رفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع  
 کیا گیا ہے۔ اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہاں زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظ حذف کر دیا جائے  
 معنی ویسے کے ویسے بنے رہیں۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ  
 جمال الدین سلمان کا شعر ہے شہر مجاڑن در شاہ است و اللہ الحمد کہ ہر انجنت بدین بلجا و او آورو  
 اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لکین اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے  
 فروسی شہر بہ بنیم تا سپ اسفندیار سوے خانہ آید ہی بے سوار و دیا بارہ رستم جنگ جو  
 باخر نہد بے خداوند روے نظامی شہر و گردشت شاہ راد و خورست و مرا ہم خداوند ہم خواہرست  
 یہاں واو عاطفہ ترک ویدہ کے ساتھ ہے

کبھی واو عاطفہ زائد  
 کبھی چند فعل ایک  
 اسم میں جمع ہونے  
 کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل میں

کبھی واو عاطفہ زائد



وله زحمتی که آن در ازل رانده + نگر و قلم زانچه گردانده + و لیکن بخوابش من حکم کش + گنم زین سخنها  
 دل خوش خوش + اور محاوره عرب بھی اسطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف میں **فَلَمَّا اسْلَمَا** و **تَلَّاهُ**  
**لِلْحَبِیْنِ** و **نَادَیْنَا** اَنْ **یَا اِبْرَاهِیْمُ** سبع معلقہ کے پہلے قصیدہ میں یعنی امر القیس کے اس شعر میں  
**شعر** **فَلَمَّا اجْزَنَّا سَاحَۃَ الْحِیِّ وَانْتَحٰی** + **یَنَّا بَطْنُ خَبْتٍ ذِی حِقَافٍ عَقَنْقَلٍ** + خوش یعنی آمنہ  
 کو فہ کے نزدیک ان اشلہ میں واو ناندہ ہے کیا معنی کہ وہ خواہ مخواہ کے تکلفات کو پسند نہیں کرتے۔  
 آیہ مجید میں و **نَادَیْنَا** کو جواب **فَلَمَّا اسْلَمَا** الہ کا قرار دیتے ہیں اور **شعر** امر القیس میں و **انْتَحٰی** بنا  
 کو جواب **فَلَمَّا اجْزَنَّا** الہ کا اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ کما کے جواب میں دا و کا کچھ کام نہیں ہے  
 خواہی خواہی اس کو بجز ناندہ کہنے کے گزیر نہ ہوگا۔ مگر بصریہ کے نزدیک حرف کو مشاورانہ قرار دینا پسند  
 نہیں جہا تک ممکن ہو تاویل کرتے ہیں چنانچہ اشلہ مذکورہ میں جواب **کما** کا محذوف مانتے ہیں یعنی آیت  
 کریم میں **اتساق** جانتے ہیں **فَلَمَّا اسْلَمَا** و **تَلَّاهُ** للحبین و نادینا ان یا ابراہیم کایہ کان ما  
 کان مما یبیط بہ الحال و لا یحیط بہ الوصف من استبشارھا و اغتباطھما و حمدھا  
 للہ رب العالمین اور شعر مذکور میں جواب لما اجزنا اسکے بعد کا شعر حضرت بندوقی داسھا  
 فتم ایلت + علی ہیضم الکشم ریا الخ لخل + قرار دیتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے سعدی **شعر** **اسیر بند شکم را و شب نگیر و خواب** + شبے بوند  
 سگی شبے زو لنگی + اے و شبے زو لنگی۔ اسی طرح یہ شعر **قربان شوم ترا کہ ندانم ہنوز** + خلاص  
 من محبت من اعتقاد من + حافظ **شعر** **جو ریکہ از تو دیدم درو یکہ از تو بروم** + اگر شمع بدانی شاید کہ رحمت آری  
 اے درو یکہ از تو بروم۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں مراد ہماری حذف سے حذف لفظ ہے نہ معنی  
 یعنی یہاں عاطفہ اگرچہ لفظوں میں نہیں ہے مگر معنوں میں مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت میں ہوتا  
 کہ معطوف علیہ اور معطوف میں کوئی وجہ جامع یعنی ان میں کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف  
 معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم میں شریک کر دیا جائے اگر ان میں یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا صورت  
 عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیر بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع میں **امیر خسرو** عروسہ  
 گرفت از لبش + یک دوسہ چار پنج شش + اگر یہاں عطف کے ساتھ یک و دوسہ و چار و پنج و  
 شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قابل ہر

فلمَّا اَنْ یَا اِبْرَاهِیْمُ  
 زحمتی کہ آن در ازل رانده  
 نگر و قلم زانچه گردانده  
 گنم زین سخنها  
 دل خوش خوش  
 اور محاوره عرب بھی  
 اسطرح ہے چنانچہ  
 اس آیت شریف میں  
 فَلَمَّا اسْلَمَا  
 و تَلَّاهُ  
 لِلْحَبِیْنِ  
 و نَادَیْنَا  
 اَنْ یَا اِبْرَاهِیْمُ  
 سبع معلقہ کے  
 پہلے قصیدہ میں  
 یعنی امر القیس کے  
 اس شعر میں  
 شعر فَلَمَّا اجْزَنَّا  
 سَاحَۃَ الْحِیِّ وَانْتَحٰی  
 یَنَّا بَطْنُ خَبْتٍ  
 ذِی حِقَافٍ عَقَنْقَلٍ  
 خوش یعنی آمنہ  
 کو فہ کے نزدیک  
 ان اشلہ میں  
 واو ناندہ ہے  
 کیا معنی کہ وہ  
 خواہ مخواہ کے  
 تکلفات کو پسند  
 نہیں کرتے۔

آیہ مجید میں و  
 نَادَیْنَا کو جواب  
 فَلَمَّا اسْلَمَا الہ کا  
 قرار دیتے ہیں اور  
 شعر امر القیس میں و  
 اَنْتَحٰی بنا کو جواب  
 فَلَمَّا اجْزَنَّا الہ کا  
 اور یہ بات مسلمات  
 سے ہے کہ کما کے  
 جواب میں دا و کا  
 کچھ کام نہیں ہے  
 خواہی خواہی اس کو  
 بجز ناندہ کہنے کے  
 گزیر نہ ہوگا۔ مگر  
 بصریہ کے نزدیک  
 حرف کو مشاورانہ  
 قرار دینا پسند  
 نہیں جہا تک ممکن  
 ہو تاویل کرتے ہیں  
 چنانچہ اشلہ مذکورہ  
 میں جواب کما کا  
 محذوف مانتے ہیں  
 یعنی آیت کریم میں  
 اتساق جانتے ہیں  
 فَلَمَّا اسْلَمَا و  
 تَلَّاهُ للحبین و  
 نادینا ان یا  
 ابراہیم کایہ کان  
 ما کان مما یبیط  
 بہ الحال و لا یحیط  
 بہ الوصف من  
 استبشارھا و  
 اغتباطھما و  
 حمدھا للہ رب  
 العالمین اور شعر  
 مذکور میں جواب  
 لما اجزنا اسکے  
 بعد کا شعر  
 حضرت بندوقی  
 داسھا فتم ایلت  
 علی ہیضم  
 الکشم ریا الخ  
 لخل قرار دیتے  
 ہیں واللہ تعالیٰ  
 اعلم بالصواب  
 اور کبھی یہ  
 واو عاطفہ حذف  
 بھی کیا جاتا ہے  
 سعدی شعر  
 اسیر بند شکم  
 را و شب نگیر  
 و خواب شبے  
 بوند سگی  
 شبے زو لنگی  
 اے و شبے  
 زو لنگی۔ اسی  
 طرح یہ شعر  
 قربان شوم  
 ترا کہ ندانم  
 ہنوز من محبت  
 من اعتقاد من  
 حافظ شعر  
 جو ریکہ از تو  
 دیدم درو یکہ  
 از تو بروم  
 اگر شمع بدانی  
 شاید کہ رحمت  
 آری اے درو یکہ  
 از تو بروم۔  
 اس بات کو یاد  
 رکھنا چاہیے  
 کہ یہاں مراد  
 ہماری حذف سے  
 حذف لفظ ہے  
 نہ معنی یعنی  
 یہاں عاطفہ  
 اگرچہ لفظوں  
 میں نہیں ہے  
 مگر معنوں  
 میں مقدر مانا  
 جائیگا اور یہ  
 اس صورت میں  
 ہوتا کہ معطوف  
 علیہ اور معطوف  
 میں کوئی وجہ  
 جامع یعنی ان  
 میں کچھ مناسبت  
 اور علاقہ ایسا  
 ہو جس سے معطوف  
 معطوف علیہ  
 کے ساتھ ایک  
 حکم میں شریک  
 کر دیا جائے  
 اگر ان میں یہ  
 وجہ جامع نہ  
 پائی جائے یا  
 صورت عطف  
 ایہام خلاف  
 مقصود کا ہو  
 تو واو عاطفہ  
 تقدیر بھی  
 مانا نہ جائیگا  
 جیسے اس  
 مصرع میں  
 امیر خسرو  
 عروسہ گرفت  
 از لبش یک  
 دوسہ چار  
 پنج شش اگر  
 یہاں عطف کے  
 ساتھ یک و  
 دوسہ و چار  
 و پنج و شش  
 کہا جاتا تو  
 موہم جمع کا  
 ہوتا اس سے  
 تعین عدد  
 یعنی بست و  
 یک مراد ہوتی  
 سو یہ خلاف  
 مقصود قابل  
 ہر

واو عاطفہ حذف  
 کیا جاتا ہے  
 بیان حذف سے صرف  
 لفظ حذف مراد ہے

واو عاطفہ کہ بیان  
 مانا جاتا ہے اور  
 جگہ میں مانا جاتا ہے



چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتنا جا لے کر عرب متحرک بجز تے فتح کر دیتے ہیں چاہے حرف ماقبل کوئی ہو۔ حافظہ شعر آرزو کی شہم و از تو چہ بہان دارم و شیشہ بادہ و کنبے و رخ زیبائے و ولہ تکیہ بر تقوی و وانش و طریقت کا فرسیت و راہ روگر صد نہر وار و توکل بایزش و ولہ رہ طوطی گمہ خاصم ہنما تاپس ازین و می خورم باتو و دیگر غم دنیا نخورم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر دار اس عہد شیخ حسن آنکہ خدمتش و چرخ دو تا بچار و ناچار می کند و بعض مقننین نے بادہ و کنبے و رخ و تقوی و وانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شیخ مضموم الماقبل میں درج کیا ہے پس اس صورت میں ایک ہمزہ ہاء مخفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چار و ناچار میں سکون کے قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی میں مشترک ہے میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ عربی کی طرح واؤ مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ ترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی و شعر نام تو بر جاشیہ دل رقم و حکم تو فرمان دہ لون و القلم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر لمجاہدین و در شاہست و لید الحمد و کہ مرا بخت بدین لمجاہد و ما و آورد و اور وہ واؤ عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر یا مطلع میں واقع ہوتا ہے۔ اول جیسے فروسی شعر و دیگر کہ گیتی ندارد رنگ و سہراے پہنچی چہ پہن و چہ تنگ و حافظہ شعر و آنکہ پیشش بہند تاج تکبر و خوشید و کبریاست کہ در حشمت و در ویشان است و ثانی جیسے حافظہ شعر سکین چوین بعشق گلے گشتہ بتلا و و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے و یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کر کے واؤ کو دینے میں اور الف کو کبھی تہا و تلفظاً حذت کر دیتے ہیں جیسے وگر و ووز و وان و وین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابتہ باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر میں و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے۔ یہ امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ کہ معطوف کے سرے پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو شعر نامہ کنید سوے وی و تابا و رسم و خاکستر مکنید و بران خطیرا گنیت اے نامہ نوید سوئے وے و مرا خاکستر مکنید و بران خطیرا گنید تابا و رسم شعر بین تا و گراہہ چون تا ختم و سخن را کجا سر برافرا ختم و دوسرا حرف با جیسے نظامی شعر بلیناس با کار داران روم و

مقدم کن اول معادل  
کہ کہتے ہیں "ع"  
مطلع کن اول مصرعہ  
ثانی کہ کہتے ہیں "و"

یہ شعر امیر خسرو کی اس  
غزل کا ہے جس میں  
پہلے وال پہلے تا و ختم  
الغرض اسی کی ہے

بعد از اسے اگر کوئی کلمہ  
بافتہ ہوگی حرکت  
کے واؤ کو دینے  
اور اس الف کو تہا  
سبھی باقی رہتے ہیں  
سبھی اس کے ہیں

واؤ عاطفہ اور معطوف  
فصل کے درمیان  
بھی واقع ہو جاوے  
میں تابا و رسم و خاکستر  
عاطفہ جو کہ کتبہ شعر  
میں تابا و رسم و خاکستر  
جو کہ صورت مقدم کوئی  
ہے

ساتھ ساتھ

سو کے کید رفتن زان مزبوم ولم پر پچھرہ با آن پری پیکان ۛ شدند از بے گنج و گوهر گران ۛ سودی  
 شعر رئیس دے با پس در رہے ۛ گذشتند بر قلب شاہنشہ ۛ رفتند و شدند و گذشتند بصیغہ جمع  
 بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلیناس اور پچھرہ اور رئیس وہ  
 مفہومین) رفت اور شد اور گذشت کہا جاتا۔ سعدی شعر فرق ست میان آنکہ یارش در پر ۛ با آنکہ  
 دو چشم انتظارش بر در ۛ اے فرستیان آن و آن الز علی خراسانی شعر می دو و چون باد بر شیب و فر  
 این جهان ۛ پیش عاشق و طریقت کوہ با صحرایکے ست ۛ تیسرا تاجیے نظامی شعر و گر باد است  
 راہم بہتست ۛ ہمہ روز تا شب پناہم بہتست ۛ اے ہمہ روز و ہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ  
 عز اسمہ کی پناہ کا ہر دم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین آمد معنی ۛ میان عدل و  
 تا عدل کسری ۛ اے میان عدل او و عدل کسری۔ اور یہ تاج صطح عربی مین حتے جارہ کے  
 معنی مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ حتے عاطفہ کے معنی مین بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمَكَةَ حَتَّى رَأَيْتُهَا لَيْسَ بِهَا عَيْنٌ مِجْلِي بھی کھائی اور اسکا سر بھی۔ نظامی  
 شعر سکندر بآن شاہ فرخ نژاد ۛ شبانگاہ بگریست تا بادادہ یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روئے  
 گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا ولم زبے آہم سینہ سوزد درون ۛ قدم تاسم غرق  
 دریاے خون ۛ چوتھا ہم جیسے امیر خسرو شعر نیست پشیمانیش ارزد دہد ۛ ہم بود آن لحظہ  
 کہ کمتر دہد ۛ اے و بود پشیمانی آن وقت کہ الزم بیدل شعر مردہ ہم فکر قیامت دارو ۛ آرمیدن  
 چہ قدر دشوار ست ۛ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر داخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار ۛ زبہ شاہ مرکب زبہ شہسوار ۛ اور کبھی  
 تعین و تاکید معنی عطفی کے لیے اُسکے ساتھ و او عاطفہ بھی لے آتے ہیں نظامی شعر و گر خدست  
 شاہ را در خورست ۛ مراہم خداوند ہم خواہرست ۛ بعض مقننین نے اسکے معطوف و معطوف علیہ  
 کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہیں۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے  
 نظامی شعر اے بزین بر چو فلک نازنین ۛ ناز کشتم ہم فلک و ہم زمین ۛ جملہ جیسے اوپر کا شعر  
 ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار اور اسکا معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر  
 کے اشعار مین اور آخر نظامی شعر دان بیکے دانہ زراہ کرم ۛ حلہ بر انداختہ و حلب ہم ۛ

بیان تمام

نظامی شعر عاطفہ کا بیان  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے  
 عاطفہ معطوف و معطوف علیہ

ہم عاطفہ کے ساتھ  
 بنظر تاکید او عاطفہ  
 بھی لایا جاتا ہے

نظامی شعر عاطفہ کا بیان  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے  
 عاطفہ معطوف و معطوف علیہ

ہم عاطفہ معطوف کے  
 اول و آخر ہر دو جگہ  
 لانا جائز ہے





و مترتب کا مہلت و تراخی کے ساتھ زمان طویل میں ہو بعد ہی شہر باش تا دشت بہ بند روزگار ۛ  
پس بکام وستان مخرش برار ۛ یہ حرف بعینہ عربی کے فا کی طرح ہے کما قال اللہ عزوجل  
فَخَلَقْنَا الْعِلْقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اور جیسے عربی  
میں فا تفریع کے لئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لئے لایا جاتا ہے اور تفریع اور تعقیب  
میں بھی فرق ہے کہ تعقیب میں امر اول کو وجود امر ثانی میں کچھ دخل نہیں جتنا تفریع میں امر اول کو وجود  
امر ثانی میں ضرور دخل ہوتا ہے سعدی شہر گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودی ۛ پس قیمت لعل و  
سنگ یکساں بودی ۛ یعنی جواہرات کا پتھرون کی طرح نئے قدر و قیمت ہونا ان کے اس طرح  
کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

سأتوان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب میں پس کی طرح ہے۔ مگر اس میں مہلت اور تراخی کا اعتبار زیادہ ہے جیسے عربی میں تَحَدَّ اور ہندی میں پھر چنانچہ مولوی اوصد الدین بلگرامی نفائس اللغات میں لفظ پھر کی تحقیق میں فرماتے ہیں۔ پھر یکسر اول مخلوط التلفظ بہا و رای مہلہ در آخر بمعنی باز بعربی تَحَدَّ الحسدی شعر شکم آید کہ کسے سیر نگہ در تو کند، باز گویم کہ کسے سیر نخواہ بود۔ اور اس لفظ کا معطوف کے اخیر بھی لانا جائز ہے نظامی شعر بر آسود روزے دو در لہو نا، نہ شکوے دارا خبر جست باز، اے اول چند روز در لہو نا گزارشت و بعد از ان از شکوہ دارا خبر جست۔ اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا لانا بھی جائز ہے حافظ شعر زان روے نکو چشم بدان دور کہ امروز، بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدہ باز، اے و بعد از ان بر خور شدید طعنہ زدہ۔

آٹھواں کاف عاطفہ جو او کی طرح مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ سعدی شعر ہے ہوا  
اسپ تیز رو کہ بماند کہ خرننگ جان بمنزل برد۔ اور ا متصلہ مختفی بھی دو جملوں کے مضمون کے  
جمع مع الترتیب کے لئے لایا جاتا ہے اور اسکے مدخل کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا چاہیے  
ہے جیسے عالی کہتا ہے شعر چون دانہ تبیخ برست اسے در کیتاہ آخر بصد آیین و دعا آمدہ فتی  
چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گز چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور حروف عاطفہ میں سے  
نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کیجاتی ہے جو کہ اُس مفرد  
متبوع (یعنی معطوف علیہ) میں تعین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

باب  
تفریح اور تہذیب  
میں مشرق

کاف طاغیہ کا بیان  
 دانا بھی اپنے لئے  
 نظر کیا کہ دو طاغیہ  
 کے اول و آخر دونوں  
 اور آخری میں  
 بیان ہزار طاغیہ۔

نہ عاطفہ کا بیان  
بلکہ تخلصہ مخفی

ما قبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مفرد (یعنی غیر خبر) کا ہونا واجب  
جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدی شعر ترک دنیا و شہوت ست و ہوس و پارسائی نہ ترک جامہ بس  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات  
عاطفہ تردید

اور حروف عاطفہ میں سے یا و اگر و خواہ اور کہ و و او بمعنی یا ان کو حروف عناد و تردید بھی کہتے ہیں  
ان پانچ حرفوں میں سے کوئی حرف جن کلموں یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے ان میں سے ایک امر  
غیر معین لا علی التعمین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر و خواہ  
ان میں سے کون کون  
معتوف و معتوف علیہ  
دونوں پر لا نا جائز ہو  
یا و خواہ کے  
استعمال میں  
فرق ہو یا نہیں

جاننا چاہیے کہ یا اور اگر اور اس کے مخففات گر و آر اور خواہ۔ ان تینوں کلموں کو معتوف و معتوف علیہ  
ہر دو پر لا نا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عناد یہ کہ فقط معتوف کے سرے پر یعنی صرف معتوف علیہ  
اور معتوف کے درمیان میں لاتے ہیں امثلہ آتیہ اس و عمرے کے شاہد ہیں۔ اور یہ بیان  
بھی سن لیجئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اس جگہ مخصوص رکھتے ہیں کہ جہاں  
معتوف و معتوف علیہ مختلف الکلیفیت ہوں یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال  
مداخل خواہ کو متفق الکلیفیت میں مختص سمجھتے ہیں یعنی معتوف و معتوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری  
سمجھتے ہیں چنانچہ جواہر الحروف میں بیان کلمات عناد کے تحت میں فرماتے ہیں و فرق بینہما  
آنت کہ مداخل خواہ در ہر دو جا مثبت می باشد و مداخل یا در یک منفی و دیگر مثبت انتھی سیر  
نزدیک یہ شرط و اختصاص نا صواب ہے اشعار مذیلہ استشہاد ما فی الباب ہے نظامی شعر

یا کا استعمال  
مختلف الکلیفیت میں

چنانش و ہم مالش از تیغ تیز کہ یا مرگ خواہی زمین یا اگر نیز کہ ولہ کے کو بران اژدہا بگزرد و ہمان  
ساعتش یا کشد یا خور و اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو میں برابر جائز ہے خبر جیسے امثلہ مذکورہ میں  
انشا جیسے نظامی شعر یا علی در صنف میدان فرست و یا عمرے بر سر شیطان فرست و ولہ  
یا چو غریبان پئے رہ تو شد گھر و یا چو نظامی ز جہان گوشہ گیر و یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تھیں  
اور اختلاف فی الکلیفیت جیسے طالب آملی شعر ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک و مہر و وفا دامنم  
یا بود یا نبود و سعدی شعر یا مکن با پیل بانان دوستی و یا بنا کن خانہ در خور و پیل و اور کبھی  
اس حرف تردید کو لفظاً حذف کر دیتے ہیں۔ مولوی معنوی رح شعر فتوت اینست اے بہ بریدہ  
دست و کا نذر آئی و نگوی امر ہست و بوحیفہ واد این فتویٰ ترا و شافعی گفت این امو ناسرا و

یا کا استعمال خبر  
اور انشا دونوں  
میں جائز ہے

یا کا استعمال مختلف  
کیفیت میں

کبھی حرف تردید  
لفظاً حذف  
کر دیتے ہیں

اے یا شافعی الخ زین خان کو کلمات ش شعر بیک شب چہ عشرت توان کرد با تو ہ تماشا کنم می خورم  
راز گویم ہ اے تماشا کنم یاے خورم یا راز گویم۔ اور کبھی اس حرف تردید کو صرف معطوف علیہ پر  
لے آتے ہیں صوفی کا شعر ہے شعر یا صوفی راز لعل خود کام دہید ہ در کام ندہید و شنام دہید  
اے یا صوفی را کام دہید یا و شنام دہید۔ اور ممکن ہے کہ یہاں یاے تردید یہ بجائے حرف شرط اگر  
کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تردید میں مستعمل ہو جاتے ہیں۔ اب اس شعر میں یہ تاویل ہوگی  
اگر صوفی راز لب خود کام دہید فہا و اگر ندہید و شنام دہید اور ممکن ہے کہ یہاں (در کام ندہیدین)  
حرف شرط ار حبطح اکثر بوقت تکرار معنی تردید کا افادہ کرتا ہے اس طرح بوجہ تقابل یاے تردید  
مفید معنی تردید ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرے لفظ اگر۔ یہ بھی موضع تردید میں استعمال کیا جاتا ہے بعض مقنین نے اس استعمال کو اہل  
سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہیں اہل سرخس و خراسان سب کے ہاں اسکا  
استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام میں یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فرامانی علیہ الرحمۃ نے نوری  
کے اس شعر کو اس امر میں شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرفہ ترکہ ہست بر اعدا  
نیز تنگ ہ پس چاہ یوسف است اگر چاہ بیزن است ہ یعنی این جہاں چاہ بیزن است بواسطہ آنکہ  
بر دشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطہ آنکہ از کبر یاے تو بر تو تنگ است۔ فردوسی رح شعر  
ستمگار خویش اردا گر ہ ہنرمند و نمیش ارے ہنر ہ اور یہ بھی شن لیجئے کہ یاے تردید کی طرح لفظ اگر بھی  
معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکلیف و متفق الکلیف دونوں  
موقعوں میں استعمال پاتا ہے۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تردید جیسے نظامی شعر  
اگر آسودہ ورنہ توان می زیم ہ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ہ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت  
مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر ز غنیم تو پیش تو ہست و نیست ہ اگر باشد و گر نباشد یکمیت  
یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے یہاں یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع  
تردید میں استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجائے اس لفظ اگر کے یاے تردید لائی جائے  
معنی درست رہیں کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے ”ستمگار خویش اردا گر ہ“ میں ستمگار خویش یا و اگر  
بھی کہہ سکتے ہیں اور اس کے یہ معنی نہیں کہ بجائے یاے تردید یعنی جہاں یاے تردید استعمال

یاے تردید یہ صرف  
معطوف علیہ پر  
راز ہی جائز ہے

جان اگر تردید  
اسکا اہل سرخس  
کے ساتھ خاص

اگر کیا یاے تردید کی طرح  
معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لایا جاتا ہے  
اتفاق و اختلاف  
کیفیت میں اس کا  
استعمال  
یاے تردید یہ اور  
اگر تردید میں  
فرق



کیا جاتا ہو اس جگہ اس اگر استعمال کر سکیں جیسے اشعار مذکورہ میں "چنانش وہم المثل از تیغ تیز" کہ یا مرگ خواہی زین یا گریزہ اور "یا کن یا سلیبان دوستی یا بنا کن خانہ در خوردیل" میں اگر مرگ خواہی زین اگر گریزہ اور اگر کن یا سلیبان دوستی یا بنا کن الزہنین کہہ سکتے۔ آئین سر یہی ہے کہ دراصل یہ حرف شرط ہے اور اس کا مدخل جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردود پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے اس کا مدخل سوائے جملہ کے نہیں ہوتا۔ اگرچہ صورت میں مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکرر یعنی معطوف و معطوف علیہ دونوں جملوں کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہاں کہیں صرف معطوف پر ہوتا ہو وہاں بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر پڑتا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا کلمات تردید میں سے لفظ خواہی اور اس کا مخم خواہ ہے دراصل یہ خواہش سے مضارع حاضر کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مخم کرنے میں وہی نکتہ تخفیف مد نظر ہے جو توانندہ سے توان کی ترخیم کرنے میں تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم مگر مصرعہ ثانی اس شعر ثانی میں چوتوان شمر د کا فاعل پڑا ہوا ہے۔ نظامی شعر پڑو ہندہ دیگر آغاز کرد کہ دارانہ چندان سپہ ساز کرد کہ آنرا شمر دن توان در قیاس کہ سائیکہ ہستند نکر شناس الحاقی ہے میا بخون کی نے تو جی سے صبح اہل کتاب ہو گیا ورنہ در اصل مصرعہ ثانی یہ ہے شمارندہ را در دل آید ہر اس اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولیٰ کی علت ہے یعنی اس وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ خیر اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف اداۃ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی خواہی و خواہ خواہ بجائے طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنوں میں اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے میر معز فطرت شعر ز کف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را نہ می شد کس حریف غمزہ خواہی خواہی را نہ بخشی شعر بخشی زوفی عجب چیز است خواہ ناخواہ زربدست آید اور اردو میں خواہ خواہ بھی بولتے ہیں کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور جس کام کو دل نچاہے کرنا کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے ہیں اداۃ شرط بیان سے مخدوف ہیں جبکہ حاصل معنی مفہوم مردود پر جا پڑتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۃ تردید یا کی طرح اتفاق و اختلاف کیفیت میں اور اسی طرح انشا و خبر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اتفاق کیفیت

لفظ اگر کی حقیقت

خواہ تردید کا بیان

خواہی سے خواہ بنانے میں نکتہ کیا ہے

خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت اور انشا و خبر میں بالکل طرح برابر استعمال ہے

جیسے سعدی شعر من انچه شرط بلاغت با تو میگویم : تو خواه از سخم پند گیر خواه ملال : نظامی شعر  
چون زین ولایت کشاد کم کر : تو خواه افسر ازین ستان خواه سر : اور اختلاف کیفیت جیسے نظامی شعر  
تاج و تخت آلتست شاہی نہ : آلتی خواه باش خواہی نہ : یہ مسئلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور  
خبر جیسے سعدی شعر رامی رامی تست خواہی جنگ خواہی آشتی : ماقلم بر سر کشیم اختیار خویش را :  
ولہ دست کوتاہ باید از دنیا : آستین خود دراز خود کوتاہ : اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ  
دراز باشد خواہ کوتاہ باشد۔ اور یہاں تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے۔ اے خواہ جنگ کن خواہ  
آشتی کن۔ آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ

چوتھا کلمات تردید میں سے کاف ہے یعنی بعض متقین نے کاف کو بھی اداء تردید میں شمار کیا ہے  
اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آن : آن ازین بہترست  
این از آن : اے حسن معشوق بہترست یا اے معشوق۔ یہ سوال ہے اسکا جواب مصرع ثانیہ  
اور کبھی یہ کاف یا ے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر بردش می گزرم یا کہ فراموشم کرو :  
اے محبت بسر دست ترا سو گندست : اور صاحب جہاں التریب نے یہ مثال گھڑ دی ہے مع است  
تردید سے روم یارب کہ باشم در مقام : اور بعض سخن فہون نے سعدی کے اس شعر میں شعر دل  
دوستان جمع بہتر کہ گنج : خزینه تہی بہ کہ مردم بہ رنج : کاف کو تردید یہ فرمایا ہے اور بعض نے  
نافیہ بانی ہے یعنی دل دوستان جمع بہتر نہ گنج : میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑا ناہی  
در اصل یہ وہی کاف ہے جو بفضل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں شعر بہتکا  
گوشت مردن بہ کہ تقاضاے زشت قصابان : وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ  
پانچواں اداء تردید میں سے واو ہے جیسے سعدی شعر کا شعر ہے شعر گل ہمین  
ہنچ روز و شش باشد : دین گلستان ہمیشہ خوش باشد : ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

هَذَا خُرُمَاتِي سَرِّي مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى حُسْنِ الْخِتَامِ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنَامِ مَوْلَانَا

قُدُّوسُ الْمُصْطَفٰى وَآلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۛ

ۛ  
عہ غنفت خواہ نہ غنفت  
مطلوبہ مصطفائی درین  
بین خواہند کردہ درین  
نہ خواہند کردہ آید  
چنین چہ دراز کوتاہ آید  
و غنفتی و غنفتی علم

کاف تردید یہ

واو تردید یہ کاف

مصنف قس ازین ساد  
نہشت انتشار و صحت  
نوشته است از ان بعد  
این رساله در کتب خانہ  
دربارہ پیر ذکر کردہ ۱۱۵۵

|                           |                            |
|---------------------------|----------------------------|
| گھر جوے رایتشہ برکان رسید | جگر خوردن دل بیایان رسید   |
| بساطے کشیدم بہر تیب نو    | برو کہ دم اندیشہ را پیشرو  |
| وگر بارہ برکان کشادم کمین | بر انداختم مفر گنج از زمین |
| بسے سالہا شد کہ گوہر پرست | نیاد و روزیگونہ گوہر بدست  |
| فروشنده جوہر آمد پدید     | ستاع از فروشنده باید خرید  |
| بدعوے دروغی نیاید نمود    | ز رو آتش اینجا توان آزمود  |
| شناسندہ گرنیت شوریدہ مفر  | نہ بہرہ شناسد ز دینار نغر  |

ہنر تا بد از مردم گوہری  
چونور از مہ و تابش از شتری

تقریظ چکیدہ کلک گہر سلک قدوۃ العارفین امام السالکین متیث الفضلا  
رحلۃ العلما - المحقق للتحقیق والمعارف طود العلم والفضل - بحر التحقیق والتدقیق  
المفسر العارف والمحدث الفقیہ سیدی وسیدی - وسیلتی فی الیوم واحد  
مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابو المحمود رشید احمد مدظلہم العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً - بندہ کی دانست میں مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہوا قابل تحسین و حفظ  
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ و دقیقہ رس سخن یک فنی در ہر فن نقاد  
جواہر حقایق صراف نقود و دقایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول  
چہیند الجہا ذہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب  
دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہانپور صانہا اللہ عن الفتن والشور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً مثنیاً بالصلوٰۃ والتسلیم - اما بعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد  
ناظرین با استعداد و طابین خوش اعتقاد کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ کتاب کچھ میسر

مولانا سید محمد  
دعوت فارسیہ از شیخ  
المفتاح صباغی رحمۃ اللہ  
و نیز اسد اللہ خان  
غالب تلمذ داشتند

دیکھنے میں کچھ سننے میں آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف  
 ادیب نبیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد میں تحقیق کا بیڑا  
 اٹھایا ہے اور نظار گیان آفاق و طالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل  
 تحسین ہے اور مصنف شریف لایق آفرین۔ بتدی و منتہی اس دستور نامہ کو دستور العمل بناوین تو امید ہے  
 کہ بہتر پاجال سے رہائی پا کر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آوین ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمہ التوفیق فقط  
 ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدة الفضل ازبدة العلماء حلال شکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون  
 ادبیہ مقبول بارگاہ لم نیری مولانا الاتاد المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب طہ العالی

حاصداً و مثنیاً و مسلماً و مصلیاً۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل نبیف مولوی حسین شریف  
 کے اکثر مقامات کترین کی نظر سے گزرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد میں نہایت سعی  
 فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہنچائے ہیں میں امید کرتا ہوں  
 کہ یہ رسالہ بتدی اور منتہی دونوں کو نافع ہوگا فخر اللہ تعالیٰ عن مستفید بہ خیر اولاً الحق بدضرراً و ضیراً فقط  
 کتبہ العبد المفتقر ذوالفقار علی الدیوبندی

هَذَا مَا كَتَبَ الْبَائِعُ السَّمِيعُ الْأَرَبِيُّ الْفَاضِلُ نَحْرِ الْأَدْبَاءِ الْمُخَاطَبُ  
 بِأَدْنَى الدُّوَلَةِ سَيَادُ الْمَلِكِ سُلْطَانُ الْعُلَمَاءِ أَقَا السَّيِّدِ عَلِيِّ بْنِ السَّيِّدِ  
 أَبُو الْحَسَنِ الشُّوسْتَرِي الْجَزَائِرِيِّ سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى مُقَرَّطاً عَلَى هَذِهِ الرِّسَالَةِ

هُوَ الْمَعْنَى  
 اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

حمداً لمن اعرّب بناء هذه السقف المرفوعة۔ بلا عمد منصوبة موضوعه ولا طنب الى الارض  
 مجرورة۔ ولا اوتاد لها منجورة بل جزم علقتهما عما سواها و رفع سماكها فسواها۔ فبنيان من  
 جلت اسماء وافعاله۔ وتزّهت عن وصمة الحروف كلماته واقواله۔ والصلوة والسلام على  
 الاصل الواحد الذي يشق منه الافعال المحمودة في كل باب۔ والمصدر الوجودي الذي صلت  
 اليه منه احكام السنّة والكتاب۔ نبينا المنعوت في الكتب السماوية من لسان الله الواحد  
 الصمد



الحقّی عنه بواسطه روح الامین عن روح القدس برسول یاقی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ  
 وعلی آلہ الامثلہ المختلفہ لمعان مؤتلفہ وھم مع الحروف النورانیۃ - والغرض الاصلی  
 من الاحرف المرموزۃ فی اوائل السور القرآنیۃ - فیصلی اللہ علیہم ما دام الکلام لما فی القواد  
 ظرف - وما دامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف - وبعد فلما رايت قرائتہ علی ما املایہ قلم الجبر الما  
 بل البحر الذی ارباب الفارسیۃ وبن جلاھا وشيخھا وطلّاع ثناياھا الفطريف الطريف المولود  
 محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیۃ من نحوھا وصرفھا وبيانھا ومعانيھا  
 باستنباطات منہ انسیۃ بتحقیقات عللا بعد الوقوع - وقد قیقات ذللا للجانی عند النیوع  
 قنوفھا دانیر + تسقی من عین انیر + واستحسانات عمل فیھا فکرہ + وفرغ لھا راسد و اتعب  
 دماغه وحک لھا صدرہ + حتی وضع کتابا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیہ فقد وقفت  
 بمالہ یطث من انس قبلہ ولا جان + ومن استعود کلماتہ وقلد عاداتہ یفوق الاقران +  
 بشحا ذی تحصل منہ للاذهان وعندی أنّ لھذا اللسان لسان حمله العرش کما ورد عن صاحب  
 الادوار والاکسن + وجنۃ قد ترخرفت وفيھا ما تشتهیہ الانفس وتلدّ الاعین + ولما  
 کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیہ السلام الانبیاء جمیعاً علیہم السلام وكان کل نبی  
 بمقتضی یومہ + علی لسان قومہ - وحلی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ  
 فما اظن ان احدا منهم تکلم بالفارسیۃ الا کلمات منها شرفھا تاج الانبیاء وخاتمہم و  
 شرف الرسل فاتحہم وخاتمہم + لہما تکلم مع سلمان اذ کان یحمل فی المسجد بصحنہ من شدۃ  
 وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان اشکمت در دقم فصل وکما قال العجمی باکل  
 الغیب علی باب المسجد عند قفۃ عذقۃ یا خافارس کل الغیب دو تادوتانہ خوش خوشہ وقال  
 ما هو المشهور عند الفقہاء بالشہرۃ والزیادۃ انی اگرہ بیج دہ بد وازدہ فکفی الفارسی مدحانہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبہج بہ حامدا ولما کان الاغلب فی ہذہ الملئۃ البیضاء  
 المحمّدیۃ کثر اللہ امثالہم فی البریۃ والبحرۃ ملوکا ودوہا اما من الترتک او الفارس من ولد  
 یافث بن نوح او الکرد والاکلیس لما اقتضت حکمتہ الالہیۃ بان تكون ہذہ الجرثومۃ  
 اصحاب سیف وسلطنتہ وكان کما قال المتنبی  
 اعلى الممالک ما تبني على الاسل وفکا

عند باب المسجد  
 خوش خوشہ

كل د فائزهم و احكامهم بالفارسية و دساتيرهم و قوانينهم بها طول الا زمان حتى  
 الهند لما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم و د فائزهم عما كانت عليها من  
 لسان دولتهم و قلدها المسمون في كل قطر فاتواخذهم حذو العمل بالنعل و القذة بالقذة  
 تقريرا شطرا بشطرا و تخريرا سطر بسطر فحصل الفارسية كل تركي و دروي و هندي و بنواد فائزهم  
 بهذا اللسان و لا سيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان و كانت بالفارسية الى  
 الان فتبع المسلمين الهنود و حصلوا هذا اللسان المحمود و لانه كان لسان دولتهم و ان لم  
 يكن لسان ملتهم و لسان حكومتهم و ان لم يكن لسان طريقتهم و الى المائة الثالثة بعد  
 الالف من الهجرة النبوية - صلى عليه و الله رب البرية - فابتعت الناس لسان الانكليز  
 لما اخذت الدنيا بثلاث ارباعها بلا تفاوت في القياس و المقيس - و مسست الحاجة الى  
 تحصيل لغة الافرنج اشدها مسيس و اللهم اننا نعوذ بك من تميم الامور - و رغبات الجمهو  
 الا لا كمال الدين و انت خير الحاكمين - و بيدك ازمة الامور و زمام قلوب الجمهور  
 فكما قيل و اذا تم امر بذا نقصه و ترقب زوا الا اذا قيل تمه فقد تصرف الانكليز  
 في الربع المسكون و اخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون  
 و قد قلت في دولتها لا تغرب الشمس بملكها و لا تحسب كلامي ذاك قولا مهمل و  
 فان امر بكانها رها بذا ليلة وجه الارض سل من و جدا و ارجوزي هذه طويلة منها  
 و سلم طارا طارا حسن صيتها و عندنا في هندها عفرتها يا تيك لو كنت بوسط  
 الصين من سببا بنيا يقين و كل من له الى هذا اللسان شوق و اوله توق الى طعم  
 حلاوته لصادق الذوق و فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأه و كل ضعيف  
 قرأه من اهل البلد و القرى و قد جمع ما يحتاج اليه في اللسان و يصدق عليه كل الصبي  
 في جوف الفري و لولا سوى تشييد الازهان من نكاته و تحنيذ الافكار من تحقيقاته  
 لكفى في الرغبة اليه عن غيره و من استطلاب خيرة و به الكفاية و من الله  
 الوقاية و كتب هذه الاحرف بقلمه و خطيده برقمه سلطان العلماء  
 سنا د الملك

## وقال فی الفارسیۃ بدیعاً مضمیناً

|                               |                                  |
|-------------------------------|----------------------------------|
| پز شک فارسی انخوش دست و بجاست | چو او مزاج شناسی بیاسی ز کجاست   |
| ز فرق تا قدش بر کجا نظر فگنی  | کرشمه دامن دل میکشد که جا نیجاست |

الحق حق تحقیقات پارسید ادا نمودہ - والہو اب تدقیق بر روی طالبان این زبان کما ینبغی کشودہ و محققانہ گوے  
سبقت از محققین ربودہ - ہر دقش را ہزار دفتر ثنا درخوشت - و ہر سطرش را ہزار شطر آفرین در برے

|                        |                           |                         |                              |
|------------------------|---------------------------|-------------------------|------------------------------|
| داو معنی مصنفش خوش داد | منته بر سر ہمہ نہاد       | مبتدی منتہی بہ بہرہ آرد | متوسط از وسر و نہاد          |
| بر صنف ز غیب این شعرست | کہ ندا تا نفس چنین در داد | آفرین خداے بر پدر       | کہ تو آرد و مادرے کہ تو زارد |

تقریظ نوک ریز کلاک گہر سلک سحر طراز بل ہمہ اعجاب از سپہر کمال را  
مہر منجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمہ اللہ القومی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را الایق و ستر است - و تحائف صلوات و تحیات بران ممکن الوجود کہ لباس بیکان  
از قامت و جویہ نبولش قصیر و نازیبا میزاقانع علیہ الرحمۃ چہ خوش گفته بلکہ و سفتہ ے لباس ورجی از  
قامتش بلند تر است ؛ و لیک جامہ امکان ز قدرا و ست قصیر ؛ و علی اللہ الطاہرین و اصحابہ الملاحدین  
الواشدین پس برضا تراولی الالباب و البصائر خفی و محجب مباد کہ این کتاب نادر البیان بطرز شگرف  
و نو بنظم رسید و دامن خاطر از چستان آن ریاحین تازہ بہار چید فی الواقع عجب کتابست کہ دیدہ نہا  
نظیرش ندیدہ و گوش اساتذہ سلف بہچو نعمہ جدیدش نشنیدہ و شنیدہ کے ہو مانند دیدہ و چہر چنین نبود  
کہ مصنفش قیل و خیبر و بر استخراج مضامین دقیقہ ماہر و قدیر و باریک و باریک و کما قال ہوا صدق فی المقال ے

|                           |                      |                           |                        |
|---------------------------|----------------------|---------------------------|------------------------|
| دین نامہ من ہر چہ کہ بیان | نیایش و صحف پیشینیان | بہر نقطہ از چشم انصاف بین | ستارہ بیاوردہ ام پرزین |
|---------------------------|----------------------|---------------------------|------------------------|

و هو الشاعر الماهر اللطیف و الادیب البلیغ العظیم اعنی جناب مولوی حسین شریف  
ادام اللہ تعالی و ابقاہ و من حیاض فیضہ القدیمر اسقاہ و لا زال کتابہ مقبول بین العام  
و الخاص و موہوبان اللہ سبحانہ شرف الافادۃ ہمزید الاختصاص و لا یرحت مہجۃ  
محسودا و قیام بہذا الاستقامۃ محمودا - والسلام حرر فی سابع عشر من شہر اللہ ۱۲۸۰ الیوم الرابع

جورہ الراجی عفور بہ و الفقیر الی رحمۃ سبحنہ

محمد ضیا







فی التبدیل ہا تقم اندر نہفت  
حکمت آملہ اسرار گفت

ولہ

دور سالش چہ نغز دیگر گفت  
در قواعد متین کتبے گفت

ولہ

فلکم بجفت دیگر کہ نہ شک دروندیہ  
کہ بجوئی سال طبعش ز قواعد غریبہ

ولہ فی الہندیۃ

بحمد اللہ چھپا دستور نامہ  
لکھا حکمی نے سال طبع مطبوع  
زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے  
ہوئے سہل ابضوابط فارسی کے

از نتایج طبع ارجند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز در فن تاریخی کوئی ماسر بہدایع  
اسلوب آن قادر کیہ تاز مضار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صافی اعظم گڑھی

حکیم حاذق و علامہ حسین شریف  
چو سال طبع ہمایوش خواستم فانی  
نوشت اصول قواعد ہے پسند طبع  
سر و ش گفت بگو شد متین کتابے طبع

ولہ

چھپی مجتہبیٰ مین با صد صفائی  
کہو مصرع سال مطبوع فانی  
یہ نادر کتاب افاضت شمامہ  
چھپا ہے بہت عمدہ دستور نامہ

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد  
بگو اسے فانی دلشاد تاریخ  
ندائے ہا تقم گردید مسموع  
شد دستور نامہ عمدہ مطبوع

ولہ

شدہ دستور نامہ چون مطبوع  
گفت تاریخ ہا تقم فانی  
کہ افاضات علم راست مآب  
گشتہ مطبوع لاجواب کتاب

تمت

عاجل جناب مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

کیسی نادر کتاب طبع ہوئی ہے ہر شخص لوٹ ہو۔ غش ہے  
نکر تاریخ کی تو ہاتھ نہ کہہ دیا دلہند پر دو لکھ ہے

صورتہ مکتبہ الکاتب العلمی مولانا لطیف صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

رَأَيْتُ الْكِتَابَ الَّذِي يَسْتَطَابُ  
لِتَحْقِيقِ لَفْظٍ عَمَّا رَكِبَتْهُ  
جَرَى مِنْهُ بَحْرُ الْقَوَائِنِ جَدًّا  
شَوَاهِدُهُ ثَابِتَاتٌ عَدُولُ  
فَلِلَّهِ دَرُّ الشَّرَافِ الظَّرِيفِ  
لَهُ فِي الْقَوَاعِدِ آيَاتٌ سَبْقُ  
لَوَانٍ شَتَّى عِلْمًا فَشَيْخٌ وَحِيدٌ  
هُوَ الْبَحْرُ مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَرَوْنِي  
فَطَوَّنِي لِأَذْبَابِ عِلْمٍ وَفَضْلٍ  
أَلَا أَيُّهَا الْفَارِسِيُّونَ قَوْمُوا  
أَمَا إِنَّ فِيهِ غَرَائِبَ دَهْرٍ  
تَحُلِّي بِحُلِيِّ أَنْطَبَاجٍ لَطِيفٍ  
بِصَرْفٍ وَنَحْوِ الْيَدِ الْمَتَابِ  
لِتَوْجِيهِ مَعْنَى بَيَانِ صَوَابِ  
وَمِنْ ذَاكَ سَأَلْتُ عِيُونَ عَذَابِ  
دَلَائِلُ الْهَيْئَةِ جَوَابِ  
أَتَاكَ مِنْ قِبَلِهِ أَرْتِيَابِ  
لَهُ فِي دِينِ فَخْرٍ حَرَابِ  
وَأَنْ حَلَّتْ فِي جَوْذَةِ الطَّبَعِ شَأْبِ  
هُوَ الْغَيْثُ مِنْ طَبْعِ الْأَنْسَابِ  
وَبُشْرَى لِيكَ زَانَةُ الْكِتَابِ  
خُذْ وَأَمَّا صَفَاوَدُ عَوَاكِرَابِ  
أَلَا إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابِ  
تَجَلَّى كَبِيرٍ وَمَا فِيهِ عَابِ

فَقُلْتُ مَنْ أَوَّلِ الْأَمْرِ فِيهِ  
وَأَرْخَتْهُ نَعْمَ هَذَا الْكِتَابِ

از حاجز محمد بیگ عفی عنہ منیجر مطبع مجتبیٰ دہلی

طرزے کہ بہا دست نہ دیدہ نہ شنیدہ  
نویا وہ اسحات شریفہ و مفیدہ

وہ وہ چہ طیف و مضامین جدیدہ  
تاریخ نوشتہ سر اطناب بریدہ

تقریباً نوک ریز گلک گهر سلک مقدم الکملار  
 سحر بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب  
 معتمد پیشی قدر قدرت اعظم حضور نور و اطمینان

ازین نامه هوش بر خویال  
 باوج سخن بال برتر کشا  
 نخبیده کس دست  
 بسنجیدگی گنج گوهر کشا  
 گهر با حرف با هم رختند  
 که چیده حرف از دور شین  
 حرف ماندور بخش زیادی ز رفت

بدستور نامه نظم بر کشا  
 سخن را با ندازه هوش بین  
 قوانین نگاران سنجیده رای  
 حرف با گوهر بیا میختند  
 بنوده کس زبان میان حرف بین  
 زبان از دور بخش زیادی ز رفت

بجکمی چو دور سخن در رسید  
 حرف از میان گهر بر کشید

بایوان گفتار نبود ثبات  
 رسانیده پشت قوانین بکوه  
 نکرده با بر از آن کوتهی  
 که نگذاشته نکته سر بسته هیچ  
 بر آید از دقصر فردیوار کج  
 ندیدند سوش دگر اهل فن  
 و آگاهی بر رخ شان کشود

زستی اصل بنای لغات  
 بمعماری فکر کیوان شکوه  
 ز اسرار هر نکته داد آگاهی  
 ز تحقیق کرده بدانسان پیچ  
 چه خوش گفت دانای سنجیده  
 بجای که بهار کج  
 کجی مایه بود اندر سخن  
 چشم خرد آن کجی و نمود



|   |   |
|---|---|
| باین ویرگی باز فرخ سروش<br>بچیدہ گہر با برآمودہ گنج<br>ازین نامہ گرفت ساز نوی<br>بہر گوشہ بینی بہار بہشت<br>بر این ز گشتہ نشاء داد<br>بناقص خیالان شمع اید خرد<br>بظلمت زدہ مہر تابان دروست<br>بشاکلی ہائے انداز فن<br>سخن را بگیتی روانی بود | بد انشور است دستور ہر ش<br>ہمایون گہر حکمی نکستہ سنج<br>زبان درمی یا بود پہلوی<br>ز تر دستی او درین کار و گشت<br>رسانیدہ بہر سخن پروران<br>زدانش سگالان رباید خرد<br>لب لب تشنہ آب حیوان دروست<br>بر آراست زلف رسای سخن<br>خرد را از وروشنائی بود |
|---|---|



سخن را بود تا نشان در جهان  
بود حذر جان سخن پروران



تقریظ قابل جلیل و جبرئیل شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکار عالی  
نظام حیدر آباد کن و سابق پروفیسر مدرسہ العلوم علیگڑہ و فیلو یونیورسٹی الہ آباد  
مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔  
کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہی مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو  
بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہیں مصنفین  
سابق سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہاں بہت طبع دکھلایا ہے اس قدر ہے کہ  
یہ کتاب بوجہ وقت مضامین کے منتہیوں کے قابل ہے۔  
تشبیہ کی بحث اس میں استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہر حال یہ کتاب  
بہر طرح قدروانی کے مستحق ہے۔

شبلی نعمانی

۷ مارچ ۱۹۰۳ء



## اعلان

طالبان نکات علوم کو شہادت و  
دعاؤں و قائلین فنون کو شہادہ ہو کہ بافضل الہی بعد مرور ہر راجی دلی  
آرزو بر آئی۔ اسی کتاب لاجواب و مستور نامہ فارسی سے حسن اتمام اور زور اختتام سے  
آرائش پائی۔ جو پیشہ فرائض و صریح و خفیہ حساب نکات غریب معنوی کو شامل ہے۔ اور حدیث مضامین و  
مناسبت قوانین کے لحاظ سے حرد جان بنانے کے قابل ہے۔ چنانچہ بہت سے نازک خیال علماء و اہل لسان و فطرت سے  
گزری۔ اور سب نے باتفاق پسند فرما کر مصنف عم فیضہ کو داد دی۔ یہاں تک کہ علامہ فہامہ جناب مولانا المرلوی محمد احسن صاحب مدنی  
ناور قوی دہر اندکھا لے لے جو زبان فارسی کے محقق اور استاد فن تھے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا۔ ولا عین سرائت ولا  
اذن سمعت و مولانا کشمیر المرلوی رشید احمد صاحب گنگوہی دام افاضات نے تقریظ طغریر بنسرا لائی۔ اور سجاد الملک سلطان العلماء  
ماہر فنون ادب و آقا سید علی شہسری جواد کری سل اللہ کمالے اپنی تقریظ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کے شفا گستر میں۔ کتابا ینفع  
طالب اللسان اذ ان قف علیہ فقد وقف منہ بہ المرید یسہل الشی قبلہ صر و لا جان اور دیگر علمی سخن شناس  
و فیض رس سے بھی علیحدہ علیحدہ تقریظیں لکھیں۔ ان میں جو انہر کتاب میں مذکور ہیں۔ در حقیقت یہ کتاب رہ آور و سہانی و گنج اسرار معانی ہے  
اور اسی سند میں لائے۔ گلستان کمال۔ و پرستان خیال۔ جدت طب بلادی کا مختصر۔ مضامین ناورہ کا دفتر۔ الشہد باللہ واللہ علی ما  
اقول شہید ہوں میں فن میرے ہی کتاب نایاب کسی کی زد پر ہے نہ شہید۔ اور اس سہارک زمانہ میں اسے حسن طبع ناچار روزگار سے۔ مطبع  
مجتبائی دہلی میں آکر ایسٹن ظاہری سینے علیہ اللہ تعالیٰ سے آہ اسے ہو کر نور علی نور کا مصداق بن گئی ہے۔ کاغذ کی عمدگی چاہنے کی صفائی اور  
خوشنوی اور تصنیف میں سے لامکان پر اور پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ الف۔ جن میں یہ کتاب بلحاظ قدرت مضامین و حسن طبع ناچار روزگار سے۔ مطبع  
زمانہ اس کا طلب گار ہے میں کیا اور سپرد شد کیا کہ اس کی فساد و صفت کروں۔ یا دعا می کا دم بھرون۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی سچے  
فی نفسہ ناور و محض ہر تو جو است زبان سے واہ واہ نکل ہی آتی ہے۔ اندر تک سب مذہبی یا وہ سرائی ہے۔ البتہ جو حضرات لغاؤ فن اور قفاؤ  
طبع ہیں وہ خود پر کہہ سکتے اور سمجھ سکتے کہ یہ بیان سب از سب اللہ و اعراض ہے۔ بلکہ اس کی تقریظ مجھے جیسے ہے پایہ و کم مایہ شخص سے تکلیف ملا بطاعت ہے  
کے مصنف استاد الوقت و جید العصر فرب الدہر نے کتاب کی تصنیف میں محنت شاق اٹھائی ہے اور اس کے طبع میں زر کثیر صرف ہوا ہے ناور باوجود ان محاسن و  
فخامت کے اس کو ہر پہ پر ہائی قیمت بنظر رفاه عام اس قدر کم رکھی ہے کہ کسی طبقہ کے آدمی کو بار خاطر نہ ہوگی۔

اس کتاب کی رجسٹری باضابطہ ہو چکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مصنف قصہ طبع نفس رائیں

## یہ کتاب حسب ذیل مقامات سے ملے گی

- (۱) مطبع مجتبائی دہلی۔ چڑچڑالان۔ مولوی محمد عبدالاحد صاحب
- (۲) مولوی محمد علی صاحب گنگوہی ضلع سہارنپور
- (۳) مصنف کتاب مولوی حکیم حسین شریف صاحب گلوار حوض سید آباد دکن
- (۴) مولانا محمد علی صاحب القیوم مدرسہ تبلیغ حیدرہ مجاز مولوی عفا اللہ عنہ
- پارک گات حیدر آباد دکن

## المشہر

ملا محمد عبدالقیوم عفا اللہ عنہ

سنہ ۱۹۱۹ھ